تیسرا باب

تاریخ ولادت وشہادت وسید الاوصیاء امام الاتقیاء حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ کے بیان میں اور آپؑ کے مختصر فضائل

اس میں چھ فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت باسعادت میں ہے۔مشہور یہ ہے کہ آپؑ جمعہ کے دن تیرہ رجب کو عام الفیل کے تیسویں وسال وسط خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے۔آپؑ کے والد گرامی ابوطالبؑ بن عبدالمطلبؑ تھے جو عبداللہؑ والد رسول خداؐ کے اعیانی (سگے) بھائی تھے اور آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبدمناف تھیں۔آپؑ اور آپؑ کے بہن بھائی وہ اولین ہاشمی ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔آپؑ کی ولادت کی کیفیت میں بہت روایات ہیں اور وہ جو بہت سے اسناد سے وارد ہے یہ ہے کہ ایک دن عباس بن عبدالمطلب یزد بن قعنب بنی ہاشم اور قبیلہ بنی الغریٰ کے ایک گروہ کے ساتھ خانہ کعبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔اچانک فاطمہؑ بن تاسد اس حالت میں کہ حضرت علیؑ ان کے شکم میں تھے اور وہ پورے دنوں سے تھیں مسجد میں تشریف لائیں۔انہیں دروزہ شروع ہوا او وہ خانہ کعبہ کے سامنے کھڑی ہوگئیں اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے کہنے لگیں اے پروردگار میں تجھ پر اور جو نبی ورسولؑ اور کتابیں تو نے بھیجی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور میں اپنے جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ کی باتوں کی تصدیق کرتی ہوں جنہوں نے خانہ کعبہ بنایا تھا۔پس میں تجھ سے اس گھر کے حق کا اس کے بنانے والے کے حق کا اور اس فرزند کے حق کا (جو مجھ سے باتیں کرتا ہے اور اس گفتگو کرنے کی وجہ سے میرا مونس ومددگار ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ تیری عظمت وجلال کی آیت میں سے ہے) واسطہ دے کر سوال کرتی ہوں کہ میرے لیے اس وضع حمل کو آسان کردے عباس اور یزید بن قعنب کہتے ہیں کہ جب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پچھلی دیوار پھٹی اور فاطمہؑ اس شگاف سے کعبہ کے اندر داخل ہوگئیں اور ہماری آنکھوں سے پنہاں ہوگئیں حکم خدا سے دیوار کا شگاف بھی دوبارہ مل گیا۔اور جب ہم نے چاہا کہ خانہ کعبہ کا دروازہ کھولیں تو بہت ہی کوشش کی دروازہ نہ کھل سکا پس ہم نے سمجھا کہ یہ

معاملہ خداوند عالم کی طرف سے ہے جناب فاطمہؑ اس دعا سے فارغ ہوئیں تو ہم نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار کی وہی جگہ شق ہوئی جو پہلے ہوئی تھی۔اور فاطمہؑ بنت اسد اس حالت میں باہر آئیں کہ ان کا بیٹا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے ہاتھوں پر تھے اور وہ کہہ رہی تھیں۔اے لوگو! خدا نے مجھے اپنی مخلوق میں سے چن لیا اور مجھے ان خواتین برگزیدہ پر فضیلت دی جو مجھ سے پہلے گزر چکی ہیں کیونکہ خداوند عالم نے آسیہ بنت مزاحم کو چنا۔اور اس نے خدا کی عبادت چھپ کر ایسی جگہ کی کہ جہاں مجبوری کے علاوہ عبادت مناسب نہیں تھی یعنی فرعون کا گھر اور مریم بنت عمران کو خدا نے چنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ان کے لیے آسان قرار دی۔اور اس نے بیابان میں خشک درخت کو ہلایا تو تازہ کھجوریں ان کے لیے اس درخت سے گرنے لگیں لیکن خدا نے مجھے ان دونوں سے بلکہ مجھ سے پہلے گزری ہوئی تمام خواتین پر فضیلت دی۔کیونکہ میں جنا ہے خدا کے چنے ہوئے گھر کے اندر اور تین دن تک میں اس میں احترام کے ساتھ رہی ہوں اور جنت کے میوے اور کھانے کھائے ہیں اور جب میں نے چاہا کہ اپنے برگزیدہ بیٹے کو لے کر باہر آؤں تو ہاتف غیبی نے مجھ سے پکار کر کہا اے فاطمہؑ اس بزرگ و برتر بیٹے کا علیؑ نام رکھنا۔کیونکہ میں خدائے علی و اعلیٰ ہوں میں نے اسے اپنی قدرت عزت وجلال سے پیدا کیا ہے۔اور اپنی عدالت کا کامل حصہ اسے بخشا ہے اس کا نام اپنے مقدس نام سے مشتق کیا ہے۔اسے آداب لائقہ سے مودب کیا ہے اپنے امور اس کے سپرد کیے ہیں اسے اپنے پوشیدہ علوم سے باخبر کیا ہے وہ میرے محترم گھر میں پیدا ہوا ہے۔وہ پہلا شخص ہے جو میرے گھر کے اوپر کھڑے ہو کر اذان کہے گا۔بتوں وک توڑے گا اور انہیں کعبہ کی چھت پر سے گرائے گا۔اور مجھے عظمت ومجد بزرگی اور یگانگت کے ساتھ یاد کرے گا۔وہ میرے حبیب اور تمام مخلوق سے چنے ہوئے محمدؐ (جو میرے رسول ہیں) کے بعد امام وپیشوا اور یہ اس کا وصی ہوگا۔وہ شخص خوش بخت ہے جو اس سے محبت کرے اور اس کی مدد کرے اور جو اس کا کہنا نہ مانے اور اس کی مدد نہ کرے اور اس کے حق کا انکار کرے اس کے لیے ہلاکت ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب امیر المومنینؑ پیدا ہوئے تو ابوطالبؑ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور فاطمہؑ بنت اسد کا ہاتھ تھامے ہوئے ابطح میں آئے اور ان اشعار کے ساتھ پکارنے لگے۔

یارب یا ذالغسق الدجی
ولقمر المبتلج المضی
بین لنا من حکمك المقضی
ماذ اتری فی اسم ذالصبی

ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ اسے تاریک رات ماہ روشن اور روشنی دینے والے چاند کے پیدا کرنے والے ہمارے لیے بیان فرما کہ اس بچے کا کیا نام رکھیں۔اچانک بادل کی طرح زمین سے کوئی چیز پیدا ہوئی اور ابوطالبؑ کے قریب آئی۔ابوطالبؑ نے اسے پکڑا اور علیؑ کے ساتھ ہی اسے سینہ سے لگالیا اور گھر واپس آ گئے۔جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک سبز رنگ کی تختی

ہے کہ جس میں یہ لکھا ہے۔

حسنت تما بالولدار کی والطاهر المنتخب الرعنی فاسمامن شاخ علی علی اشتوبیو البیاب۔اس کا ماحصل یہ ہے۔اے ابوطالبؑ وفاطمہ تم ایک طاہر و پاکیزہ و پسندیدہ بیٹے کے ساتھ مخصوص قرار دیئے گئے ہو۔ پس اس کا نام علیؑ ہے خداوند علی اوعلیٰ نے اس کا نام اپنے سے مشتق کیا۔پس ابوطالبؑ نے حضرتؑ کا نام علیؑ رکھا اور وہ تختی خانہ کعبہ کے دائیں کونے میں لگا دی۔یہ تختی اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے زمانہ تک رہی۔اس نے وہاں سے اسے اتارا اور اس کے بعد وہ ناپید ہوگئی۔حضرتؑ کی ولادت اور اس کی کیفیت کے سلسلے میں روایات بہت ہیں لیکن اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور یہ فضیلت حضرتؑ کی ولادت اور اس کی کیفیت کے سلسلے میں روایات بہت ہیں لیکن اس مقام میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں اور یہ فضیلت حضرتؑ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ حرم کے تمام مقامات میں سے مکہ اشرف ہے اور اشرف مواضع حرم مسجد ہے اور مسجد میں اشرف جگہ کعبہ ہے اور حضرت امیرالمومنینؑ کے علاوہ ایسی جگہ کوئی پیدا نہیں ہوا اور سوائے آپؑ کے سید ایام میں جو جمعہ ہے ماہ حرام میں جو رجب ہے اور بیت الحرام میں جو کعبہ ہے کوئی پیدا نہیں ہوا۔اور حقیقت میں ھذہ من علام احد المعالی۔ وعلی هذہٖ وفقس ماسوئها۔یعنی آپؑ کی بلندیوں میں سے ایک بلندی ہے اور باقی بلندی ہے اور باقی بلندیوں کا اسی پر قیاس کرلیا جائے۔یہاں مولف نے آپؑ کی مدح میں کچھ عربی و فارسی اشعار درج کیے جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔(مترجم)

دوسری فصل

امیر المومنینؑ کے فضائل کا بیان

اہل دانش وبینش پر پوشیدہ نہیں کہ امیر المومنینؑ علی علیہ السلام کے وفضائل قالب بیان میں نہیں آ سکتے اور کسی باب وکتاب میں نہیں سما سکتے بلکہ ملائکہ سموات آپؑ کے درجات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرتؑ کے فضائل کا شمار کرنا ایسا ہے جیسے دریا کے پانی کو کوزے میں بند کرنا۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہم وہ کلماتِ خدا ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے (کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست کہ تر کنم سر انگشت وصفحہ بشمارم) اسی لیے اس احقر میں یہ جرات نہیں کہ قلم ہاتھ میں لے کر اس سلسلہ میں کچھ لکھے۔ لیکن چونکہ امیر المومنینؑ معدن کرم وجوانمردی ہیں امید واثق یہ ہے کہ پر احسان فرمائیں گے اور اس مختصر خدمت کر قبول کر لیں گے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ معلوم ہونا چاہیے کہ فضائل یا نفسانیہ ہیں اور یا بدنیہ اور امیر المومنینؑ رسول اکرمؐ کے بعد تمام لوگوں سے ان دو انواع میں چند وجوہ سے اکمل وافضل ہیں اور ہم ان وجوہ میں سے چودہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اس شریف عدد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

پہلی وجہ: پیغمبر اکرمؐ کی جنگوں میں تمام لوگوں کی نسبت راہ خدا میں آپؑ کا جہاد وامتحان زیادہ تھا اور اس معاملہ میں کوئی شخص آپؑ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکا۔ چنانچہ جنگِ بدر میں جو کہ پہلی جنگ تھی اور جس میں مومنین کا امتحان لیا گیا امیر المومنینؑ نے ولید وشیبہ۔ عاص۔ حنظلہ، طعمہ ونوفل اور دیگر شجاعان مشرکین کو جہنم واصل کیا۔ آپؑ مسلسل جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آدھے مقتولین آپؑ نے قتل کیے اور باقی آدھے تمام مسلمانوں نے تین ہزار ملائکہ مسئومین کے ساتھ مل کر قتل کیے۔ پھر جنگ اُحد ہے کہ جس میں لوگ بھاگ گئے اور حضرتؑ ثابت قدم رہے۔ آپؑ دشمن کے لشکر کو پیغمبر اکرمؐ سے دور کرتے اور انہیں قتل کرتے تھے یہاں تک کہ کئی کاری زخم آپؑ کے بدن مبارک پر لگے۔ باوجود اس رنج وتکلیف کے حضرتؑ پر کوئی خوف وخطر نہیں تھا اور نہ آپؑ بھاگے بلکہ پے درپے بہادروں کو قتل کرتے رہے یہاں تک کہ جناب جبریل کی آسمان وزمین کے درمیان ندائے لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی سنی گئی۔ دوسری جنگ احزاب تھی جس میں حضرت امیرؑ نے عمر بن عبدو کو قتل کیا اور آپؑ کے ہاتھ پر فتح ہوئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں فرمایا کہ علیؑ کی ضربت جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک جنگ خیبر تھی کہ جس میں مرحب یہودی آپؑ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور اتنے بڑے قلعہ کے دروازے کو آپ نے اپنے معجز نما ہاتھ سے اکھیڑا اور چالیس قدم کے فاصلے پر پھینک دیا۔ صحابہ میں سے چالیس افراد سے حرکت نہ دے سکے۔ ایک جنگ حنین تھی کہ جس

میں حضرت رسولؐ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرنے گئے اور ابوبکر کو لوگوں کی کثرت پر تعجب ہوا۔اور تمام شکست کھا کر بھاگ گئے۔رسولؐ خدا کے پاس چند افراد کے علاوہ کہ جن کے سردار امیر المومنینؑ تھے۔کوئی بھی باقی نہ رہا۔پس آپؑ نے ابوجرول کو قتل کیا جس سے مشرکین کے دل ہار گئے اور بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ آئے۔ان کے علاوہ دوسری جنگیں کہ جنہیں ارباب میر وتواریخ ضبط تحریر میں لے آئے ہیں۔اور تلاش کرنے والے کے لیے ان جنگوں میں آپؑ کے جہاد وشجاعت اور عظیم ابتلاء وامتحان کی کثرت واضح ہے۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ امیر المومنینؑ تمام لوگوں سے زیادہ علم ودانش رکھتے تھے اور آپؑ کی اعلمیت چند جہات سے ظاہر وباہر ہے۔پہلی جہت یہ ہے کہ وہ جناب بہت ذہین وفطین اور ذکی وروشن فکر تھے۔ہمیشہ رسولؐ خدا کے ساتھ رہتے۔آنحضرتؐ سے استفادہ کرتے اور مشکوٰۃ نبوت کے نور سے اقتباس طلب فیض کرتے تھے اور یہ واضح دلیل ہے آپؑ کے اعلم ہونے کی۔علاوہ ازیں رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت کرتے وقت حضرتؑ کو ہزار باب علم سکھائے کہ جن میں سے ہر ایک باب سے مزید ہزار باب علم کے کھلتے تھے جیسا کہ اخبار مستفیضہ بلکہ متواترہ سے مستفاد ہوتا ہے۔شیعہ وسنی روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے آنجنابؑ کے حق میں فرمایا۔انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔اس حدیث کا معنی یوں ہے جیسے حکیم فردوسی نے کہا ہے۔

چہ گفت آنخداوند تنزیل ووحی
خداوند امر وخداوند تھی
کہ من شہر علم علیم دراست
درست ایں سخن قول پیغمبر است
گواہی دہم کا ینسخن راز اوست

دوسری جہت۔یہ ہے کہ اکثر اوقات احکام الٰہی صحابہ پر مشتبہ ہوجاتے اور بعض غلط فتوے دے دیتے اور حضرتؑ کی طرف رجوع کرتے تو وہ جناب انہیں درست بات بتاتے اور کبھی نقل نہیں ہوا کہ آپؑ نے کسی حکم میں ان کی طرف رجوع کیا ہو۔یہ آپؑ کی اعلمیت اور فراوانی علم کی دلیل ہے۔اور صحابہ کے خطا کرنے اور ان کے حضرتؑ کی طرف رجوع کرنے کے واقعات باخبر افراد پر واضح وروشن ہیں۔

تیسری جہت: حدیث اقضا کم علی (تم میں سب سے بڑا قاضی علیؑ ہے) کا مفاد جو آپ کے اعلم ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ فیصلہ کرنا علم کو چاہتا ہے۔

چوتھی جہت: ہر فن کے علماء وفضلا اپنے علم کا سہارا حضرتؑ کو قرار دیتے ہیں۔جیسا کہ ابن ابی الحدید کے کلمات نقل ہوئے ہیں۔وہ کہتا ہے کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ اشرف علوم علم معرفت وخداشناسی ہے اور اس فن کے شیعہ امامیہ استاد ہیں اور یہ بات محتاج فصاحت نہیں۔باقی رہے اہل سنت تو شاعرہ میں اس فن کا استاد ابوالحسن اشعری ہے وہ ابوعلی جبائی کا شاگرد ہے جو

معتزلہ کے مشائخ اور بزرگوں میں سے ہے اور معتزلہ کا استاد واصل بن عطا ہے اور وہ ابوہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ کا شاگرد ہے اور وہ اپنے باپ کے شاگرد ہیں۔ اور ان کے باپ محمد اپنے والد گرامی امیر المومنینؑ کے شاگرد ہیں۔ اور علوم میں سے ایک علم تفسیر قرآن ہے جو سب کا سب حضرت علیؑ سے ماخوذ ہے اور ابن عباس جو مشائخ تفسیر میں سے ہیں۔ وہ آپؑ کے شاگرد ہیں اور ایک علم نحو ہے اور سب کو معلوم ہے کہ اس علم کے مخترع اور بنانے والے آنجنابؑ ہیں ابوالاسود دؤلی نے جو اس علم کا استاد ہے آپؑ کی تعلیم سے اس علم وفن کی تدوین کی اور یہ بھی واضح ہے کہ تمام فقہاء اپنے آپ کو حضرتؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپؑ کے قضایا اور احکام سے استفادہ کرتے ہیں اور ارباب علم طریقت بھی اپنی نسبت حضرتؑ کی طرف دیتے ہیں اور تمام کے تمام مولیٰ کا دم بھرتے ہیں اور جو خرقہ ان کا شعار ولباس ہے۔ سند متصل کے ساتھ اپنے اعتقاد کے مطابق حضرتؑ تک پہنچاتے ہیں۔

پانچویں جہت: یہ ہے کہ حضرتؑ نے کئی مقام پر اپنے علم کی کثرت کی خبر دی ہے جیسا کہ آپؑ فرماتے تھے کہ مجھ سے آسمان کے راستے پوچھو کیونکہ میں انہیں زمین کے راستوں کی نسبت زیادہ جانتا ہوں اور بارہا لوگوں سے فرماتے۔ سلونی قبل ان تفقدونی جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اس سے پہلے کہ میں تم سے مفقود ہو جاؤں اور ہمیشہ لوگ آپؑ سے مشکل مطالب پوچھتے تھے اور جواب پاتے تھے اور یہ بات عجائب وغرائب میں سے ہے کہ آپؑ کے بعد جس کسی نے یہ دعویٰ کیا وہ انتہائی رسوا ہوا جیسا کہ یہ واقعہ ابن جوزی مقاتل بن سلیمان اور واعظ بغدادی سے ناصر بغدادی کے زمانہ میں ہوا۔ اور ان کلمات کے کہنے کے بعد ان کے رسوا ہونے کی حکایات کتب سیر وتواریخ میں مسطور ہیں اور یہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہے کیونکہ منقول ہے کہ اس بات کی خبر آپؑ نے خود ہی دی اور فرمایا۔ لا یولھا بعدی الا مدع کذاب کوئی شخص میرے بعد یہ بات نہیں کرے گا مگر یہ کہ اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ اور کبھی اپنے شکم مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرماتے کہ ان ھھنا لعلما جما۔ یہاں بہت زیادہ علم ہے اور کبھی فرماتے اگر میرے لیے اگر میرے لیے مسند علم بچھائی جائے تو میں اہلِ تورات کے درمیان تورات کے مطابق فتوے دوں (الخ)

وغیرہ ذلک خلاصہ یہ کہ کسی سے اتنے اصول، علم وحکمت اور کثیر فیصلے نقل نہیں ہوئے جتنے حضرتؑ سے ہوئے ہیں اور ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ حکماء فلاسفہ مثلاً ابن سینا اور نصیر الدین محقق طوسی اور ابن میثم وغیرہ اور اسی طرح علماء اعلام اور فقہائے کرام اور دوسرے بزرگ رضوان اللہ علیہم آپؑ کے کلمات کی تفسیر وتاویل میں ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں اور بہت سے علوم کا آپؑ کے کلمات وقضایا سے استفادہ کرتے ہیں۔

تیسری وجہ: ان وجوہ میں سے جو آپؑ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ چیز ہے جو آیت مبارکہ تطہیر اور آیۃ وافی ہدایہ مباہلہ سے مستفاد ہوتی ہے اس تفصیل کے ساتھ اپنے مقام پر شرح وبسط سے بیان ہوئی ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں البتہ آیت مبارکہ کے ذیل میں فخر رازی سے منقول ہے کہ جس کا ذکر یہاں مناسب ہے۔ فخر بن خطیب کہتا ہے کہ شیعہ حضرات اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ سوائے سرکار رسالتؐ کے تمام انبیاء سے اور تمام صحابہ سے افضل ہیں کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وانفسنا وانفسکم اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفوس کو نفیس سے مراد نفس مقدس نبوی نہیں

کیونکہ بالان مغائرت کو چاہتا ہے (یعنی دوسرے کو بلایا جاتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو) انسان اپنے آپ کو نہیں بلاتا لہٰذا دوسرا کوئی شخص مراد ہونا چاہیے اور اس پر اتفاق ہے۔نسائنا اور ابنائنا کے علاوہ انفسنا سے جیسے تعبیر کیا گیا ہے وہ علی ابن ابی طالبؑ کے سوا کوئی نہیں پس معلوم ہوا کہ خدا نے نفس علیؑ کو نفس رسولؐ کہا ہے اور چونکہ دو نفسوں کے درمیان اتحاد حقیقی محال ہے۔لہٰذا مجاز مراد ہوگا۔اور علم اصول میں یہ طے شدہ امر ہے کہ لفظ کو اقرب مجازات پر حمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ بعد پر حمل کیا جائے اقرب مجازات یہ ہے کہ علیؑ حضرت رسولؐ کے ساتھ تمام امور میں برابر اور تمام کمالات میں شریک ہیں مگر وہ چیزیں کہ جو دلیل سے خارج ہیں مثلاً نبوت جو بالاجماع خارج ہے اور علیؑ اس نبوت میں آپؐ کے ساتھ شریک نہیں باقی رہے دوسرے کمالات تو ان میں علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ شریک ہیں کہ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرتؐ تمام انبیاء تمام صحابہ اور تمام لوگوں سے افضل ہیں پس علیؑ افضل ہوں گے۔بقدر ضرورت فخر رازی کی گفتگو ختم ہوئی۔اور ابن حماد نے کیا خوب کہا ہے:

وسماه رب العرش فی الذکر نفسه
فحسبك هذا القول ان کنت ذاخبرٍ
وقال لهم هذا وصی ووارثی
ومن شيدرب العالمین به ازرئ
علی کزری من قمیصی اشارة
بأن لیس یستغنی القمیصُ عن الزرّ

مالک عرش نے قرآن میں اس کو نفس رسولؐ کہا ہے اگر تو باخبر ہے تو یہ بات تیرے لیے کافی ہے اور حضورؐ نے لوگوں سے فرمایا یہ میرا وصی اور وارث ہے اور یہ وہ ہے کہ جس سے رب العالمین نے میری کمر مضبوط کی ہے اور علیؑ میری قمیص کے تکمے اور بٹن کی طرح ہیں۔یہ اشارہ کرتے ہوئے کہ قمیص بٹن سے بے پرواہ نہیں ہے۔ابن حماد نے ان تین اشعار میں حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل میں ایک ایک فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے پہلے شعر میں آیت مباہلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور دوسرے شعر میں حدیث غدیر اور پیغمبر کے ان کو اپنا وصی معین کرنے کی طرف اشارہ ہے اور تیسرے شعر میں اس حدیث نبی کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں حضور نے حضرت امیر سے فرمایا جیسا کہ ان شہرآشوب نے نقل کیا ہے کہ تم میرے قمیص کے بٹن اور تکمہ ہو۔ابن حماد نے اپنے شعر میں کہا ہے کہ اس تشبیہ میں اشارہ کیا ہے کہ جس طرح قمیص کے لیے بٹن ضروری ہے اور وہ اس کی محتاج ہے۔اسی طرح نبیؐ کے لیے علیؑ کا ہونا ضروری ہے اور آپؐ اس سے مستغنی نہیں۔

چوتھی وجہ: حضرتؑ کے جود وسخاء کی کثرت۔اور یہ بات اس سے زیادہ مشہور ہے کہ بیان ہو۔آپؑ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کرتے اور اپنا کھانا دوسروں کو دے دیتے تھے ھل اتی آپؑ کے ایثار کے سلسلہ میں نازل ہوئی اور یہ آیت اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً جو لوگ اپنے مال رات دن چھپا کر اور ظاہر بظاہر

خرچ کرتے ہیں آپؑ کی شان میں نازل ہوئی۔ آپؑ مزدوری کرتے اور اس کی اجرت راہ خدا میں خرچ کرتے اور خود بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے اور آپؑ کی سخاوت کے لیے معاویہ نے آپؑ کے متعلق کہا تھا کہ علی اگر سونے سے بھرے ہوئے گھر کا اور ایک گھاس سے بھرے ہوئے مکان کا مالک ہو تو سونے کو پہلے تصدق کرے گا۔ یہاں تک کہ اس میں سے کوئی چیز باقی نہ بچے گی۔ جب آپؑ دنیا سے جانے لگے تو ان چند درہموں کے علاوہ کوئی چیز ترکہ میں نہیں چھوڑی کہ جن سے اپنے اہل وعیال کی خدمت کے لیے آپؑ ایک غلام خریدنا چاہتے تھے۔ اور آپؑ کا مالِ دنیا کو مخاطب فرمانا۔ یابیضاء یا صفراء غری غیری۔ اے چاندی اے سونے میرے غیر کو دھوکہ دے اور بیت المال کو خرچ کرنے کے بعد اس میں جھاڑو دینا اور اور اس میں نماز پڑھنا۔ سنی وشیعہ کتب میں تحریر ہے شیخ مفید رحمہ اللہ سعد بن کلثوم سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ انہوں نے امیر المومنینؑ کا نام لیا اور ان کی بہت مدح وستائش کی یہاں تک کہ فرمایا خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ نے مرتے دم تک کبھی حرام چیز نہیں کھائی اور کسی وقت دو امور حضرتؑ کے درپیش نہیں ہوئے کہ جن میں خدا کی رضا تھی مگر یہ کہ آپؑ ان میں سے جو زیادہ سخت اور شدید ہوتا اسے ترجیح دیتے اور کوئی مصیبت اور کام رسولؐ پر وارد ہوتا تو آپ صلعم علیؑ کو اس کے لیے بلاتے کہ امت کے کسی شخص میں اس عمل کے بجالانے کی طاقت نہیں تھی جسے رسول اکرم کرتے سوائے امیر المومنین کے اور حضرتؑ کا عمل اس شخص کی طرح تھا کہ جس کے سامنے جنت وجہنم ہو کہ جس کے ثواب کی امید وار عقاب کا خوف ہو اور آپؑ نے راہ خدا میں اپنے اُس مال سے خون پسینہ ایک کر کے حاصل کیا تھا۔ ہزار غلام خرید کر آزاد کیے آپؑ کے گھر والوں کا کھانا زیتون سرکہ اور کھجوریں ہوتیں اور آپؑ کا لباس کھردرے کپڑے سے تجاوز نہیں کرتا تھا۔ اور جب آپؑ ایسی قمیص پہنتے کہ جس کی آستین بڑھی ہوئی ہوتی تو قینچی منگوا کر اس بڑھی ہوئی آستین کو کاٹ دیتے اور آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص لباس میں علیؑ بن الحسینؑ سے زیادہ آپؑ سے شباہت نہیں رکھتا تھا۔

پانچویں وجہ: حضرت امیر المومنینؑ کے زہد وتقویٰ کی کثرت۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ کے بعد آپؑ سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے اور تمام زاہد آپؑ کو خلوص کی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپؑ زاہدوں کے سردار تھے کبھی آپؑ نے سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ آپؑ کا کھانا اور لباس تمام لوگوں سے زیادہ سخت ودرشت ہوتا تھا۔ جو کی خشک روٹیوں کے ٹکڑے آپؑ کھاتے تھے اس خوف سے کہ آپؑ کی اولاد شفقت ومہربانی سے زیتون یا گھی اس میں نہ ملا دیں آپ روٹیوں کی تھیلی پر مہر لگا دیتے تھے اور کم اتفاق ہوتا کہ آپؑ روٹیوں کے ساتھ سالن استعمال کرتے۔ اور اگر کرتے بھی تو وہ نمک یا سرکہ ہوتا۔ آپؑ کی شہادت کی کیفیت میں آئے گا کہ حضرتؑ جب انیسویں کی رات افطار کے لیے جناب ام کلثوم کے گھر تشریف لے گئے تو جناب ام کلثومؑ کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا، اے بیٹی دو سالن ایک طبق میں تم میرے لیے لائی ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچازاد اور رسولؐ خدا کی اتباع کرتا ہوں۔ پھر فرمانے لگے خدا کی قسم میں اس وقت تک روزہ افطار نہیں کروں گا۔ جب تک کہ ان دو میں سے ایک کو اٹھا نہیں لوگی۔ پس ام کلثومؑ نے دودھ اٹھا لیا اور آپؑ نے نمک کے ساتھ کھایا اور حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور

عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے آپؑ نے جو خط عثمان بن حنیف کو لکھا ہے اس میں تحریر فرمایا کہ تمہارے امام نے دنیا میں دو پرانے کپڑوں اور کھانے میں جو کی دو روٹیوں پر اکتفاء کیا ہے۔فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو اپنی غذا صاف وشفاف شہد اور گندم کے میدے کی قرار دیتا اور ریشم کے کپڑے میرے لیے ممکن تھے لیکن یہ بعید ہے کہ ہوا و ہوس مجھ پر غالب آئے اور میرا کھانا اس قسم کا ہو حالانکہ ہوسکتا ہے کہ حجاز و یمامہ میں کوئی ایسا ہو۔روٹی بھی نہ مل سکے اور وہ بھوکا زمین پر سو جائے کیا میں پیٹ بھر کر سو جاؤں اس حالت میں کہ میرے ارد گرد بھوکے پیٹ لوگ ہیں اور اس پر ہی قناعت کرلوں کہ مجھے امیرالمومنین کہیں اور میں فقراء کے ساتھ سختی اور شدائد میں شریک نہ رہوں؟ مجھے اس لیے نہیں پیدا کیا گیا کہ میں ان جانوروں کی طرح کہ جن کا ھم وغم گھاس کھانا ہو۔خوشبو اور لذیذ کھانوں میں مشغول رہوں۔

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص آپ کے خطب وکلمات کی سیر کرے تو عین الیقین کے ساتھ آپؑ کے کثیر زہدؑ اور آپ کی دنیا سے بے نیازی کو معلوم کر سکے گا۔شیخ مفیدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت نے جس سفر میں بصرہ کی طرف کوچ فرمایا تھا اور اصحاب جمل کو دفع کرنے کے لیے مقام رابذہ میں نزول اجلال فرمایا وہاں حاجی اترے ہوئے تھے وہؑ آپ کے خیمہ کے پاس جمع ہو گئے تا کہ آپ کی گفتگو سنین اور کچھ استفادہ کریں آپ اپنے خیمہ میں تھے۔ابن عباس کہتے ہیں میں آپ کے پاس اس لیے گیا کہؑ انہیں لوگوں کے جمع ہونے کی اطلاع دوں اور خیمہ سے آپ کو باہر لے آؤں تو میں نے آپ کو دیکھا کہ وہ اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے۔میں نے کہا کہ ہمیں بہ نسبت اس کے کہ آپ جوتے کانٹھیں اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ آپ ہماری اصلاح کریں آپ نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔یہاں تک کہ جوتے کو پیوند لگانے سے فارغ ہوئے۔تو دونوںؑ جوتے برابر برابر رکھ دیئے۔فرمایا میرے اس جوتے کی قیمت بتاؤ؟ میں نے کہا کہ اس کی کوئی قیمت نہیں یعنی زیادہ پھٹ جانے اور پرانے ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی قیمت نہیں فرمایا پھر بھی میں نے کہا ایک درہم یا درہم کا کچھ حصہ فرمایا خدا کی قسم یہ جوتا میرے نزدیک بہتر اور زیادہ پسندیدہ ہے تمہاری حکومت سے مگر یہ کہ حق کا قائم کرسکوں یا باطل کو روک سکوں الخ۔آپ کے کلمات میں سے وہ خط بھی ہے جو ابن عباس کی طرف لکھا تھا حق یہ ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ سونے کے پانی کے ساتھ لکھا جائے۔

امابعد فان المرء قد یسرہ درك مالم یكن لیفوتہ ویسوئہ فوت مالم یكن یسوکہ فلیكمن سرورك بمانلت من آخرتك وولیكن اسفك علی ما فاتك منهاومانلت عن انیدں اكلما تكثربہ فرجاً وما فاتك منها فلاتاس علیہ جزعاً ولیكن همك فیمابعد الموت۔

(یعنی لوگوں کو کبھی اس چیز کا مل جانا خوش کرتا ہے کہ جس کو اس سے فوت ہونا ہی نہ تھا اور وہ تقدیر خداالٰہی آ چکی تھی کہ اسے ملے۔اس چیز کا نہ ملنا غم ناک اور بدحال کر دیتا ہے کہ جسے وہ پا نہیں سکتا اور نہ ہی اسے پانا چاہیے کیونکہ حکم خدا اسے اس کا پانا

اور حاصل کرنا اس کے لیے محال ہے لہٰذا تیری خوشی اور سرور اس چیز میں ہو جو تو نے آخرت میں سے حاصل کی ہے اور تیرا غم اس چیز میں ہو جو آخرت کے فوائد میں سے تیرے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور جو فوائد دنیا تجھے مل جائیں ان پر زیادہ خوش نہ ہو اور اموال دنیا کے فاہم کرنے سے فرحناک اور جب دنیا تجھ سے پشت پھیرے تو غمگین نہ ہو اور جزع فزع نہ کر بلکہ تیرا چیز میں ہو جو موت کے بعد تیرے کام آئے)

جب ابن عباس نے اس خط کو پڑھا تو کہنے لگے رسول اللہؐ کے ارشادات کے بعد میں نے کسی کلام سے اتنا فائدہ نہیں حاصل کیا جتنا ان کلمات سے کیا ہے۔ بہرحال زہد دنیا اور پرہیزگاری کے سلسلہ میں ان کلمات کا مطالعہ کرنا ہر عقلمند کے لیے کافی ووافی ہے۔

چھٹی وجہ: یہ ہے کہ آپؑ سب لوگوں سے زیادہ عبادت گزار سید العابدین اور مصباح المتہجدین تھے آپؑ بہت زیادہ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے۔ خدا کے بندوں نے نماز شب اور نوافل کے قیام کو اپنانا آپؑ سے سیکھا ہے اور شمع یقین راہ دین میں اس مشعل سے روشن کی ہے۔ آپؑ کی نورانی پیشانی پر سجدہ کی کثرت کی وجہ سے گٹا پڑ گیا تھا۔ اور وہ بزرگوار نوافل کے اتنے پابند تھے کہ منقول ہے جنگ صفین میں لیلۃ الہریر میں دونوں صفوں کے درمیان آپؑ کے لیے مصلیٰ بچھا دیا گیا تھا کہ جس پر آپؑ نماز پڑھ رہے تھے اور تیرا آپؑ بے نیازی سے نماز میں مشغول تھے ایک دفعہ آپؑ کے پاؤں میں تیر لگ گیا تھا تو لوگوں نے چاہا کہ اس وقت نکالا جائے کہ جب درد کا اثر نہ ہو توقف کیا گیا یہاں تک کہ جب آپؑ نماز میں مصروف ہوئے تو تیر نکالا گیا کیونکہ اس وقت آپؑ کی پوری توجہ خداوند عالم کی طرف تھی اور کسی کی طرف ملتفت نہیں تھے یہ بات صحت کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے کہ آنجنابؑ ہر رات ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی زیادہ خوف الٰہی سے آپؑ پر غشی طاری ہو جاتی تھی اور حضرت علی بن الحسین باوجود کثرت عبادت و نماز کے کہ جن کی وجہ سے آپؑ کو ذوالثفنات (گٹوں والے) اور زین العابدین کہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ من یقدر علی عبادۃ علی ابن ابی الب علیہ السلام۔ یعنی کسی شخص میں طاقت وقدرت ہے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ جیسی عبادت کر سکے۔

ساتویں وجہ: آپؑ سب لوگوں سے زیادہ حلیم الطبع اور اس شخص کو زیادہ معاف کرنے والے تھے جو آپؑ سے برائی کرتا اور اس بات کی صحت اس سلوک سے ظاہر ہے جو آپؑ نے اپنے دشمنوں سے کیا۔ مثلاً مروان بن حکم عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص آپؑ ان پر غالب آئے اور یہ لوگ قید ہو کر آپؑ کے پاس لائے گئے آپؑ نے ان تمام کو رہا کر دیا اور ان سے تعرض نہ کیا۔ اور جب صاحب ہودج وکجاوہ پر کامیابی صاحب کی نہایت شفقت ولطف سے اس سے پیش آئے اور اہل بصرہ نے آپؑ کے اور آپؑ کی اولاد کے سامنے تلواریں کھینچیں اور گالیاں تک دیں۔ جب ان پر غالب آئے تو ان سے تلوار روک لی۔ اور انہیں امان دے دی۔ ان کی اولاد اور مال غارت نہ ہونے دیئے۔ یہ بات اس سے بھی پورے طور پر واضح ہے جو آپؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں برتاؤ کیا پہلے معاویہ کے لشکر کے پانی کا راستہ روک دیا تھا۔ اور آپؑ کے ساتھیوں کو پانی نہیں لینے دیا پھر

آپؑ نے پانی ان کے قبضہ سے چھین لیا اور انہیں صحرائے بے آب میں دھکیل دیا تو آپؑ کے اصحاب نے کہا آپؑ بھی ان سے پانی روک لیں تا کہ وہ پیاس سے ہلاک ہوجائیں اور جنگ وجدال کی ضرورت نہ پڑے۔فرمایا،خدا کی قسم جو کچھ انہوں نے کیا ہے میں وہ نہیں کروں گا۔اور تلوار اس کام سے بے پرواہ کرنے والی ہے۔آپؑ نے فرمان جاری کیا کہ پانی کا ایک گھاٹ کھول دیا جائے تا کہ معاویہ کا لشکر پانی لے سکے۔

بہت سے علماء اہل سنت نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے کہ اہل سنت کے قابلِ وثوق افراد میں سے ایک نے کہا ہے کہ میں نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو کہا اے امیر المومنینؑ آپؑ نے جب مکہ فتح کیا تو ابوسفیان کے گھر کو مامن (جائے امن) قرار دیا اور فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر داخل ہوجائے اس کی جان بخشی ہے۔آپؑ نے اس قسم کا احسان ابوسفیان کے ساتھ کیا تھا۔اس کے پوتے نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ آپؑ کے فرزند حسین علیہ السلام کو شہید کیا اور کیا کچھ نہ کیا۔حضرتؑ نے فرمایا کیا تو نے اس سلسلہ میں ابن صیفی کے اشعار نہیں سنے میں نے کہا نہیں آپؑ نے کہا نہیں۔آپؑ نے فرمایا اپنا جواب اس سے سنو۔

وہ کہتا ہے جب میں بیدار ہوا تو بہت جلدی ابن صیفی کے گھر گیا جو حیص وبیص کے نام سے مشہور تھا۔اور اپنا خواب اس کے سامنے بیان کیا۔اس نے چیخ ماری اور بہت رویا۔اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ اشعار جنکا حضرت امیر المومنینؑ نے حوالہ دیا ہے میں نے اسی رات نظم کیے ہیں اور میرے منہ سے ابھی تک نہیں نکلے اور میں نے یہ کسی کے لیے نہیں لکھے تھے پس وہ اشعار اس نے مجھے پڑھ کر سنائے۔

ملکنا فکان العفومنا سجیة
فلما ملکتم سال بالدم ابطح
وحللتم قتل الاساری وطالما
غدونا علی الاسریٰ فنعفود نصفح
وحسبکم ھذا التفاوت بیننا
وکل اناء بالذی فیه یرشح

(ہم حاکم ہوئے تو ہماری طبیعت وعادت معاف کرنا تھی۔لیکن جب تم حاکم ہوئے تو وادی میں خون بہنے لگا۔کئی دفعہ ہم نے قید کیا،معاف کیا اور درگزر سے کام لیا۔حالانکہ تم نے قیدیوں کو قتل اور ان کا خون حلال قرار دیا اور ہمارے تمہارے درمیان جو یہ تفاوت ہے یہ تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ ہر برتن سے وہی اچھلتا ہے جو اس میں ہو)

آٹھویں وجہ: آپؑ کا حسن خلق اور شگفتہ روئی ہے اور یہ بات اتنی واضح ہے کہ آپؑ کے دشمنوں نے اسے آپؑ کا عیب سمجھا۔عمرو بن عاص کہتا تھا کہ علیؑ بہت خوش طبع ہیں۔اور عمرو نے یہ قول عمر سے لیا ہے اس نے آپؑ کو خلافت سپرد نہ کرنے کا یہ عذر بطور عیب کے شمار کیا صعصعہ بن صوحان اور دوسرے لوگوں نے آپؑ کی تعریف میں کہا ہم میں اس طرح رہتے جیسے ہم میں سے

ایک ہیں جس طرف آپؑ کو بلاتے آپؑ تشریف لاتے اور جو کچھ ہم کہتے وہ سن لیتے اور جہاں ہم کہتے بیٹھ جاتے باوجود اس کے ہم آپؑ سے اتنے خائف رہتے جتنا ہاتھ باندھے ہوئے قیدی کو اس شخص کا خوف ہوتا ہے جو ننگی تلوار اس کے سر پر لیے ہوئے کھڑا ہوا اور اس کی گردن اڑانا چاہتا ہو۔

منقول ہے کہ ایک دن معاویہ نے قیس بن سعد سے کہا۔ خدا رحمت کرے ابوالحسنؑ پر وہ زیادہ ہنسنے والے، شگفتہ مزاج اور خوش طبع تھے قیس کہنے لگے ہاں وہ ایسے ہی تھے اور رسولؐ خدا بھی صحابہ کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے تھے اور ہنستے تھے۔ اے معاویہ تو نے ظاہر تو ایسے کیا جیسے آپؑ کی مدح کر رہا ہے حالانکہ تیرا مقصد ان کی مذمت کرنا تھا۔ خدا کی قسم اس شگفتگی اور ہنس مکھ ہونے کے باوجود آنجنابؑ کا دبدبہ سب سے زیادہ تھا اور وہ ہیبت تقویٰ کی وجہ سے تھی جو حضرتؑ میں تھا نہ ایسی ہیبت جو شام کے رذیل اور کمینہ لوگوں ں تیری طرف سے ہے۔

نویں وجہ: یہ کہ آپؑ خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں سب لوگوں سے سابق اور پہلے شخص تھے جیسا کہ عامہ وخاصہ نے اس فضیلت کا اعتراف کیا ہے اور آپؑ کے دشمن بھی اس کا انکار نہیں کر سکے۔ چنانچہ خود امیرالمومنینؑ نے منبر پر اس منقبت کا اظہار فرمایا اور کوئی شخص انکار نہ کر سکا۔ حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا اولکم وروداً علی الحوض واولکم اسلاماً علی ابن ابی طالب۔ حوض کوثر پر تم سے پہلے میرے پاس آنے والے اور تم سب سے پہلے اسلام لانے والے علی ابن ابی طالبؑ ہیں نیز آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا زوجتك اقدمھم اسلاماً واکثرھم علماً میں نے تیری شادی اس سے کی جو سب سے پہلے اسلام لایا اور جو سب سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو پیر کے دن مبعوث فرمایا اور حضرت علیؑ منگل کے دن اسلام لائے اور خزیمہ بن ثابت انصاری نے اس سلسلہ میں کہا:

ما کنت احسب ھذا الامر منصرفاً
عن ھاشم ثم منھا عن ابی حسنٍ!
الیس اوّل من صلی بقبلتھم
واعرفٍ الناس بالآثار واسنن!
وآخر الناس عھدا بالنبی ومن
جبریل عوںٔ بہ فی الغسل ولکفن

(میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امر خلافت بنی ہاشم پھر ان میں سے ابوالحسن علیؑ سے دور رکھا جائے گا کیا یہ وہ شخص نہیں جس نے سب سے پہلے ان کے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور جو آثار نبویؐ اور سنن وطرق شرعی کو زیادہ جاننے والا ہے اور نبیؐ کے ساتھ آخری عہد اور وقت اس نے گزارا اور

یہ وہ ہے کہ غسل وکفن پیغمبرؐ میں جبرئیل جس کا معاون ومددگار تھا)

شیخ مفیدؒ نے یحییٰ بن عفیف سے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا میں ایک دن مکہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جوان مسجد الحرام میں داخل ہوا۔ اور اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور وہ زوال کا وقت تھا پس اس نے کعبہ کی طرف رُخ کیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس اثنا میں میں نے ایک بچہ دیکھا جو آ کر اس کی دائیں طرف نماز کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک خاتون آئی اور وہ ان کے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر وہ جوان رکوع میں گیا تو اس بچہ اور عورت نے بھی رکوع کیا۔ پھر اس جوان نے رکوع سے سر اُٹھایا اور سجدہ میں چلا گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کا اتباع کیا میں حیرت میں آ گیا اور میں نے عباس سے کہا ان تینوں افراد کا معاملہ بہت عظیم ہے۔ عباس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کون ہیں۔ یہ جوان محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے اور یہ بچہ علی ابن ابی طالبؑ میرے دوسرے بھائی کا بیٹا ہے اور خاتون خدیجہؑ بنت خویلد ہے یہ جان لو کہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ اس کا خدا آسمان وزمین کا پروردگار ہے اور اسے اس نے اس دین کا حکم دیا ہے کہ جس پر وہ عمل پیرا ہے اور خدا کی قسم ان تین افراد کے علاوہ کوئی شخص اس دین پر نہیں ہے۔

دسویں وجہ: یہ ہے کہ آپؑ افصح الفصحا تھے۔ یہ بات اتنی واضح تھی کہ معاویہ نے اس کی تصدیق کی ہے جیسا کہ اس نے کہا خدا کی قسم فصاحت وبلاغت کی راہ قریش کے لیے علی کے علاوہ کسی نے نہیں کھولی اور قانون سخن اس کے علاوہ کسی نے نہیں بتایا۔ اور بلغا نے آپؑ کے کلام کی تعریف میں کہا ہے کہ خالق کے کلام کے نیچے اور مخلوق کے کلام کے اوپر ہے اور کتاب نہج البلاغہ اس سلسلہ میں قوی ترین شاہد ہے خدا اور رسولؐ ہی حضرتؑ کی فصاحت کے انداز اور آپؑ کے کلمات کی حکمت کے وقائق کو جانتے ہیں کسی شخص نے یہ تمنا نہیں کی اور کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ وہ آپؑ کے خطب وکلمات جیسے بنائے۔ اگر بعض علماء سنت والجماعت نے خطبہ شقشقیہ کو آپؑ کے خطبوں میں شمار نہیں کیا اور اس کی نسبت سید رضی جامع نہج البلاغہ کی طرف دی ہے تو ان کی نظر میں ایک دقیق مطلب ومقصد ہے اور ورنہ اہل ادب وباخبر افراد پر ان لوگوں کے قول کی کمزوری مخفی نہیں کیونکہ علماء اخبار نے ذکر کیا ہے کہ سید رضی کی ولادت سے پہلے ہم نے یہ خطبہ گذشتہ کتب میں دیکھا ہے اور شیخ مفید کہ جن کی ولادت سید رضی سے اکیس سال پہلے ہے۔ انہوں نے یہ خطبہ کتاب ارشاد میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل نقل کے ایک گروہ نے مختلف طریقوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ خطبہ امیر المومنینؑ نے مقام رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ جب کہ میں بھی آپؑ کی خدمت میں حاضر تھا ابن ابی الحدید فصحا رعرب اور علماء ادب اس بات پر متفق ہیں کہ سید رضی اور ان کے علاوہ کوئی اور قطعاً ایسے کلمات نہیں کہہ سکتا۔

گیارھویں وجہ: آنجناب کے معجزات باہرات ہیں۔ واضح ہو کہ معجزہ یہ ہے کہ کسی فرد بشر کے ہاتھ پر ایسا کام ظاہر ہو جو حد بشر سے خارج ہو۔ اور لوگ اس کا مثل ونظیر لانے سے عاجز ہوں لیکن یہ ضروری نہیں کہ صاحب معجزہ سے ہمیشہ معجزہ

ظاہر ہوتا رہے جس وقت صاحب معجزہ نظر آئے تو اس کا معجزہ بھی ساتھ نظر آئے بلکہ صاحب معجزہ جب چیلنج کرے یا کوئی مدعی ان سے معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ دکھائے اور خارق عادت فعل کو ظاہر کرے۔ البتہ حضرت امیر المومنینؑ کے بہت سے معجزات ہمیشہ آپؑ کے ساتھ تھے اور دوست و دشمن انہیں دیکھتے تھے اور کسی میں ان کے افکار کی جرات نہ تھی وہ معجزات اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہوسکیں۔ ان میں سے ایک آپؑ کی شجاعت اور قوت ہے کہ دوست دشمن متفق ہیں آپؑ کرار غیر فرار اور غالب علی کل غالب تھے یہ بات ہر اس شخص کے لیے واضح وظاہر ہے جس نے آپؑ کی جنگیں مثلاً بدر و احد اور جمل و حنین وغیرہ دیکھی ہیں اور ہریر کی رات آپؑ نے پانچ سو سے زیادہ اور ایک قول کی بنا پر نو سو افراد کو تلوار سے قتل کیا اور ہر ضرب کے ساتھ تکبیر کہتے تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ آپؑ کی تلوار زرہ اور فولادی خود میں آتی اور آپؑ کی تلوار لوہا اور فولاد کو کاٹ کر آدمی کو قتل کرتی تھی کیا کوئی شخص ایسا کرسکتا ہے یا اپنے متعلق ایسی آرزو رکھ سکتا ہے اور حضرت امیر ان جنگوں میں اظہار فرق عادت نہیں چاہتے تھے بلکہ یہ شجاعت اور قوت آپؑ کی شخصیت کا جز تھی ابن شہر آشوب نے بہت سے واقعات آپؑ کی طاقت وقوت کے متعلق نقل کیے ہیں۔ مثلاً آپؑ نے قماط (وہ کپڑا جس میں بچے کے ہاتھ پاؤں لپیٹ کر اسے گھوارہ میں سلایا جائے) بچپن میں پھاڑ ڈالا۔ اور سانپ کی گردن مروڑ کر رکھ دی۔ آپؑ کی ماں نے آپؑ کا نام حیدر رکھا اور آپؑ کی انگلی کے نشان کوفہ کے ستون میں آپؑ کی ہتھیلی کے مشہد تکریت و موصل وغیرہ میں اور آپؑ کی تلوار کا نشان مکہ کے جبل ثور میں اور آپؑ کے نیزہ کا نشان جبال بادیہ کے ایک پہاڑ میں اور اس پتھر میں جو قلعہ خیبر کے نزدیک تھا مشہور و معروف ہیں اور آپؑ کی قوت کا واقعہ چکی کے پاٹ کو طوق بنا کر خالد بن ولید کی گردن میں ڈالنا اور خالد کو انگشت شہادت اور درمیان کی انگلی سے فشار دینا کہ جس سے وہ مرنے کے قریب ہوگیا اور بری طرح چیخا اور کپڑوں میں اس کا پائخانہ نکل گیا۔ سب کو معلوم ہے اور آپؑ کا بہت بڑے پتھر کو صفین کے راستہ میں چشمہ سے ہٹا کر چند ہاتھ کے فاصلے پر پھینکنا۔ جبکہ بہت سے لوگ اسے ہٹانے سے عاجز آ گئے تھے اور خیبر کے دروازہ کا اکھاڑنا اور مرحب کو قتل کرنا بہت زیادہ مشہور ہے اور ہم پیغمبر اکرمؐ کے حالات تاریخ میں اس کا ذکر کرچکے ہیں ان شہر آشوب نے فرمایا ہے کہ امیر المومنینؑ کے عجائب و غرائب اور معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کافی مدت اور سالہا سال خدمت رسولؐ میں جہاد کرتے رہے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں ناکثین قاسطین و مارقین سے سخت جنگیں کرتے رہے لیکن آپؑ نے کبھی شکست نہیں کھائی اور کبھی آپؑ کو بری قسم کا کوئی زخم نہیں لگا۔ اور جب بھی آپؑ نے کسی مدمقابل سے جنگ کی تو آپؑ نے اس پر کامیابی حاصل کی اور کوئی مدمقابل آپؑ کی تیغ سے بچ کر نہ جاسکا اور جس علم کے نیچے آپؑ نے جنگ کی دشمنوں کو مغلوب ذلیل کیا اور کبھی انبوہِ لشکر سے نہیں ڈرے اور ہمیشہ دشمن کی طرف دوڑ کر گئے جیسا کہ روایت ہے کہ جب آپؑ عمر و بن عبدود کے مقابلہ گئے تو چالیس ہاتھ کی چھلانگ لگائی۔ اور یہ بات عادت کے خلاف ہے اور دوسرا یہ کہ آپؑ نے عمرو کے پاؤں کاٹ ڈالے باوجود لباس اور ہتھیاروں کے جو اس نے پہن رکھے تھے اور آپؑ کا مرحب جھود کو سر سے لے کر پاؤں تک برابر کے دو ٹکڑے کرنا باوجودیکہ اس کا سارا جسم لوہے اور فولاد سے گھرا ہوا تھا۔ الخ

اور ایک آپکی فصاحت و بلاغت ہے کہ جس میں فصحاء عرب اور علماء ادب کا اتفاق ہے کہ آپؑ کا کلام مخلوق کے کلام سے بلند اور خالق کے کلام کے تحت ہے جیسا کہ اس کی طرف سابق میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔اور ایک آپؑ کا علم وحکمت ہے کہ جس کی مقدار خداوند اور رسولؐ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور جس کی تشریح نہیں ہوسکتی۔پس جو شخص معلم و مدرس کے بغیر معارج علم و حکمت میں اس عروج پر پہنچے کہ کوئی فرد اس کی تمنا نہ کرسکے تو یہ واضح معجزہ ہے اور ایک آپؑ کی سخاوت ہے کہ جو کچھ آپؑ کے ہاتھ میں آیا آپؑ نے خرچ کیا اور جناب فاطمہؑ وحسنینؑ کے ساتھ تین شب وروز، روزہ سے گزارے اور اپنا کھانا مسکین ویتیم واسیر کو دیدیا اور حالت رکوع میں قیمتی انگوٹھی دے دی تو خداوند عالم نے ان کے اور ان کے اہل بیتؑ کی شان میں سورہ ھل اتی اور آیت انما نازل کی یہ بیان کیا جاچکا ہے کہ آپؑ نے اپنے خون پسینہ کی کمائی سے ہزار غلام آزاد کیے اور ایک چیز آپ کی عبادت وزہد وتقویٰ ہے علماء ہے کہ کوئی شخص ایسی عبادت نہ کرسکا۔آپ نے ساری زندگی جو کی روٹی پر قناعت کی سرکے اور نمک کے علاوہ کسی سالن کی خواہش نہیں کی۔اس خوراک کے باوجود وہ قوت وطاقت تھی کہ جس کی طرف کچھ اشارے کیے جاچکے ہیں اور یہ بھی معجزہ ہے کیونکہ یہ چیز حد بشر سے خارج ہے اور یہ بھی اسی ذیل میں ہے کہ آپ کا عفو وعلم ورحمت وشدت ونقمت وشرف وتواضع کہ جنہیں اجتماع ضدین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یہ بھی آپ کی معجزانہ شان ہے۔جیسا کہ سید رضی اللہ عنہ، نے نہج البلاغہ کی ابتداء میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں جو شخص تامل وتدبر کرے۔آپ کے خطب وکلمات میں اور یہ ایسا شخص ہوگا جو اپنے گھر کے گوشہ میں رہتا ہوگا یا کسی پہاڑ کی چوٹی پر تنہا رہتا ہوگا۔سوائے اپنی ذات کے اس نے کسی کو دیکھا ہی نہیں اور کبھی یہ تصور نہیں کرے گا۔اور اسے یقین نہیں آئے گا۔کہ یہ کلمات اس شخص کے ہیں کہ جو شمشیر برہنہ لے کر دریائے حرب وضرب میں غوطہ زن ہوجاتا تھا۔اور اکیلا بہاروں کے سرکاٹ لاتا تھا اور زمانہ کے پہلوانوں کو خاک میں ملادیتا تھا اور ہمیشہ اس کی تلوار سے خون ٹپکتا تھا اور باوجود اس کے وہ زاہد الزاہا اور بدل الابدال تھا یہ بات حضرت کے فضائل عجیب اور خصائص لطیفہ میں سے ہے کہ آپ میں متضاد صفات جمع تھیں۔صفی علی نے امیر المومنینؑ کی مدح میں کیا خوب کہا ہے:

جمعت فی صفتك الاجدا فلهذ مرت لك الانداد زاهد حاكسم حليم شجاع فاتك فامك فقير اجواد ۔ شيمٔ ماجمعر فی بشرقط ولا حاز مثلهن العباء خلق يخجل السيم من الطف وبأس يذوب منه الجهاد۔

آپ کی صفات میں اضداد جمع ہیں اسی لیے آپ کے مدمقابل مفقود ہیں آپ زاہد واحکم، حلیم وشجاع، مجاہد وعابد، فقیر وجواد ہیں یہ ایسے خصال ہیں جو کسی بشر میں کبھی جمع نہیں ہوئے اور نہ خدا کے بندے انہیں پاسکے ہیں خلق حسن ایسا کہ جس کی اطاقت سے بانسیم شرماجائے اور قوت وطاقت ایسی کہ پتھر اس سے پگھل جائے۔خلاصہ یہ کہ آپ تمام صفات میں سوائے

اپنے پسر عم کے تمام مخلوقات سے برتر ہیں۔ اور آپ کا وجود مبارک عالم آفرینش میں ممکنات پر محیط ہے اور بزرگ ترین معجزات میں سے ہے اور کسی شخص کو اس سے انکار کی مجال نہیں بابی انت وامی یاآیۃ اللہ العظمی والنباء العظیم باقی رہے وہ معجزات جو گاہے بگاہے حضرتؑ سے ظاہر ہوئے وہ حدود شمار سے خارج ہیں اور یہ احقر بطور اجمال ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ وہ فہرست کا کام دیں۔ اہل خیر کے لیے آنحضرتؑ کے معجزات میں سے وہ معجزات ہیں جن کا تعلق جانوروں اور جنات کے منقاد و مطیع ہونے سے ہے جیسا کہ حدیث شیر واقعہ جویریابن مسھر اور آپ کا منبر کوفہ پر سانپ کے ساتھ گفتگو کرنا پرندوں بھیڑیئے اور جری مچھلی (ملی مچھلی) آپ سے کلام کرنا۔ فرات کی مچھلیوں کا آپ کو امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کرنا۔ اور کوے کا آپؑ کا جوتا اٹھانا اور اس سانپ کا گرنا۔ آذربائیجان کے شخص اور اس کے سرکش اونٹ کا واقعہ اور مرد یہودی کا واقعہ اس کے مال کا مفقود ہونا۔ اور جنات کا امیر المومنینؑ کے حکم سے اس کے مال کو لے آنا۔ اور وادی عقیق وغیرہ میں حضرتؑ کا جنات سے بیعت لینا۔ اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے کہ جس کا تعلق جمادات و نبات کے ساتھ ہے مثلاً سورج کا رسول اکرمؐ کے زمانہ میں اور آپؑ کی وفات کے بعد بابل کی سرزمین میں آنجنابؑ کے لیے واپس آنا اور بعض علماء نے سورج کے واپس آنے کے جواز میں کتاب لکھی ہے اور حضرت کیلئے کئی مقامات پر سورج کے لوٹنے کو ثابت کیا ہے اور کئی مقامات پر سورج کا آپؑ سے کلام کرنا اور زمین کا حضرتؑ کے حکم سے ساکن ہونا۔ جب کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں مدینہ میں زلزل پیدا ہوا تھا۔۔ زمین کی حرکت نہیں رکتی تھی آپؑ کے حکم سے قرار پکڑ گئی اور آپؑ کے دست حق پرست پر کنکریوں کا بولنا۔ اور آپؑ کا طی الارض کر کے مدین میں سلمانؓ کے جنازہ پر پہنچ کر ان کی تجہیز کرنا اور ابوہریرہ کو طی الارض کے ذریعہ چلا کر اس کے گھر میں پہچانا جب اس نے شکایت کی تھی کہ میں اہل وعیال واولاد کو دیکھنے کا بہت شوق رکھتا ہوں اور ایک حدیث بساط ہے کہ آپؑ نے صحابہ کی ایک جماعت کو فضا کی سیر کرائی اور انہیں اصحاب کہف کے غار میں لے گئے اور اصحاب نے اصحاب کہف پر سلام کیا تو سوائے امیر المومنینؑ کے کسی کو انہوں نے جواب نہ دیا۔ حضرتؑ سے انہوں نے گفتگو کی اور آپ کا قرض خواہ کے لیے سونا بنا اور گرنے والی دیوار کو نہ گرنے کا حکم دینا کہ جس کے نیچے آپؑ بیٹھے ہوئے تھے اور زرہ کے لوہے کا آپؑ کے ہاتھ میں نرم ہونا جیسا کہ خالد کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آنجنابؑ زرہ کے حلقوں کی اپنے ہاتھ سے اصلاح فرما رہے تھے اور مجھ سے فرمایا اے خالد خداوند عالم نے ہماری وجہ اور برکت سے جناب داؤد کے لیے ان کے ہاتھ میں لوہے کہ نرم کیا تھا اور مدینہ کے کھجور کے درختوں کا آنجنابؑ اور ان کے پسر عم رسولؐ خدا کی فضیلت کی گواہی دینا اور رسول خڈا کا فرمانا کہ اے علیؑ مدینہ کی کھجوروں کا نام صیحانی رکھو۔ چونکہ انہوں نے میری اور تمہاری فضیلت کو کو ظاہر کیا ہے اور امرود کے درخت کا آپؑ کے معجزہ سے سرسبز ہونا اور کمان کا آپؑ کے حکم سے اژدہا بن جانا اس قسم کے معجزات شمار سے باہر اور یمن کے علاقہ کے شجر و حجر کا آپؑ پر سلام کرنا۔ اور حضرتؑ کے حکم سے دریائے فرات کے پانی کا کم ہونا اس حالت میں کہ اس میں طوفان آیا ہوا تھا ایک قسم آپؑ کے معجزات شمار سے باہر ہیں۔ اور یمن کے علاقہ

کے شجر و حجر کا آپؑ پر سلام کرنا۔ اور حضرتؑ کے حکم سے دریائے فرات کے پانی کا کم ہونا اس حالت میں کہ اس میں طوفان آیا ہوا۔ تھا ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو بیماروں اور مردوں کے متعلق ہے مثلاً ہشام بن عدی ہمدانی کے کٹے ہوئے ہاتھ کا جنگ صفین میں جڑ جانا اور اس سیاہ رنگ کے شخص کا ہاتھ جڑ جاتا جو آپؑ کے موالی اور محبوں میں سے تھا۔ اور آپؑ کے حکم سے چوری کرنے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا اور بابل کے علاقہ میں بوسیدہ کھوپڑی کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا کہ جہاں مسجد بنائی گئی تھی اور اب بھی وہ جگہ مسجد روشمس کے قریب حلہ میں مشہور ہے اور تحیۃ الزائر وہدیہ میں مسجد روشمس اور جمجمہ (کھوپڑی) کی طرف شرح وبسط کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ایک واقعہ ہے حضرتؑ کا سام بن نوح کو زندہ کرنا اور اصحاب کہف کو زندہ کرنا یہ حدیث بساط میں ہے جس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا ایک دفعہ بیمار ہوئے اور حضرت امیرالمومنینؑ نے انصار کے ایک گروہ کو مسجد میں انصار کے ایک گروہ کو مسجد میں دیکھا آپؑ نے فرمایا تم چاہتے کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضری دو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں پس آپؑ نہیں آنحضرتؐ کے دروازے پر لے آئے اور اجازت لے کر مجلس رسولؐ میں حاضر کیا اور خود رسولؐ کے سرہانے آ بیٹھے اور اپنا ہاتھ پیغمبر اکرمؐ کے سینہ پر لگا کر فرمایا یا ام ملدم اخرجی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ (بخار سے حضرتؑ نے کہا نکل جاؤ) فوراً بخار رسول اکرمؐ کے جسم سے زائل ہوا اور آنحضرتؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اے فرزند ابوطالبؑ خداوند عالم نے اتنے اچھے کمالات تجھے عطا فرمائے کہ بخار تجھ سے بھاگتا ہے اور کیا خوب کہا ہے مقصورہ عبدی نے۔

من زالتِ الحمی عن الطھربہٖ
من ردت الشمس لہ بعد العشاء
من عبر الجیش عن الماء ولم
یخش علیہ بلل ولا ندیٰ

وہ شخص کہ جس نے پاکیزہ رسولؐ سے بخار دور کیا جس کے لیے سورج عشاء کے بعد پلٹ آیا جس نے پانی سے لشکر کو گزارا کہ جسے پانی سے تر ہونے کا خوف نہ رہا۔

نیز ابن شہر آشوب نے عبدالواحد بن زید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ اس نے اپنی بہن کے لیے قسم کھائی امیرالمومنینؑ کے نام کی ان کلمات کے ساتھ **لا وحقٍ المنتخب بالوصیۃ الحاکم باسویۃ العادل فی القضیۃ العالی لبیۃ زوج فاطمۃ المرضیہ ما کان کذا۔**

اس کے حق کی قسم جو وصایت پیغمبرؐ کے لیے چنا گیا جو بالسویہ حکم کرتا ہے جس کا فیصلہ عادلانہ ہوتا ہے جس کے گواہ بلند مرتبہ ہیں جو فاطمہؑ کا شوہر ہے جو خدا کے ہاں پسندیدہ تھی ایسا کام مجھ سے نہیں ہوا پس مجھے تعجب ہوا کہ یہ لڑکی اس چھوٹی سی عمر میں حضرت امیرالمومنینؑ کی ان کلمات کے ساتھ کس طرح مدح کر رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا علی کو جانتی ہے کہ جس کی تمجید

کے ساتھ مدح کروہی سے کہنے لگی میں کس طرح اس شخص کونہیں جانتی کہ جنگ صفین میں جس کی نصرت میں میراباپ شہید ہوااور جب ہم یتیم ہوگئے تو حضرتؑ ایک دن ہمارے گھر تشریف لائے اور میری اس بہن کو جو یہاں موجود ہے وہ آپؑ کی خدمت میں لے آئی۔جبکہ چیچک کے مرض نے مجھے نابینا کردیا تھا۔جب آپؑ کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک آہ کھینچی اور یہ دواشعار پڑھے:

ماان تاوهت من شي رزئت بہ

كماتاوهت للاطفالِ في اصغيرِ

قدمات الدهم من كان يكفلهم

في النائبات وفي الفسارِ والحضر

''میں کسی مصیبت میں اتنی آہ وزری نہیں کرتا۔جتنی ان چھوٹے بچوں کے لیے آہ وزاری کرتا ہوں کہ جن کا باپ مرجائے جوان کی شدائدسفر وحضر میں کفالت کرتا تھا۔پھر آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے چہرہ میں پھیرااسی وقت آپؑ کے دست معجزہ نما کی برکت سے میری آنکھیں بینا ہوگئیں چنانچہ تاریک رات میں بھٹکنے والے اونٹ کومسافت دور سے دیکھ لیتی ہوں۔''

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی ان دشمنوں کو عذاب کرنا اور ہلاک کرنا ہے جو آپؑ کی دشمنی اور خصومت پر قائم تھے مثلاً اس شخص کو جو آپؑ کوسب وشتم کرتا تھا۔اونٹ کے پاؤں کے نیچے ہلاک کرنا اور عبیداللہ محدث کا اندھا ہوجانا جو آپؑ کی فضیلت کا منکر تھا۔اور خطیب ومشقی کا کتے کی شکل میں ہوجانا اور ایک دوسرے شخص خنزیر کی شکل میں ہوجانا اور ایک شخص کے چہرہ کا سیاہ ہوجانا اور دریا سے ایک گائے کا باہر آنا اور اوسط میں بدگوخطیب کوقتل کرنا اور ایک بدکلامی کرنے والے کا نیند میں گلا دبانا۔اور ایک بدکلام کوسلس البول کا مرض ہوجانا۔اور بہت سے لوگوں کا عالم خواب میں ہلاک ہونا جو آپؑ کی شان میں ناسزا کہتے تھے۔ مثلاً احمد بن حمدون موصلی اور ذبح ہونا محمد بن عباد بصادی کے ہمسائے کا اور ان کے علاوہ اورلوگ کہ جنہوں نے عذاب الٰہی کا مزہ دنیا میں چکھا ہے چونکہ وہ حضرت کوسب وشتم کرتے تھے اور اس شخص کا اندھا ہوجانا جو آپؑ کی تکذیب کرتا تھا۔اور حارث بن نعمان فہری کا معذب ہونا جس نے جناب امیرؑ کے مولا ہونے سے سرتابی کی تھی اور اس سے بہت کراہت کا اظہار کیا تھا۔اور احقر نے اس کا واقعہ ثعلبی اور دوسرے آئمہ اہل سنت سے فیض قدیر میں نقل کیا ہے اور ابن تیمیہ حرانی نے جواعتراضات اس حدیث شریف پر کیے ہیں انہیں مبتور اور اس کے خرافات کو ہباء منثور قرار دیا ہے۔

ایک قسم آپؑ کے معجزات کی وہ ہے جو آپؑ کی شہادت کے بعد اور ان میں سے کچھ آپؑ کی قبر شریف سے ظاہر ہوئے ہیں اور ایک قسم آپؑ کے معجزات کی اخبار غیب کی خبر دینا ہے کہ اس کے بعد ان میں سے بعض کی طرف انشاءاللہ اشارہ ہوگا۔خلاصہ یہ ہے کہ آپؑ کے معجزات واضح اور روشن ہیں کہ جن کا کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا۔ یااباالحسن یاامیر المومنین میرے ماں باپ آپؑ پرقربان ہوجائیں آپؑ وہ ہیں کہ آپؑ کے دشمنوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ آ کے فضائل کے نور کو

خاموش کر دیا اور آپؑ کے دوستوں میں ذکر مناقب کی طاقت نہیں تھی اور وہ خوف اور تقیہ کی وجہ سے آپ کے فضائل کے نور کو خاموش کر دیں اور آپؑ کے دوستوں میں ذکر مناقب کی طاقت نہیں تھی اور وہ خوف اور تقیہ کی وجہ سے آپ کے فضائل چھپاتے تھے باوجود اس کے فضائل ومناقب لوگوں کے لیے اتنے ظاہر ہوئے ہیں کہ مشرق ومغرب عالم کو گھیر لیا ہے اور دوست ودشمن آپؑ کے مناقب کے بیان کرنے میں رطب اللسان ہیں۔

شهد الانام بفضله حتیٰ العدیٰ

والفضل ما شهدتْ به الاعداءُ

لوگوں نے آپ کے فضل کی گواہی دی دشمنوں تک نے اور فضیلت وہ ہے کہ جس کی گواہی دشمن بھی دے۔''

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے ایک عرب عورت مسجد کوفہ میں کہہ رہی تھی اے وہ جو شخص آسمانوں زمینوں اور دنیا وآخرت میں مشہور ومعروف ہے سلاطین جور اور جابرہ زمانہ نے کمر ہمت باندھ رکھی ہے کہ وہ تیرے نور کو خاموش کریں لیکن خدا نہیں چاہتا اور اس نے اس کی روشنی زیادہ کر دی ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس سے تیری مراد کون شخص ہے کہنے لگی۔ امیر المومنینؑ یہ کہ نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور روایات مستفیضہ کے ساتھ شعبی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ہمیشہ سنتا تھا کہ بنی امیہ کے خطیب منبروں پر امیر المومنینؑ کو سب وشتم کرتے اور حضرتؑ کے متعلق بدکلامی کرتے تھے باوجود اس کے گویا کوئی آپؑ کا بازو پکڑ کر آپؑ کو آسمان پر لے جاتا اور آپؑ کی رفعت ومرتبت کو ظاہر کرتا اور یہ بھی میں نے سنا کہ وہ ہمیشہ اپنے اسلاف وگذشتگان کے مناقب بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مراد شئے لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں یعنی جتنی مدح اور خوبی اپنے بڑوں کی بیان کرتے اس سے بدبو وعفونت زیادہ ظاہر ہوتی اور یہ بھی خرقِ عادت اور روشن معجزہ ہے ورنہ اس حالت میں تو آپؑ کی کوئی فضیلت ظاہر نہ ہوتی اور آپ کا نور بجھ جاتا بلکہ مناقب کے بجائے گھڑے ہوئے ہوئے معائب ومثالب منتشر ہوتے نہ یہ کہ آپؑ کے فضائل ومناقب مشرق ومغرب عالم کو پر کر دیتے اور دوست ودشمن مجبوراً آپؑ کی دشمن مجبوراً کی مدح کرتے۔ یریدون لیطفؤا نور الله بأفواههم ویأبی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکافرون۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے نور خدا کو خاموش کر دیں۔ خدا نے انکار کیا تاکہ اپنے نور کو مکمل وتمام کرے اگرچہ کافر برا مناتے رہیں اور دشمن اسی طرح کی کوشش کرتے رہے کہ بیخ سے اکھاڑ پھینکیں اور ان کا نام ونشان باقی نہ رہنے دیں کتنے علومین کو انہوں نے شہد کیا اور قسم قسم کی سختیوں سے انہیں تکلیف دی بعض کو تیغ وشمشیر سے، بعض کو بھوک اور پیاس کی حالت میں قتل کیا اور کچھ زندہ ستونوں، دیواروں اور بنیادوں کے نیچے چن دیئے گئے اور بہت سوں کو قید وبند میں رکھا اور جو تھوڑے سے ان کے ہاتھ سے بچ نکلے وہ جان کے خوف سے اپنے شہروں سے دُور چلے گئے اور بیابانوں میں منتشر ہو گئے اور لوگوں نے بھی اپنی جان کے خوف اور جابر بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان سے دوری اختیار کی۔ باوجود اس کے الحمد اللہ وہ ہر جگہ اتنے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں

کیا جا سکتا اور اولادِ انبیاء اولیا بلکہ تمام لوگوں کی اولاد سے زیادہ ہیں اور یہ چیزیں بھی خرق عادت اور معجزہ واضح ہے۔

بارھویں وجہ: حضرتؑ کا غیب کی خبریں بتانا اور وہ خبریں اس سے زیادہ ہیں کہ شمار ہو سکیں اور یہ احقر ان میں سے چند کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(پہلی خبر) کئی دفعہ یکے بعد دیگرے خبر دی کہ ابن ملجم میرے سر کو تلوار سے دو نیم کرے گا اور سر کے خون سے میری ڈاڑھی خضاب ہوگی۔

(دوسری خبر) آپ نے خبر دی کہ امام حسنؑ کی شہادت زہر سے ہوگی اور متعدد بار آپؑ نے اپنے فرزند امام حسینؑ کی خبر دی اور جب آپؑ کربلا سے گزر رہے تھے تو مردوں کی قتل گاہ، عورتوں کی خیمہ گاہ اور اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ بتائی اور براء بن عازب سے فرمایا کہ تو حسینؑ کی شہادت کے زمانہ میں ہوگا۔ لیکن ان کی نصرت نہیں کرے گا۔ اور آپؑ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور یوسف بن عمرو کی حکومت اور ان کے خون خرابہ کرنے کی خبر دی اور آپؑ نے خوارج نہروان کے نہر کو عبور نہ کرنے اور قتل ہونے اور ذوالثد یہ جو خوارج کا سرکردہ تھا اس کے قتل ہونے کی خبر دی اور اپنے اصحاب میں سے ایک گروہ کے انجام کار اور ہر ایک کے قتل کی کیفیت بتائی۔ جیسا کہ آپؑ نے جویریہ بن مسہر اور رشید ہجری کے ہاتھ پاؤں کاٹے جانے اور ان کے سولی پر چڑھنے کی خبر دی۔ اور میثم تمار کی شہادت کی کیفیت اور یہ کہ فلاں کھجور کے درخت پر سولی دی جائے گی۔ اور وہ سولی عروبن حریث کے گھر کے نزدیک ہوگی۔ اور قنبر و کمیل و حجر بن عدی وغیرہ کی شہادت کی خبر دی۔ اور ناکثین وقاسطین ومارقین سے جنگ کرنے اور طلحہ و زبیر کے دلی ارادہ کی خبر دی۔ جب وہ آپؑ کی بیعت توڑنے اور آپؑ سے جنگ کی تیاری کے لیے مکہ کی طرف جانا چاہتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم عمرہ کرنے جاتے ہیں اور آپؑ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اس کے بعد طلحہ و زبیر کے لشکر کثیر کے ساتھ ملاقات ہوگی اور جب سلمان نے مدائن میں وفات پائی۔ تو آپؑ نے ان کی وفات کی خبر دی اور بنی امیہ و بنی عباس کی خلافت و حکومت اور بعض خلفاء بنی عباس کے زیادہ مشہور خصائل وخصائص بتائے مثلاً سفاح کی رافت و نرمی منصور کی خونریزی اور ہارون رشید کی سلطنت کی وسعت اور مامون کی دانائی اور متوکل کے بغض وعناد کی زیادتی اور اس کے بیٹے کا اسے قتل کرنا اور معتمد و تکلیف وسختی اور معتضد کا علومین سے اچھا سلوک اور مقتدر کا قتل ہونا اور ان کے تین بیٹوں راضی، متقی ومطیع کا خلافت پر تسلط اور اس کے علاوہ اور چیزیں جو اہل تاریخ وسیر سے مخفی نہیں اور یہ خبریں اس خطبہ میں ہیں جو آپؑ نے ارشاد فرمایا تھا۔

ویل ھذہِ الامۃ من رجالھم الشجرۃ الملونۃ التی ذکرھا ربکم تعالیٰ

ادلھم خضرٌ وآخرُ ھم ھزما ثم یلی بعد ھم اص ھذہِ الامۃ رجالٌ

اولھم ارافھم وثانیھم افتکھم وخامسھم کبسھم وسابعھم

اعلمهم وعا شرهم ا كفرهم يقتلهٔ اخضصهم به وخامس عشرهم كثير الغناء قليل الفناء سادس عشرهم اقضاهم للدهم واوصلهم للرحم كانى ارى ثامن عشرهم تفحص رجلاه فى رمه بعد ان ياخذهٔ جنده بكظمه من ولده ثلاث رجالٍ سيرتهم سيرة انضلالِ......

ہلاکت ہے اس امت کے لیے ان مردوں سے جو کہ شجرہ ملعونہ ہیں کہ جس کا ذکر تمہارے رب نے کیا ہے۔ پہلا ان کا سبز قبہ والا ہوگا۔ اور آخری شکست خوردہ پھر اس امت کے حاکم وہ لوگ ہوں گے جن کا پہلا زیادہ نرم مزاج دوسرا خونریز کرنے والا پانچواں ان کا مینڈھا ہوگا۔ ساتواں زیادہ صاحب علم دسواں زیادہ کافر جس کو ان میں سے جو اس کا زیادہ قریبی ہوگا قتل کرے گا۔ پندرھواں سختی میں زیادہ ہوگا۔ کم بے نیازی والا ہوگا۔ سولھواں وعدوں کو پورا کرنے والا۔ اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا گویا میں ان کے اٹھارویں کو دیکھ رہا ہوں کہ جو اپنے خون میں ایڑیاں رگڑ رہا ہے بعد اس کے کہ اس کا لشکر اس کا گلا گھونٹ دیگا۔ اس کی اولاد میں سے تین اشخاص ہوں گے جن کی سیرت گمراہوں جیسی ہوگی......

آخر خطبہ تک کہ جس میں آپ نے معتصم کے بغداد میں قتل ہونے کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں لكانى اراه على جسر الزداء قتيلا ذالك بما قدمت يداك وان الله ليس بظلامٍ للعبيدِ گویا میں زوراء (بغداد) کے پل پر اسے مقتول دیکھ رہا ہوں یہ تیرے ہاتھوں کا کیا ہوا ہے اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور آپؑ نے کوفہ میں فتنوں کے واقع ہونے اور ظالم سرکردوں (جنھوں نے کوفہ میں ظلم وستم کے جھنڈے گاڑے ہیں) کے قتل ہونے یا مصیبتوں میں مبتلا ہونے کو بیان فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے گویا تجھے اے کوفہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو اس طرح بڑھ رہا ہے جیسے بازار عکاظ کا چمڑا بڑھتا ہے اور خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کوئی جبار تیرے متعلق برا ارادہ نہیں کرے گا۔ مگر یہ کہ خدا اسے قتل کردے گا۔ یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؑ نے خبر دی تھی۔ اور زیاد بن ابیہٗ یوسف بن عمر و حجاج ثقفی اور اس قسم کے دوسرے لوگ جنھوں نے کوفہ میں ظلم وستم کی بنیاد رکھی ان کا مبتلا ہونا ہلاک ہونا اور بدترین حالت میں مرنا اپنی جگہ پر شرح وبسط سے مذکور ہے اور آپؑ نے لوگوں کو خبر دی کہ معاویہ تمہیں سب وشتم کرنے کی پیش کش کرے گا اور آپؑ نے ابن عباس کو ذی وقار میں بتایا کہ کوفہ کی طرف سے آپؑ کی بیعت کے لیے ایک لشکر آئے گا۔ جس کی تعداد ایک ہزار ہوگی نہ اس سے کم اور نہ زیادہ اور جو واقعات بصرہ میں ہونے والے تھے اور صاحب زنج کے متعلق آپؑ نے ان کلمات میں خبر دی جو احنف بن قیس سے فرمائے۔ جو ہم اولاد امام زین العابدینؑ کی فصل میں اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ اور ہلاکو خاں کے لشکر اور ان کے فتنوں کی خبر دی اور جو خطبہ جنگِ جمل کے موقعہ پر بصرہ میں دیا۔ اس میں اہلِ بصرہ کے زنگیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کی خبر دی اور دجال وحوادث زمانہ بیان کیے اور بصرہ کے غرق ہونے کی خبر دی جیسا کہ فرمایا خدا کی قسم تمہارا شہر ضرور غرق ہوگا۔ گویا تمہاری مسجد کو دیکھ رہا ہوں

مثل پرندے کے سینہ کے دریا کی لہر پر اور بغداد شہر کے آباد ہونے کی خبر دی اور آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کے انجام کی خبر دی اور اس کے متعلق فرمایا کہ وہ چھپا ہوا سوسمار ہے ایسے کام کا ارادہ کرتا ہے جسے پا نہیں سکتا دین کے جال دنیا کے شکار کے لیے بچھاتا ہے اور وہ قریش میں سے سولی پر چڑھے گا۔ اور آپؑ نے خبر دی ہے کہ سادات بنی ہاشم مثلاً ناصر وداعی وغیرہ خروج کریں گے اور فرمایا کہ طالقان میں آلِ محمدؐ کا ایک خزانہ ہے عنقریب خدا اسے ظاہر کرے گا۔ جب وہ چاہے گا وہ اللہ کی طرف بلانے والے ہیں یہاں تک کہ وہ مدینہ میں شہید ہونے کی خبر دی اپنے اس قول میں کہ وہ احجار زیت میں قتل ہوگا۔ اور اسی طرح محمدؐ کے بھائی ابراہیم کی شہادت کی زمین باخمرا میں جو کہ وسط وکوفہ کے درمیان ہے خبر دی فرمایا ابراہیم قتل ہوگا بعد اس کے کہ وہ کامیاب ہو جائے گا اور غلوب ہوگا۔ بعد اس کے کہ غالب آئے گا۔ اور اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک تیر لگے گا جس کے مارنے والے کا پتہ نہیں چلے گا جس سے وہ وفات پائے گا پس ہلاکت ہے مارنے والے کے لیے اس کے ہاتھ شل ہوں اور بازو کمزور ہو جائیں اور مقتولین فخ اور مغرب میں سلاطین علویہ اور سلاطین اسماعیلیہ کے متعلق خبر دی مثلاً آپؑ نے فرمایا پھر صاحب قیروان ظاہر ہوگا۔ جوذی البداء کی اولاد ہے جو رواء سے لپٹا ہوا ہے اور آلِ بویہ کے بادشاہوں کے متعلق فرمایا اور دیلمان میں سے صیاد کے بیٹے خروج کریں گے اور ان کے متعلق فرمایا پھر ان کا معاملہ بڑھے گا یہاں تک کہ وہ بغداد پر قابض ہو جائیں گے اور خلفاء کو معزول کر دیں گے اور خلفاء بنی عباس کی خبر دی اور علی بن عبداللہ بن عباس کو جو عباسیوں کا جدِ اعلیٰ تھا ابوالاملاک فرمایا۔ اور جنگ صفین میں آپؑ کے اور معاویہ کے درمیان جو ارسال رُسل ورسائل ہوا تو ایک خط میں بہت سی غیب کی خبریں دیں۔ اس خط کے آخر میں معاویہ کو خطاب کر کے فرمایا، رسول خداؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ میری ڈاڑھی کے بال سر کے خون سے خضاب ہوں گے اور میں شہید ہوں گا۔ اور تو میرے بعد امت پر حکومت کرے گا اور میرے بیٹے حسنؑ کو تو زہر سے شہید کرے گا۔ اور تیرے بعد تیرے بعد تیرا بیٹا یزید زانیہ عورت کے بیٹے ابن زیاد کی مدد سے میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور بارہ آدمی آئمہ ضلالت اولار ابوالعاص اور مروان بن الحکم تیرے بعد امت کے بادشاہ ہوں گے جیسا کہ رسولؐ خدا کو خواب دکھایا گیا تھا اور آپؐ نے انہیں بندروں کی شکل میں اپنے منبر پر کودتے پھدکتے دیکھا اور وہ امت کو شریعت سے گمراہ کر دیں گے۔ پھر فرمایا اس وقت ایک گروہ جن کے جھنڈے اور علم سیاہ ہوں گے کہ جن سے مراد بنی عباس ہیں خلافت وحکومت ان سے چھین لیں گے اور ان میں سے جس شخص کو پائیں گے ہلاک کر دیں گے حد درجے کی ذلت وخواری سے انہیں قتل کریں گے۔ پھر آپؑ نے بہت سی غیبت کی خبریں بیان کیں دجال کا معاملہ اور کچھ علامات ظہور قائم آل محمدؐ کے اور خط میں فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ خط تیرے لیے تو نفع مند در مفید نہیں اور اس سے تیرے حصہ میں کچھ نہیں سوائے اس کے کہ تو اپنی اور اپنے بیٹے کی حکومت پر خوش ہوگا۔ لیکن جو چیز اس کے لکھنے کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کاتب کو کہا کہ اس خط کی ایک نقل بنا لے کہ شاید شیعہ اور میرے اصحاب اس سے نفع حاصل کریں یا جو لوگ تیرے پاس ہیں ان میں سے کوئی اس خط کو پڑھے اور اپنی گمراہی کو چھوڑ دے اور ہدایت کا راستہ اختیار کرا اور یہ کہ یہ میری طرف سے تجھ پر حجت ودلیل بھی ہو۔

مولف کہتا ہے کہ ان اخبار غیب میں سے اکثر کی تشریح اس کتاب میں اس کے تتمہ میں ہر ایک اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

تیرھویں وجہ۔آپؑ کی دعاؤں کا قبول ہونا۔جیسا کہ بہت سے طرق معتبرہ سے ثابت ہے۔آپؑ نے بسر بن ارطاق کونفرین کی کہ اس کی عقل خراب ہوجائے۔اور یہ دعا قبول ہوئی اور آپؑ کا بددعا کرنا اس شخص کے لیے جو جاسوسی کرتا تھا۔اور آپؑ کی باتیں معاویہ تک پہنچاتا تھا پس وہ اندھا ہوگیا او آپؑ نے طلحہ وزبیر کو بددعا دی کہ وہ ذلت وخواری سے قتل ہوں اور مارے جائیں اور آپؑ کی دعا ان کے متعلق قبول ہوئی۔زبیر کو عمرو بن جرموز نے سوتے میں ضرب شمشیر سے قتل کیا اور اس کا جسم زمین میں دفن کردیا اور طلحہ کو مروان بن حکم نے تیر مارا جس سے اس کی رگ اکحل کھل گئی اور بیابان میں سخت دھوپ کے عالم میں مسلسل اس کا خون بہتا رہا۔یہاں تک کہ وہ مرگیا اور خود طلحہ نے کہا کہ کسی قریشی کا خون میری طرح ضائع نہیں ہوا۔روایات اہل سنت میں ہے۔کہ امیر المومنینؑ نے حدیث غدیر پر صحابہ کے ایک گروہ سے گواہی طلب کی سب نے گواہی دی کہ ہم نے رسولؐ خدا کو غدیر خم میں یہ کہتے سنا تھا۔**من کنت مولا فعلی مولا** مگر چند افراد نے اس گواہی کو چھپایا اور اسے مخفی رکھا تو آپؑ نے ان کے حق میں بدعا کی اور آپؑ کی بدعا سے انہیں سزا ملی یعنی بعض اندھے ہوگئے اور بعض برص کی بیماری میں مبتلا ہوگئے اورانہوں نے عذاب الٰہی کی تلخی دنیا میں چکھ لی مثلاً انس بن مالک، زید ابن ارقم عبدالرحمن بن مدلج اور یزید بن ودیعہ جیسا کہ اسدالغابہ اور تاریخ ابن کثیر انسان العیون حلبی مناقب ابن مغازلی اور شواہد النبوۃ جامی۔انساب الاشراف بلاذری حلیہ ابونعیم اصفہانی اور دوسری کتب میں شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے اور میں ان کی عبارتیں فیض الدیر میں نقل کی ہیں اور ابن روزبہان کے اس قول کو کہ یہ روایات شیعوں نے گھڑی ہیں باطل کیا ہے۔

چودھویں وجہ: آنحضرتؐ کا نصرت رسولِ خداؐ کی فضیلت سے مخصوص ہونا جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے **فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین** علیہ السلام بے شک خدا جبرئیل اور صالح مومنین رسولؐ کے ناصر ومددگار ہیں۔یہاں مولا کا معنی ناصر ہے اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہاں صالح المومنین سے مراد امیر المومنینؑ ہیں اور نیز آپؑ برادرِ رسولؐ ہونے کے ساتھ مخصوص تھے اور آپؑ کا دوش رسالتؐ پر پاؤں رکھنا اور بتوں کو توڑنا اور فضیلت حدیث طائر وحدیث منزلت وحدیث رایت وخبر غدیر وغیرہ سے مخصوص تھے کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

غیر علی کس نکرو خدمت احمد
غم خور موسیٰ نباشد الا ہردن
کرد جہانے زتیغ زندہ بمعنیٰ!
ازدم تیغش اگرچہ ریخت ہمی خون
صورت انسان وصفات خدائی

سبحان الله ازایں مرکب معجون
مباحث جاهش بعقل پی نتواں برد
عبتواں باموزه درگزشت زجیجون
سوئے شریعت گرآئی ومہر علی جوئی
ازبن دندان اگرنہ قلبی دواروں

خلاصہ یہ کہ کمالات نفسی وبدنی وخارجی میں آپؑ تمام لوگوں سے ممتاز تھے کیونکہ آپؑ کے کمالات نفسی مثلاً علم وحلم زہد وشجاعت وحسن خلق وعفت وغیرہ اس درجہ پر تھے کہ جس کا عشر عشیر بھی کسی میں نہ تھا۔ اور آپؑ کے دشمنوں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ آپؑ کی جوانمردی اور ایثار اس درجہ کا تھا کہ بستر رسولؐ پر سو گئے اور کفار قریش کی ننگی تلواریں رسولؐ کے عوض اپنی جان کے لیے خرید لیں اور جنگ احد میں آپؑ کی مردانگی و جوانمردی اتنی ظاہر ہوئی کہ ملاء اعلیٰ سے ندا بلند ہوئی کہ لاسیف الا ذوالفقار والفتی الاعلیٰ ۔ اور آپؑ کے کمالات بدنی کو سب جانتے ہیں کہ کوئی شخص آپؑ کا ہم پلہ نہیں تھا اور آپؑ کی قوت وطاقت دنیا میں ضرب المثل تھی اور کوئی آپؑ کے برابر نہ تھا۔ اس پر اتفاق ہے کہ آپؑ نے خیبر کا دروازہ اپنے دستِ معجز نما سے اکھاڑا کہ جسے ایک جماعت حرکت بھی نہ دے سکی۔ اور ایک بہت بڑے پتھر کو کہ پورا لشکر جس کے سرکانے سے عاجز تھا کنویں کے منہ سے ہٹایا۔ آپؑ کی شجاعت نے گذشتہ لوگوں کی بہادری بھلا دی اور آنے والوں کے نام لوگوں کی زبان پر نہ رہنے دیئے آپؑ کے کمالات جنگوں میں مشہور ہیں اور آپؑ کی لڑائیاں قیامت تک معروف و مذکور ہیں۔ آپؑ وہ بہادر ہیں جو کبھی نہیں بھاگے اور کسی لشکر سے نہیں ڈرتے اور کبھی کوئی دشمن آپؑ کے سامنے نہیں آیا جو بچ کر نکلا ہو مگر یہ کہ ایمان لے آیا۔ اور کبھی آپؑ نے ضرب نہیں لگائی کہ دوسری ضرب کی ضرورت پڑے۔ اور جس بہادر کو آپؑ قتل کرتے اس کی قوم فخر کرتی کہ اسے امیر المومنینؑ نے قتل کیا ہے اسی لیے تو عمرو بن عبدود کی بہن نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے میں یگانہ رزگار ہے اور کرامت میں ممتاز ہے لہٰذا اس کے مقتول کے لیے کوئی عار و ننگ نہیں جو بہادر کچھ دیر آپؑ کے مقابلہ میں ٹھہر جاتا تو ہمیشہ اس پر فخر کرتا اور اپنی قوت قلب او دلیری کا نغمہ گنگناتا۔ بلاد کفار کے بادشاہ آپؑ کی تصویر اپنی عبادت گاہوں میں نقش کرتے۔ ترک وآل بویہ کے بعض بادشاہ تبرکاً و تیمناً آپ کی تصویر اپنی تلوروں پر دشمن پر ظفر دکامیابی حاصل کرنے کے لیے کندہ کراتے اور اپنے پاس رکھتے تھے۔ یہ تھی آپؑ کی قوت وطاقت۔ حالانکہ آپؑ جو کی روٹی کھاتے اور کم غذا تناول فرماتے آپؑ کا لباس سب سے کھردارا ہوتا۔ ہمیشہ صائم وقائم رہتے باقی رہے آپؑ کے کمالات خارجی تو ان میں سے ایک آپؑ کا نسب ہے کہ آپؑ کے والد ابو طالبؑ سید بطحا وسردار قریش اور رئیس مکہ معظمہ تھے۔ اور حفاظت رسولؐ کی انہوں نے ذمہ داری اٹھائی اور آنحضرتؐ کے بچپن سے لے کر اپنی آخر عمر تک مشرکین و کفار سے آپؐ کی حفاظت کرتے رہے اور جب تک ابو طالبؑ زندہ رہے رسول خداؐ کی ہجرت اور مسافرت اختیار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اور جب ابو طالبؑ فوت ہو گئے تو آپؐ بے یار و مددگار

ہو گئے اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور امیر المومنینؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھیں کہ جنہیں رسولؐ خدا نے اپنی چادر میں کفن دیا۔ آپؑ کے چچازاد بھائی سید الاولین والآخرین محمد بن عبداللہ خاتم النبین تھے اور بھائی جعفر طیار ذوالجناحین تھے اور چچا حمزہ سید الشہداء سلام اللہ علیہم اجمعین تھے خلاصہ یہ کہ آپؑ کے اباء وجداد رسول خدا کے اباوجداد تھے اور آپؑ کی والدہ اور دادیاں بہترین مخلوق کی مائیں اور دادیاں تھیں آپ کا گوشت وخون آنحضرتؐ کے گوشت وخون سے ملا ہوا اور آپؑ کی روح کا نور آنحضرتؐ کے نور سے از آدم تا صلب عبدالمطلب متصل تھا اور عبدالمطلبؑ کے صلب کے بعد صلب عبداللہؑ او بوطالبؑ میں دوجدا ہو گئے اور عالم کے سردار پیدا ہوئے پہلا منذر اور دوسرا ہادی آپؑ کے کمالات خارجیہ میں سے مصاھرت (دامادی) رسولؐ خدا ہے کہ رسول خدا نے جناب فاطمہؑ سے ان کی شادی کی جو اشرافِ دختران اور عالمین کی عورتوں کی سردار تھیں اور رسول خدا ان مخدرہ سے اتنی محبت فرماتے کہ ان کے آنے پر تواضع کرتے اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاتے اور ان کی پیشانی کے بوسے لیتے اور خوشبو سونگھتے اور یہ معلوم ہے کہ پیغمبرؐ کی محبت فاطمہؑ سے صرف اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ آپؐ کی بیٹی تھیں۔ بلکہ ان کی زیادہ شرافت اور خدا کے نزدیک محبوبیت کی وجہ سے تھی۔

ایں محبت از مجتہا جدا است

حب محبوب خدا حب خدا است

اور بار بار رسولؐ خدا فرماتے تھے فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ اس کو اذیت دینا مجھے اذیت دینا ہے اس کی رضا میری رضا اور اس کا غضب میرا غضب ہے اور ایک خارجی کمالات میں سے آپؑ کی اولاد کرام ہے اور جیسا شرف اولاد کے لحاظ سے آپ کو حاصل ہوا کسی کو ایسا نہیں ملا کیونکہ حسنؑ وحسینؑ جو دونوں آپؑ کے فرزند ہیں دونوں امام اور جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ان دونوں سے جو رسولؐ اللہ کی محبت تھی وہ کسی پر مخفی نہیں اور باقی اولاد آپ کی جناب عباس جناب محمد جناب زینب وحضرت ام کلثوم اور دوسری اولاد ہے کہ جلالت ومرتبہ ان کا بیان سے باہر ہے امام حسنؑ وحسینؑ میں سے ہر ایک کی اولاد انتہائے شرف بزرگی کو پہنچی امام حسن علیہ السلام سے قاسم عبداللہ۔ حسن مثنیٰ ومثلث وعبداللہ محض ونفس زکیہ وابراہیم قتیل باخمری علی عابد حسین بن علی بن حسن مقتول فخ ادریس بن عبداللہ۔ عبدالعظیم سادات بطحائی وشجری وگلستان وآلِ طاؤس واسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی علیہما السلام جو طباطبا کے لقب سے ملقب تھے اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوار رضوان اللہ علیہم اجمعین کہ جن کے نام امام حسن علیہ السلام کی اولاد کے باب میں آئیں گے اور امام حسینؑ سے تو آئمہ جیسی بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں مثلاً امام زین العابدینؑ حضرت باقر العلومؑ جناب امام جعفر صادقؑ حضرت امام موسیٰ کاظم، جناب امام رضاؑ، حضرت محمد جوادؑ، جناب علی ہادی وحضرت حسن عسکریؑ اور حضت حجۃ ابن الحسن مولانا صاحب امام العصر والزمان صلوٰۃ اللہ وسلامنہ علیھم اجمعین الحمد اللہ الذی جعلنا من المتمسکین بولایۃ امیر المومنین الایمتہ علھیم السلام۔

مواھب اللہ عندی جاوزت املی

ولیس	یبلغھا	قولی	ولا عملی
لکن	اشرفھا	عندی	افضلھا
ولایتی	الامیر	المومنین	علی
یارب	فاحشرنی	فی	الاخرة
مع	النبی		والعترةالطاھرةِ

مترجم کہتا ہے اس کے بعد

مولف نے جناب ملا محمد طاہر (کہ جن کی قبر شیخان کبیر قم میں ہے جناب زکریا بن آدم قمی کے پاس) کا حضرت امیر المومنینؑ کی مدح میں فارسی قصیدہ ذکر کیا ہے کہ جس میں آپؑ کے بہت سے فضائل بیان کیے ہیں ہم اصل اور اس کا ترجمہ ذکر نہیں کر رہے۔

تیسری فصل

شہادت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

ابن ملجم لعین کا آپؑ کے فرق مبارک پر ضربت لگانا:

علماء شیعہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ انیسویں ماہ مبارک رمضان کی رات ۴۰ھ بوقت طلوع صبح صادق حضرت سید اولیاءعلی المرتضیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ نے شقی ترین امت ابن ملجم مرداوی لعین کے ہاتھ سے ضرب کھائی۔اور جب اس مہینہ کی اکیسویں رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو آپؑ کی روح مقدس نے ریاض جنان کی طرف پرواز کی اور آپؑ کی عمر مبارک اس وقت تریسٹھ سال تھی آپ دس سال کے تھے جب حضورؐ مبعوث برسالت ہوئے اور آپؑ ان پر ایمان لائے اور بعثت کے بعد تیرہ سال آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ میں رہے۔اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ دس سال مدینہ میں رہے پھر حضرت رسولؐ کی وفات کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور اس کے بعد تیس سال زندہ رہے۔دو سال چار مہینے ابوبکر کی خلافت کے گیارہ سال عمر کی خلافت کے اور بارہ سال عثمان کے اور آپؑ کی ظاہری خلافت پانچ سال کے قریب قریب ہے اور اس مدت کا اکثر حصہ منافقین کے ساتھ قتال و اجدال میں گزرا۔رسول خداؐ کے بعد آپؑ ہمیشہ مظلوم رہے اور اپنی مظلومیت کا اظہار فرماتے تھے لوگوں کے نفاق سے دل تنگ ہو جاتے اور خدا سے موت مانگتے،بار بار ابن ملجم کے ہاتھ سے اپنی شہادت کی خبر دیتے کبھی فرماتے کہ بدبخت ترین امت کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ میری ڈاڑھی کو میرے خون سے تر کرے اور اس ماہ رمضان میں کہ جس میں آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔آپؑ نے برسر منبر اپنے اصحاب سے فرمایا اس سال تم لوگ تو حج پر جاؤ گے۔لیکن میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔اور اس ماہ میں ایک رات امام حسنؑ کے گھر ایک رات امام حسینؑ کے گھر اور ایک رات جناب زینبؑ اپنی بیٹی کے ہاں جو عبداللہ بن جعفر کے گھر تھیں افطار کرتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے جب اس کے متعلق سوال کیا جاتا تو فرماتے کہ امر الٰہی قریب ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا کی ملاقات اس حالت میں کروں کہ میرا پیٹ کھانے سے پر نہ ہو۔بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ایک دن برسر منبر اپنے بیٹے امام حسنؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابو محمد اس ماہ رمضان کے کتنے دن باقی رہ گئے ہیں۔عرض کیا سترہ دن پس آپؑ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھر کر فرمایا واللہ لیخضبھا بدمھا اذا تبعث اشقھا۔

خدا کی قسم اس امت کا سب سے زیادہ شقی ان سفید بالوں کو سر کے خون سے ضرور خضاب کرے گا پھر یہ شعر پڑھا۔

أُريد حياته ويريد قتلي
غذيرك من خليلك من مراد

میں اس کی بخشش چاہتا ہوں اور میرا قتل چاہتا ہے کوئی عذر پیش کرنے والا اپنے قبیلہ مراد کے دوست کا لے آ ۔ باقی رہی آپؑ کے شہید ہونے کی کیفیت جیسا کہ بزرگ علماء کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے کہ خوارج کا ایک گروہ کہ جن میں عبدالرحمن بن ملجم بھی تھا۔ جنگ نہروان کے بعد مکہ میں آیا خوراج روزانہ جمع ہوتے اور صلاح مشورے کرتے اور نہروان میں مارے جاتے والوں پر گریہ زاری کرتے ایک دن دورانِ گفتگو کہنے لگے کہ علیؑ ومعاویہ نے اس امت کا معاملہ بگاڑ رکھا ہے اگر دونوں کو قتل کر دیں تو امت ان کی مصیبت سے راحت حاصل کرے گی۔ قبیلہ اشجع کے ایک شخص نے سر اٹھا کر کہا خدا کی قسم عمرو بن عاص ان سے کم نہیں ہے بلکہ فساد کی جڑ وہی ہے پس ان کا سب بات پر اتفاق ہوا کہ تینوں اشخاص کو قتل کر دینا چاہیے ابن ملجم لعین کہنے لگا۔ میں علی کو قتل کروں گا حجاج بن عبداللہ نے جو برک کے نام سے مشہور تھا۔ معاویہ کو قتل کرنا اپنے ذمہ لیا۔ اور دواویہ نے جو عمرو بن بکر تمیمی کے نام سے معروف تھا۔ عمرو بن عاص کے قتل کی ذمہ داری لی۔ جب معاہدہ پورا ہو گیا تو ایک دوسرے سے وعدہ لیا کہ تینوں افراد ایک ہی رات بلکہ ایک ہی گھڑی میں قتل کیے جائیں اور یہ طے پایا کہ انیسویں ماہ رمضان کو صبح کی نماز کے وقت یہ تینوں افراد مسجد میں جا کر اس کام پر اقدام کریں۔ پھر ایک دوسرے کو الوداع کہہ کر برک شام کی طرف گیا۔ عمرو نے مصر کا سفر کیا۔ اور ابن ملجم کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ تینوں نے اپنی اپنی تلوار کو زہر میں بجھایا اور اپنے دلی راز کو چھپائے رکھا۔ اور وعدہ کے دن کا انتظار کرنے لگے۔ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو اس رات کی صبح کے وقت برک ابن عبداللہ اپنی زہر آلود تلوار کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ اور جماعت میں معاویہ کے بالکل پیچھے کھڑا ہو گیا۔ جب معاویہ رکوع یا سجدہ میں گیا۔ تو اس نے اس کی ران پر تلوار لگائی معاویہ نے چیخ ماری اور محراب میں گر پڑا لوگوں نے جمع ہو کر برک کو گرفتار کر لیا اور معاویہ کو اس کے گھر لے گئے طبیب حاذق کو بلایا گیا۔ جب طبیب نے زخم دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے اور و نکاح والی رگ پر اس کا اثر ہے اگر چاہتے ہو کہ اس سے اچھے ہو جاؤ اور تمہاری نسل منقطع نہ ہو تو پھر سرخ لوہے سے اس زخم کی جگہ کو داغ دیا جائے اور پھر علاج ہو۔ اور اگر اولاد سے آنکھیں بند کر لو تو مشروبات کے ذریعہ علاج کیا جا سکتا ہے معاویہ کہنے لگا مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ گرم لوہے پر صبر کر سکوں۔ میرے دو بیٹے کافی ہیں یزید اور عبداللہ۔ لہٰذا جڑی بوٹیوں کے پلانے سے اس کا علاج کیا گیا اور وہ اچھا ہو گیا لیکن اس کی نسل منقطع ہو گئی صحت یاب ہونے کے بعد اس نے حکم دیا کہ اس کے لیے مسجد میں علیحدہ کمرہ بنا دیا جائے اور اس پر پاسبان مقرر کیے جو اس کی حفاظت کرتے پھر برک کو حاضر کیا اور حکم دیا کہ اس کا سر اڑا دیا جائے۔ وہ کہنے لگا امان دو تو خوشخبری سناؤ۔ معاویہ کہنے لگا۔ وہ خوشخبری کیا ہے کہنے لگا میرا ساتھی گیا ہے کہ اسی وقت علیؑ کو قتل کرے۔ اب مجھے قید کر دو جب تک اطلاع آئے اگر علی قتل ہو چکے ہوں تو جو تمہارا دل چاہے میرے ساتھ سلوک کرو۔ ورنہ مجھے چھوڑ دو میں جا کر علیؑ کو قتل کروں گا اور قسم کھاتا ہوں کہ دوبارہ تمہارے پاس آؤں گا۔ تا کہ جو کچھ تمہاری مرضی ہو میرے حق میں حکم جاری کرو۔ ایک

قول کے مطابق معاویہ نے حکم دیا کہ اسے قید رکھا جائے۔ جب امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو علیؑ کے قتل کے شکرانہ میں اسے رہا کر دیا اور عمرو بن بکر جب مصر میں پہنچا تو اس نے انیسویں ماہ رمضان تک صبر کیا۔ پھر وہ روز ہرآلود تلوار لے کر مسجد میں داخل ہوا اور عمرو بن عاص کا انتظار کرنے لگا۔ اتفاق سے عمرو بن عاص کو اس رات دورِ قولنج عارض ہوا۔ اور وہ مسجد میں نہ آسکا۔ تو قاضی مصر کو کہ جس کا نام خارجہ بن ابی حبیبہ تھا۔ اپنی نیابت میں مسجد بھیج دیا۔ خارجہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوا عمرو بن بکر نے یہ خیال کیا کہ یہ عمر بن عاص ہے اپنی تلوار کھینچ کر بدبخت خارجہ کے لگائی اور وہ اپنے خون میں لوٹنے لگا عمرو بھاگنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور عمرو بن عاص کے پاس لے گئے عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں وہ چیخنے چلانے لگا اور بہت رویا۔ لوگوں نے پوچھا کہ موت کے وقت یہ رونا کیسا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کام کی سزا ہلاکت ہے۔ وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں موت سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میں عمر بن عاص کے قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ اور مجھے دکھ ہے کہ برک وابن ملجم اپنی آرزو کو پہنچ گئے۔ اور انہوں نے علیؑ معاویہ کو اپنی تلوار سے قتل کو چاہا باقی رہا عبدالرحمن بن بلجم تو وہ ملعون حضرت امیر المومنینؑ کے قتل کرنا چاہتا تھا۔ عمرو نے کہا لیکن خدا نے خارجہ کے قتل کو چاہا باقی رہا عبدالرحمن بن ملجم تو وہ ملعون حضرت امیر المومنینؑ کے قتل کے ارادہ سے کوفہ میں آیا اور بنی کندہ کے محلہ میں (جہاں قاعدین خوارج (جو جنگ سے بیٹھ گئے تھے) رہتے تھے رہنے لگا لیکن خوارج سے اپنے مقصد کو چھپاتا تھا کہ کہیں یہ راز افشانہ ہو جائے جن دونوں وہ امیر المومنینؑ کے شہید کرنے کی فکر میں تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے ایک ساتھی کی ملاقات کے لیے گیا تو وہاں قطام بنت اخضر تیمیہ کو دیکھا اور وہ ملعونہ انتہائی حسین وجمیل تھی اس کے باپ اور بھائی کو جو خوارج میں سے تھے امیر المومنینؑ نے جنگ نہروان میں قتل کیا تھا۔ لہٰذا اسے حضرت امیرؑ سے بے حد دشمنی تھی۔ جب ابن ملجم کی نگاہ اس کے جمال دل آرا پر پڑی تو وہ دل ہاتھ سے دے بیٹھا۔ مجبوراً اس نے قطام کی خواست گاری کی قطام کہنے لگی کہ حق مہر میں مجھے کیا دو گے اس نے کہا جو مانگو کہنے لگی میرا حق مہر تین ہزار درہم ایک کنیز ایک غلام اور علی ابن ابی طالبؑ کا قتل ہے۔ ابن ملجم کہنے لگا جو کچھ تو نے کہا ہے وہ سب ممکن ہے سوائے علیؑ کو قتل کرنے کے کیونکہ وہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے قطام نے کہا جب علیؑ کسی چیز میں مشغول اور تجھ سے غافل ہوں تو اچانک ان کو تلوار لگاؤ۔ اور دھوکے سے انہیں قتل کر دو۔ پس اگر انہیں تم نے قتل کر لیا تو میرے دل کو شفا بخشی اور میرے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرو گے اور اگر تو مارا گیا تو جو کچھ آخرت میں تجھے ثواب ملیں گے وہ دنیا کی ملنے والی چیزوں سے تیرے لیے بہتر ہیں۔ ابن ملجم سمجھ گیا کہ یہ ملعون مذہباً مجھ سے موافق ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس شہر میں صرف اسی کام کے لیے آیا ہوں۔ قطام نے کہا میں اپنے قبیلہ کے کچھ لوگ تیرے ساتھ کر دوں گا۔ جو اس معاملہ میں تیرے معاون ہوں گے۔ پس اس نے وردان بن مجالِد کے پاس کسی کو بھیجا جو کہ اس کے قبیلہ سے تھا اور اسے ابن ملجم کی مدد کے لیے بلایا۔ ابن ملجم نے بھی اس زمانہ میں جب جناب علیؑ کے قتل کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔

ایک دفعہ شبیب بن بجرہ سے ملاقات کی جو اشجع قبیلہ سے تھا اور خارجی مذہب رکھتا تھا۔ اس سے کہنے لگا۔ اے شبیب کیا شرف دنیا و آخرت کسب کرنا چاہتا ہے؟ وہ کہنے لگا کیا کروں ابن ملجم ملعون نے کہا علیؑ کے قتل کرنے میں میرا ساتھ دو۔ شبیب

نے کہا اے ابن ملجم تیرے ماں تیری موت پر روئے تو نے ایک ہولناک چیز کا ارادہ کیا ہے اس آرزو کو کیسے پورا کیا جا سکتا ہے ابن ملجم نے کہا اتنا ڈرپوک اور بدل نہ ہو مسجد جامع میں چھپ کر بیٹھ جائیں گے۔ نماز صبح کے وقت ان پر حملہ کر دیں گے۔ اور تلوار سے ان کا کام تمام کر دیں گے، اس طرح ہم اپنے دل کو شفا بخشیں گے۔ اور اپنے خون کا بدلہ لیں گے اس قسم کی اتنی باتیں کہیں کہ شبیب کے دل کو مضبوط کر لیا۔ اور اسے بھی اپنا دست و بازو بنا لیا۔ اور اس سے اپنے ساتھ قطام کے پاس لے آیا۔ اس وقت وہ ملعونہ مسجد اعظم میں تھی اور اس کے لیے ایک قبہ وخیمہ نصب کر دیا گیا تھا جس میں وہ اعتکاف میں مشغول تھی پس ابن ملجم نے شبیب کے ساتھ مل جانے کی اسے خبر دی وہ ملعونہ کہنے لگی۔ جب اسے قتل کرنے کا ارادہ کرو تو میرے پاس یہاں آنا پاس وہ دونوں ملعون مسجد سے باہر آئے اور چند دن گزرے یہاں تک کہ بدھ کی رات انیسویں ماہ رمضان آ پہنچی پس ابن ملجم شبیب و وردان کے ساتھ قطام کے پاس آیا۔ اس ملعونہ نے رشم کی چند پٹیاں منگوائیں اور ان کے سینوں پر مضبوطی سے باندھ دیں اور زہر آلود تلواریں ان کے ہاتھوں میں پکڑا دیں تا کہ وہ انہیں حمائل کر لیں اور کہنے لگی جوانمردوں کی طرح وقت کو غنیمت سمجھنا۔ اور جب وقت آئے تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ وہ تینوں اس ملعونہ کے خیمہ سے نکلے اور اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے آپؑ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے اور آپؑ کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی خیال میں تھے۔ ایک دفعہ ان کی ملاقات اشعث بن قیس سے ہو گئی اور اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ اس نے بھی ان کی مدد کی حامی بھر لی جب انیسویں کی رات آئی تو وہ بھی اپنے وعدہ کے مطابق ان کے پاس آیا۔ اور حجر بن عدی رحمہ اللہ جو کہ بزرگ شیعوں میں سے تھے۔ اس رات مسجد میں موجود تھے۔ اچانک ان کے کان میں یہ آواز آئی کہ اشعث کہہ رہا ہے اے ابن ملجم اپنے کام میں جلدی کرو اور اپنی حاجت فوراً پوری کرو۔ صبح ہو رہی ہے ورنہ رسوا ہو جاؤ گے حجر نے اس بات سے ان کا مقصد بھانپ لیا اور اشعث سے کہا اے اعور (بھینگے) علیؑ کو قتل کرنا چاہتے ہو پس فوراً حضرت امیر المومنینؑ کے گھر کی طرف دوڑے تا کہ انہیں ان کے ارادہ سے خبردار کریں۔ اتفاقاً حضرتؑ دوسرے راستہ سے مسجد میں تشریف لائے جب تک حجر آپؑ کے گھر گئے واپس آئے کام تمام ہو چکا تھا جب مسجد میں آئے تو لوگوں کی آواز سنی کہ وہ حضرتؑ کے قتل ہونے کی خبر دے رہے تھے۔

اب ہم بیان کرتے کہ اس رات حضرتؑ کی حالت کیا تھی جناب ام کلثوم سے منقول ہے کہ جب انیسویں ماہ رمضان کی رات آئی تو میرے والد گھر میں آئے اور نماز میں مشغول ہو گئے میں ان کے لیے ایک طبق لائی جس میں جو کی دو روٹیاں دودھ کا پیالہ اور کچھ نمک تھا۔ جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے اور اس طبق کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمایا اے بیٹی تم میرے لیے ایک ہی طبق میں دو کھانے لے آئی ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے بھائی اور چچا زاد رسول خداؐ کا اتباع کرتا ہوں۔ اے بیٹی جس کی خوراک اور پوشاک دنیا میں اچھی ہے اسے قیامت میں خدا کے ہاں زیادہ ٹھہرنا پڑے گا۔ اے بیٹی دنیا کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے۔ پس آپؑ نے رسولؐ خدا کے زہد کی کچھ باتیں بیان کیں۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں افطار نہیں کروں گا۔ جب تک ان دو سالنوں میں سے ایک کو ٹھا نہ لو گی پس میں نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ (بعض روایات میں ہے کہ میں

نے نمک اٹھانا چاہا تو آپؑ نے خود فرمایا کہ دودھ اٹھالو (مترجم) حضرتؑ نے تھوڑی سی روٹی نمک کے ساتھ کھائی اور حمد وثناء الٰہی بجالائے اور اٹھ کر نماز میں مشغول ہو گئے اور پے در پے رکوع وسجود میں مشغول رہے اور تضرع وزاری درگاہ الٰہی میں کرتے رہے۔منقول ہے کہ حضرت اس رات بار بار کمرے سے باہر نکلتے اور داخل ہوتے تھے اور اطراف آسمان میں نگاہ کرتے اور مضطرب ہوتے اور تضرع وزاری کرتے اور سورہ یٰسین کی تلاوت فرماتے اور کہتے اللھم بارک لی فی الموت۔خدایا میرے لیے موت بابرکت بنا اور بہت دفعہ کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون اور کلمہ مبارکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔کی زیادہ تکرار کرتے۔بہت صلوٰت پڑھتے، استغفار کرتے۔اور ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ ساری رات بیدار رہے۔ہمیشہ کی عادت کے خلاف نماز شب کیلئے باہر تشریف لے گئے ام کلثو نے عرض کیا۔بابا آپؑ کی یہ بیداری اور اضطراب کس وجہ سے ہے فرمایا۔اس رات کی صبح کو میں شہید ہو جاؤں گا عرض کیا جعدہ سے کہے کہ وہ مسجد میں جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔(جعدہ ہبرہ کا بیٹا ہے اور اس کی والدہ ام ہانی جناب امیرؑ کی ہمشیرہ تھیں) فرمایا کہہ دو کہ جعدہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے پھر فوراً فرمایا کہ قضائے الٰہی سے نہیں بھاگا جا سکتا اور خود مسجد کی طرف چل دیئے۔روایت ہے کہ اس رات آپؑ بیدار رہے اور بار بار باہر نکلے اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا خدا کی قسم میں نے جھوٹ نہیں بولا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے یہی ہے وہ رات کہ جس میں شہادت کا وعدہ کیا گیا ہے پھر آپؑ اپنی لیٹنے کی جگہ تشریف لائے جب صبح صادق ہوئی تو ابن بناح نے جو آپؑ کا موذن تھا۔نماز کے لیے پکارا۔حضرت مسجد کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے جب صحن خانہ میں آئے تو کچھ مرغابیاں جو گھر میں موجود تھیں خلاف عادت آپؑ کے سامنے آئیں اور وہ پروں کو پھڑ پھڑانے اور چیخنے چلانے لگیں کسی نے چاہا کہ انہیں ہٹا دے۔آپؑ نے فرمایا انہیں کچھ نہ کہو وہ چیخ رہی ہیں اور ان کے بعد نوحہ کرنے والی ہیں ایک روایت کے مطابق جناب ام کلثوم یا امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ کیوں فال بد کر رہے ہیں آپؑ نے فرمایا۔یہ فال نہیں بلکہ دل گواہی دیتا ہے کہ قتل کیا جاؤں گا۔یا یہ فرمایا کہ یہ حق بات ہے جو میری زبان پر جاری ہوئی ہے پھر آپؑ نے ام اکلثوم سے ان مرغابیوں کے متعلق سفارش کی اور فرمایا بیٹی میرے حق کی قسم ہے تمہیں کہ انہیں چھوڑ دو کیونکہ ایسی چیزوں کو بند کر رکھا ہے کہ جو زبان نہیں رکھتیں اور جب بھوکی یا پیاسی ہو تو بولنے کی قدرت ان میں نہیں ہے پس انہیں غذا دو اور سیراب کردو۔ورنہ چھوڑ دو۔تاکہ جا کر زمین سے گھاس پھوس کھائیں جب آپؑ دروازے پر پہنچے تو دروازے کی چٹخنی آپؑ کے کمر کے ٹپکے سے اٹک گئی اور وہ کھل گیا آپؑ نے اُسے مضبوطی سے باندھا۔اور چند اشعار پڑھے کہ ان میں سے دو شعر ہیں۔

اُشدوھیازیمک للموت فان الموت لاقیکا
ولاتجزع ان لموتِ اذا احل بنا دیکا
ولا تغتر بالدھر وان کان یوافئکا
کما اضحالك الدھر کذالك الدمر یبکیکا

اشعار کا مفہوم ہے کہ اے علیؑ موت کے لیے کمر باندھ لے۔ کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کر کے ہی رہے گی اور موت سے نہ گھبرا جب وہ تیرے گھر میں آئے اور زمانہ پر مغرور نہ ہو جائے وہ تیرے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح زمانہ نے تجھے ہنسایا ہے اسی طرح رولائے گا۔ پھر عرض کیا خدایا موت کو میرے لیے مبارک قرار دے اور اپنی ملاقات میرے لیے خواشگوار قرار دے ام کلثوم یہ کلمات سن کر فریاد وابتاہ وغوثاہ کرنے لگیں امام حسنؑ باپ کے پیچھے باہر نکلے۔ جب ان کے قریب پہنچے تو عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے ساتھ رہوں۔ آپؑ نے فرمایا میں اس حق کی قسم دیتا ہوں جو میرا تم پر ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ امام حسنؑ واپس گھر آ گئے اور جناب ام کلثوم کے ساتھ مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور جو حالات واقوال اپنے والد بزرگوار سے مشاہدہ کیے تھے۔ اس پر روتے رہے اور ادھر حضرت امیر المومنینؑ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس وقت مسجد کی قندیلیں بجھی ہوئی تھیں۔ آپؑ نے تاریکی ہی میں چند رکعت نماز پڑھی اور کچھ دیر تسبیحات وتعقیبات میں مشغول رہے پھر مسجد کی چھت پر تشریف لے گئے اور دست مبارک کان پر رکھ کر اذان کہین۔ حضرتؑ جب اذان کہتے تو کوفہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں آپؑ کی آذان کی آواز نہ پہنچتی ہے۔ آپؑ گلدستہ اذان سے نیچے تشریف لائے اور خدا کی تقدیس وتہلیل اور صلوٰت پڑھتے ہوئے مسجد کی چھت سے نیچے اترے اور یہ چند اشعار پڑھنے لگے۔

خلو سبیل المومن المجاھد
فی اللہ لا یعبدغیر الواحد
ویوقظ الناس الی المساجد

راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کا راستہ چھوڑ دو جو اکیلے خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتا اور لوگوں کو مسجد کی طرف بلاتا ہے...... پس آپؑ صحن مسجد میں تشریف لائے اور الصلوٰۃ الصلوٰۃ نماز پڑھو نماز پڑھو کہنے لگے اور سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کرتے جاتے تھے اور ابن ملجم ملعون اس ساری رات بیدار رہا۔ اور اس امر عظیم میں جس کا ارادہ کر چکا تھا فکر کرتا رہا۔ جس وقت امیر المومنینؑ سوئے ہوئے لوگوں کو نماز کے لیے بیدار کر رہے تھے وہ بھی ان میں منہ کے بل سویا ہوا تھا۔ اور زہر آلود تلوار اپنے کپڑوں کے اندر چھائے ہوئے تھا جب امیر المومنینؑ اس کے قریب پہنچے تو ارشاد فرمایا نماز کے لیے کھڑا ہو جا۔ اور اس طرح نہ سو۔ کیونکہ یہ شیطاطین کا سونا ہے دائیں کروٹ سو کہ مومنین کا سونا ہے یا بائیں طرف لیٹ جو کہ حکماء کا سونا ہے یا چت لیٹ جو انبیاء کا سونا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تو ایسا ارادہ رکھتا ہے کہ جس سے قریب ہے کہ آسمان گر پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ سرنگوں ہو جائیں اگر میں چاہوں تو خبر دے سکتا ہوں کہ تیرے کپڑوں کے نیچے کیا ہے۔ پھر اس سے آگے بڑھ گئے اور محراب میں جا کر نماز پڑھنے لگے اور ابن ملجم باوجود یکہ اس کے کانوں میں یہ خبر پہنچی تھی کہ امیر المومنینؑ کو اس امت کا بدترین شخص شہید کرے گا۔ اور کبھی قطام سے کہتا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ میں وہ شخص ہو جاؤں اور اپنی آرزو کو بھی حاصل نہ کرسکوں۔ اس رات صبح تک اس امر عظیم میں غور کرتا رہا۔ بالآخر سیلاب شقاوت وبدبختی نے ان خیالات کو خس وخاشاک کی

طرح طوفان فنا میں بہا دیا۔ اور اس نے اپنے ارادہ کو امیر المومنینؑ کے شہید کرنے میں محکم کیا اور اس ستون کے قریب آ کے جو محراب کے ساتھ تھا کھڑا ہو گیا۔ وردان وشبیب بھی ایک کونے میں آ کھڑے ہوئے جب امیر المومنینؑ نے رکعت اول میں سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے شبیب ملعون نے حضرتؑ کے شہید کرنے کا ارادہ کیا اور پکارا: الحکم للہ یا علی الالك ولا لاصحابك یعنی حکم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اے علیؑ نہ آپؑ کے لیے اور نہ آپؑ کے اصحاب کے لیے۔ آپؑ اپنی طرف سے حکم نہیں کر سکتے اور دین کا کام حکمین کے فیصلہ میں پر نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار کیا۔ اس کی تلوار طاق در پر پڑی اور چوک گئی۔ اس کے فوراً بعد ابن ملجم نے اپنی تلوار کا وار کیا اور وہی کلمات کہے اور تلوار حضرتؑ کے فرق مبارک پر لگائی۔ اتفاقاً اس کی ضربت عمرو بن عبدو کے زخم والی جگہ میں لگی اور سجدہ کے مقام تک شگاف ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا بسم اللہ وباللہ وعلی ملة رسول اللہ فزت ورب الکعبة رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا اور آپؑ کی آواز بلند ہوئی کہ یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم نے مجھے قتل کر دیا۔ اسے پکڑ لو......اہل مسجد نے جب آواز سنی تو اس ملعون کو ڈھونڈنے لگے لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور حالت دگرگوں ہوئی۔ پس سب لوگ محراب کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ آپؑ محراب میں گرے ہوئے ہیں اور آپؑ کا فرق مبارک شگافتہ اور پھٹ چکا ہے اور آپؑ مٹی اٹھا کہ زخم پر ڈال رہے ہیں اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔

منها خلقنكم وفيها نعيدكم وبينها نجركم تارة اخرىٰ۔

یعنی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور زمین میں تمہیں پلٹائیں گے اور دوبارہ تمہیں نکالیں گے پھر آپؑ نے فرمایا حکم خدا آ گیا ہے اور رسولؐ کا قول سچا ہوا لوگوں نے دیکھا کہ آپؑ کے سر کا خون آپؑ کے چہرہ اور ریش مبارک پر جاری ہے اور ریش مبارک خون سے خضاب ہے اور فرما رہے ہیں۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسوله۔ یہ وہی وعدہ ہے جو خدا رسول نے میرے ساتھ کیا تھا۔ جب بن ملجم نے ضرب لگائی تھی تو زمین ہلنے لگے۔ آسمان کے فرشتوں کی صدائیں گونجنے لگیں سخت قسم کی آندھی چلنے لگی۔ دنیا جہاں تاریک ہو گیا۔ اور جبرئیل آسمان وزمین کے درمیان منادی کرنے لگے کہ جسے لوگوں نے سنا تھا۔ تهدمت واللہ ارکان الھدیٰ والطمست اعلام التقی وانفصمت العزوه الوثقی قتل ابن عم المصطفی قتل الوصی المجتبیٰ قتل علی المرتضیٰ قتلهٔ اشقی الاشقیاء خدا کی قسم ہدایت کے رکن ٹوٹ گئے علم نبوت کے ستارے تاریک ہو گئے پرہیزگاری کے نشانات مٹ گئے اور عروۃ الوثقائے الٰہی الگ ہو گیا۔ مسجد مصطفیٰ کا پسر عم قتل ہوا۔ سید اوصیا علی مرتضیٰ شہید ہوئے انہیں بدترین اشقیاء نے شہید کیا جب جناب ام کلثوم نے یہ آواز سنی تو اپنا منہ پیٹ لیا اور گریباں چاک کیا اور فریاد کی وابتاہ واعلیاہٗ ومحمداہٗ پس حسین علیہما السلام گھر سے مسجد کی طرف دوڑے تو دیکھا کہ لوگ نوحہ فریاد کر رہے ہیں اور کہتے ہیں۔ واماماہ وامیر المومنین علیہ السلام

خدا کی قسم وہ امام عابد شہید ہوا۔ جس نے کبھی اصنام واوثان کو سجدہ نہیں کیا اور جو رسول اللہؐ سے باقی لوگوں کی نسبت بہت زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ جب شہزادے مسجد میں داخل ہوئے تو فریاد۔ وابیاہ واعلیاہ بلند کی اور کہتے تھے کاش ہم

مر گئے۔ ہوتے اور یہ پہ روز بدنہ دیکھتے جب محراب کے قریب آئے تو اپنے پدر بزرگوار کو محراب میں پڑے ہوئے دیکھا ارو یہ دیکھا کہ ابوجعدہ اور آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضریں ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں کہ حضرتؑ کو کھڑا کیا جائے۔ تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لیکن آپؑ میں یہ طاقت نہیں رہی پس حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ کو اپنی جگہ پر کھڑا کیا تا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرتؑ نے خود بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اور زہر کی تکلیف زخم کی شدت سے آپؑ دائیں بائیں جھک جاتے تھے۔ جب امام حسنؑ نماز سے فارغ ہوئے تو باپ کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ اور کہتے تھے کہ اے بابا آپؑ نے میری کمر توڑ دی آپؑ کو اس حالت نیں کیسے دیکھوں۔ امیر المومنینؑ نے آنکھ کھولی اور فرمایا، بیٹا آج کے بعد تمہارے باپ کے لیے کوئی رنج و تکلیف نہیں یہ رہے تمہارے نانا محمد مصطفیؐ، تمہاری نانی خدیجہ الکبریٰ تمہاری ماں فاطمۃ الزہراؑ اور جنت کی حوریں یہ سب تمہارے باپ کے انتظار میں ہیں تم خوش ہو جاؤ اور گریہ کو ترک کر دو کیونکہ تمہارے رونے سے آسمان کے فرشتے روتے ہیں۔ پس آپؑ کی ردا کے ساتھ زخم کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ اور آپؑ کو محراب سے نکال کر مسجد میں لے آئے ادھر امیر الومنینؑ کی شہادت کی خبر کوفہ میں پھیل گئی۔ اوشہر کے مرد اور عورتیں مسجد کی طرف دوڑ کر آ گئے۔ امیر المومنؑ کو دیکھا کہ ان کا سر امام حسنؑ کی گود میں ہے باوجود یکہ زخم مضبوطی سے باندھا گیا۔

خون اس سے بہہ رہا تھا۔ اور آپؐ کا رنگ مبارک زردی سے سفیدی مائل ہو گیا تھا۔ اطراف آسمان کی طرف نگاہ کرتے اور آپؑ کی زبان مبارک تسبیح و تقدیس الٰہی میں مشغول تھی اور کہتے تھے۔

الھی اسئلك مرافقه الانبیآء والاوصیآء اعلیٰ درجاتِ جنة الماویٰ

خدایا میں انبیاء واوصیاء کی رفاقت اور جنت لماویٰ کے اعلیٰ درجات کا سوال کرتا ہوں۔ پس آپ کچھ دیر کے لیے مدہوش ہو گئے تو امام حسنؑ رونے لگے اور آپؑ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کے پدر بزرگوار کے چہرہ مبارک پر گرے تو حضرت ہوش میں آئے اور آنکھو کھول کر فرمایا اے بیٹا کیوں روتے ہو اور جزع فزع کرتے ہو۔ تم بھی میرے بعد زہر سے اور تمہارے بھائی تلوار سے شہید ہوں گے اور تم دونوں اپنے نانا باپ اور ماں سے جا ملو گے۔ اس وقت امام حسنؑ نے اپنے باپ کے قاتل کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے یہودی عورت کے بیٹے ابن ملجم مرادی نے ضرب لگائی ہے ابھی اس مسجد میں لے آئیں گے اور آپؑ نے باب کندہ کی رف اشارہ کیا پے در پے تلوار کا زہر اپ کے بدن مبارک میں سرایت کر رہا تھا اور حضرتؑ کو بے خود کر رہا تھا۔ لوگ باب کندہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور امیر المومنینؑ پر گریہ وزاری کر رہے تھے۔ اچانک مسجد کے دروازے سے آواز بلند ہوئی ابن ملجم کو ہاتھ باندھے ہوئے۔ باب کندہ سے مسجد میں لے آئے اور لوگ اس کو مارتے ہوئے لا رہے تھے اور اس کے نجس منہ پر تھوکتے تھے اس سے کہتے تھے کہ وائے ہو تجھ پر تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کر دیا۔ اور رکن اسلام توڑ دیا۔ ملعون خاموش تھا کچھ نہیں کہتا تھا لوگوں کا غصہ ہر لمحے بڑھتا جاتا تھا۔ چاہتے تھے کہ وہ اسے دانتوں سے ہی پارہ پارہ کر دیں۔ حذیفہ نخعی برہنہ تلوار لیے ہوئے اس کے آگے آگے آ رہا تھا۔ وہ لوگوں کو ہٹاتا ہوا اسے امام حسنؑ

کے سامنے لے آیا۔ جب آپؑ کی نظر پر پڑی تو فرمایا اے ملعون تو نے امیر المومنینؑ وامام المسلمین کو شہید کیا اس احسان کے بدلے کو انہوں نے تجھے پناہ دی۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح دی اور تجھ پر بخششیں کیں کیا وہ تیرے لیے برے امام تھے۔ اور ان کے احسانات کا بدلہ یہی تھا۔ جو تو نے دیا۔ اور ابن ملجم اسی طرح سر نیچے کیے ہوا تھا۔ اور کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ لوگوں کے گریہ کی آواز بلند ہوئی۔ امام حسنؑ نے اس شخص سے پوچھا جو اس ملعون کو لے آیا تھا اور کوئی بات نہیں کرتا تو نے اس دشمن خدا کو کہاں پایا تو اس شخص نے ابن ملجم کو پانے کا واقعہ بیان کیا اور امام حسنؑ نے فرمایا حمد و تعریف کے لائق وہی خدا ہے کہ جس نے اپنے دوست کی مدد کی اور اپنے دشمن کو مخذول و گرفتار کیا تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنینؑ نے آنکھیں کھول دیں اور یہ جملہ فرمایا کہ خدا کے فرشتوں مجھ سے رفق و مدارات و نرمی کرو۔ اس وقت امام حسنؑ نے عرض کیا کہ یہ دشمن خدا اور رسولؐ اور آپؑ کا دشمن ابن ملجم ہے کہ خداوند عالم نے آپؑ کو کامیابی دی ہے اور وہ حاضر خدمت ہے امیر المومنینؑ نے اس ملعون کی طرف دیکھا۔ اور کمزور آواز میں کہا اے ابن ملجم تو نے امر بزرگ اور کار عظیم کا ارتکاب کیا ہے کیا میں تیرے لیے برا امام تھا کہ تو نے مجھے یہ بدلہ دیا ہے کیا میں نے تجھے مورد رحمت نہیں قرار دیا تھا۔ اور تجھے دوسروں پر ترجیح نہیں دیتا تھا کیا تجھ سے احسان نہیں کرتا تھا اور تجھ پر زیادہ بخشش نہیں کی تھی۔ حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ مجھے قتل کرے گا لیکن میں چاہتا تھا کہ تجھ پر حجت تمام ہو جائے اور خدا تجھ سے میرا انتقام لے اور میں چاہتا تھا کہ تو اس عقیدہ سے پلٹ آئے اور شاید تو گمراہی وضلالت کا راستہ چھوڑ دے پس تجھ پر شقاوت غالب آئی اور تو نے مجھے قتل کر دیا۔ اے بدترین اشقیاء ابن ملجم اس وقت رونے لگا۔

اور اس نے کہا افانت تنقذ من فی النار یعنی کیا آپ اسے نجات دے سکتے ہیں جو جہنم میں ہے اور جہنم کے لیے مخصوص ہے اس وقت حضرتؑ امام حسن نے اس کی سفارش کی اور فرمایا اے بیٹا اپنے قیدی کے ساتھ مدارات و نرمی کرنا۔ اور شفقت و رحمت کا راستہ اختیار کرنا۔ دیکھتے نہیں کہ خوف کے مارے اس کی آنکھیں کس طرح گردش کر رہی ہیں اور اس کا دل کیسے دھڑک رہا ہے امام حسنؑ نے عرض کیا۔ اس ملعون نے آپؑ کو قتل کیا ہے اور ہمارے دلوں کو تکلیف پہنچائی ہے باوجود اس کے آپؑ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اس سے نرمی کریں۔ آپؑ نے فرمایا اے بیٹا ہم اہل بیتؑ رحمت و بخشش ہیں پس وہ کھانا اسے کھلانا جو خود کھانا۔ اور وہ اسے پلانا جو خود پینا۔ اگر میں دنیا سے چل بسوں تو اس سے قصاص لینا اور اسے قتل کرنا لیکن اس کے جسم کو آگ میں نہ جلانا۔ اور اسے مثلہ نہ کرنا۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کان ناک اور باقی اعضاء وجوارح نہ کاٹنا کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسولِ خداؐ سے سنا تھا فرماتے تھے مثلہ نہ کرنا اگرچہ کاٹنے والا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں بہتر جانتا ہوں کہ اس سے کیا سلوک کروں اور میں زیادہ حق رکھتا ہوں کہ اسے معاف کر دوں کیونکہ ہم وہ اہل بیتؑ ہیں کہ گنہگار کے ساتھ سوائے عفو و کرم کے اور کچھ نہیں کرتے۔ اس وقت حضرتؑ کو مسجد سے اٹھا کر انتہائی کمزوری و بیحالی و ناتوانی کے عالم میں گھر کی طرف لے چلے اور ابن ملجم کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اسے ایک مکان میں قید کر دیا گیا اور لوگ آپؑ کی دولت سرا کے گرد فریاد و گریہ زاری دواویلا کر رہے تھے قریب تھا کہ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں حضرت امام حسنؑ نے عین گریہ و زاری و نالہ و بیقراری کے عالم میں اپنے پدر

عالی قدر سے عرض کیا بابا آپؑ کے بعد ہمارا کون ہے آپؑ کی مصیبت آج کے دن رسولِ خدا کی مصیبت کے مانند ہے گویا رونا ہم نے آپؑ کی مصیبت کے لیے سیکھا ہے حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے نور دیدہ کو اپنے قریب بلایا۔اوران کی آنکھوں کو دیکھا کہ زیادہ رونے کی وجہ سے سوج گئی ہیں۔آپؑ نے اپنے دست مبارک سے امام حسنؑ کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اوران کے دل پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اے بیٹے خدا تمہارے دل کو صبر کی وجہ سے سکون دے اور تمہارا اور تمہارے بھائیوں کا اجر میری مصیبت میں عظیم قرار دے اور تمہارے اضطراب اور آنسو کے بہنے کو ساکن کردے بیشک خدا تمہیں مصیبت کے برابر اجر دے گا پھر آپؑ کو آپؑ کے مصلے کے نزدیک کے کمرے میں لٹایا گیا۔زینبؑ ام کلثومؑ آئیں اور آپؑ کے سامنے بیٹھ کر حضرتؑ کے لیے نوحہ وزاری کرنے لگیں اور کہتی تھیں آپؑ کے بعد اہل بیتؑ کے بچوں کی کون تربیت کرے گا۔اور بڑوں کی نگہبانی کون کرے گا اے بابا ہمارا درواز ہ ندوہ آپ کے غم میں بہت طویل ہے اور ہمارے انسو کبھی نہیں تھمیں گے پس لوگوں کی آواز نالہ وگریہ حجرہ کے باہر سے بلند ہوئی۔آنحضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے آپؑ نظر حسرت سے اپنی اولاد کو دیکھنے لگے حسینؑ کو اپنے قریب بلایا اور انہیں گلے سے لگایا ان کے منہ چومے شیخ مفیدؒ وشیخ طوسیؒ نے اصبغ ابن بناتہ سے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنینؑ کو ضربت لگی۔ اور آٗ کو گھر لے گئے جب آپؑ کے گھر سے گریہ و نالہ کی آواز بلند ہوئی تو ہم بھی روئے اور فریاد کی اچانک امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا اے لوگو! امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کی طرف پلٹ جاؤ وہ سب لوگ چلے گئے۔لیکن میں اپنی جگہ پر رکا رہا۔جب دوبارہ رونے کی آواز گھر سے بلند ہوئی تو میں بھی رویا۔دوبارہ امام حسنؑ گھر سے باہر آئے اور فرمایا میں نے تم سے کہا نہیں کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔میں نے عرض کیا خدا کی قسم اے فرزند رسولؐ میرا نفس ساتھ نہیں دیتا۔میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت نہیں رہی جب تک امیر المومنینؑ کو دیکھ نہ لوں۔کہیں نہیں جا سکتا۔پس میں بہت زیادہ رویا۔امام حسنؑ گھر میں گئے۔اور تھوڑی دیر میں باہر تشریف لائے اور مجھے گھر کے اندر لے گئے۔جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو تکیوں کا سہارا دیا گیا ہے۔زرد پٹی آپؑ کے سر پر بندھی اور آپؑ کا چہرہ سر کے زیادہ خون کے بہہ جانے کی وجہ سے اتنا زرد ہو چکا تھا کہ میں جان نہ سکا کہ وہ پٹی زیادہ زرد ہے یا آپؑ کا چہرہ مبارک جب میں نے اپنے مولا کو اس حالت میں دیکھا تو میں بے تاب ہوکر آپؑ کے قدموں پر گر پڑا۔اوران کے بوسے لینے لگا۔اور انہیں آنکھوں سے ملنے لگا حضرتؑ نے فرمایا اصبغ مت رو کیونکہ جنت کا راستہ میرے سامنے ہے۔میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے معلوم ہے کہ آپؑ جنت میں جائیں گے میں تو اپنی حالت اور آپؑ کی جدائی پر گریہ زاری کرتا ہوں۔انتہی۔

بہر حال پھر ایک گھڑی آپؑ بیہوش رہے اس زہر کے سبب سے جو آپؑ کو دیا گیا تھا کبھی بیہوش ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آجاتے (ظاہر ہے اس سے وہ بیہوشی مراد نہیں کہ جس سے انسان عقل کھو بیٹھتا ہے۔بلکہ شدت تکلیف کی وجہ سے انسان دوسروں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا (مترجم)

جب امیر المومنینؑ ہوش میں آئے تو امام حسنؑ نے ایک پیالہ دودھ کا آپؑ کے ہاتھ میں دیا۔حضرتؑ نے تھوڑا سا پیا

اور باقی ابن ملجم کو دینے کا حکم دیا۔ دوبارہ آپؑ نے اس ملعون کے کھانے پینے کی امام حسنؑ سے سفارش فرمائی۔ شیخ مفیدؒ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قید کر دیا گیا تو جناب ام کلثوم نے فرمایا۔ اسے دشمن خدا تو نے امیر المومنینؑ کو قتل کیا ہے۔ وہ ملعون کہنے لگا میں نے امیر المومنینؑ کو نہیں بلکہ تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ جناب ام کلثوم نے فرمایا میں امید رکھتی ہوں کہ حضرتؑ ضربت سے شفا پائیں گے اور خداوند عالم تجھ پر دنیا و آخرت میں عذاب کرے گا۔ تو ابن ملجم ملعون کہنے لگا میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور مزید ہزار درہم خرچ کیے کہ اسے زہر میں بجھایا جائے۔ میں نے ایسی ضربت لگائی ہے کہ اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو اس سے سب ہلاک ہو جائیں۔ ابوالفرج نے نقل کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کے علاج کیلئے کوفہ کے تمام اطباء و حکماء جمع کیے گئے اور ان میں سے علم جراحی میں سب سے زیادہ عالم ایک شخص تھا جسے اثیر بن عمرو کہتے تھے جب اس نے حضرت امیر مومنینؑ کے زخم کو دیکھا تو اس نے بکرے کی تازہ و گرم گودے والی ہڈی (مغز والی ہڈی) منگوائی۔ جب اس ہڈی کو لے آئے تو اس کی ایک رگ اس نے باہر نکالی اور اسے شگاف زخم میں رکھ دیا اور اس میں پھونکیں ماریں یہاں تک کہ اس کے اطراف زخم کے آخر تک پہنچ گئے اور تھوڑی دیر اس کو اسی طرح رہنے دیا پھر اٹھا کر اسے دیکھا تو کچھ حضرتؑ کے مغز سر کی سفید اس میں نظر آئی پس اس نے حضرت امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ آپؑ وصیت کریں کیونکہ اس دشمن خدا کی ضربت اپنا کام کر چکی ہے۔ اور سر کے مغز تک پہنچ چکی ہے اب معاملہ تدبیر سے نکل چکا ہے۔

چوتھی فصل

حضرت امیرالمومنینؑ کی وصیت کیفیت وفات اور غسل ودفن کا بیان

جناب محمد بن حنیفہ سے روایت ہے کہ جب بیسویں رات ماہ مبارک رمضان کی ہوئی تو زہر کا اثر میرے والد کے پاؤں تک پہنچ گیا۔اس رات آپؑ نے بیٹھ کر نماز پڑھی۔آپؑ ہمیں وصیتیں فرماتے رہے اور تسلیاں دیتے رہے یہاں تک کہ صبح طالع ہوئی تو آپؑ نے لوگوں کو اجازت دی کہ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں لوگ آتے تھے اور سلام کرتے اور آپؑ جواب سلام دیتے۔اور فرماتے ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی۔لوگو سوال کرو اور مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ مجھ نہ پاؤ اور اپنے سوال اپنے امام کی مصیبت کی وجہ سے مختصر کرو تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور نالہ وفریاد کرنے لگے۔حجر بن عدی کھڑے ہوگئے اور چند اشعار حضرت امیرالمومنینؑ کے مرثیہ میں پڑھے۔جب وہ خاموش ہوگئے تو حضرتؑ نے فرمایا اے حجر کیا حال ہوگا تیرا جب وہ تجھے بلائے گا اور تجھ سے تقاضیٰ کرے گا کہ مجھ سے برات وبیزاری اختیار کر۔عرض کیا خدا کی قسم اگر مجھے تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کردیں اور آگ سے مجھے عذاب دیں تو بھی آپؑ سے بیزاری اختیار نہیں کروں گا۔فرمایا تجھے اچھائی کی توفیق نصیب ہو اور تیرا خدا تجھے آل نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے۔

اس وقت آپؑ نے شربت شیر مانگا اور تھوڑا سا نوش فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ دنیا میں میری آخری روزی اور رزق ہے اہل بیتؑ نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا۔منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن ملجم سے کہا اے دشمن خدا خوش نہ ہو امیرالمومنینؑ اچھے ہوجائیں گے تو وہ ملعون کہنے لگا پھر ام کلثومؑ کس پر گریہ کررہی ہے کیا مجھ پر روتی ہے یا اپنے باپ علیؑ پر رو رہی ہے خدا کی قسم میں نے یہ تلوار ہزار درہم میں خریدی ہے اور ہزار درہم کے زہر سے اسے سیراب کیا ہے۔اس میں جو جو نقص تھا اس کی اصلاح کی ہے اور ایسی تلوار سے میں نے علیؑ کو ضرب لگائی ہے کہ اگر اس ضربت کو اہل مشرق ومغرب پر تقسیم کردیں تو سب مرجائیں خلاصہ یہ کہ جب اکیسویں کی رات آئی تو آپ نے اپنی اولاد اور اہل بیتؑ کو جمع کیا اور انہیں الوداع کہا۔اور فرمایا خدا تم پر میرا قائم مقام ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے انہوں اچھی چیزوں کی وصیت کی اس رات زہر کا اثر آپؑ کے پورے جسم پر بہت زیادہ ظاہر ہوا جو کھانے پینے کی چیز لے کر آئے حضرت نے تناول نہیں فرمائی آپؑ کے لب مبارک ذکر خدا میں حرکت کررہے تھے اور مروارید کی طرح پسینہ آپؑ کی جبیں پاک سے گر رہا تھا۔اسے اپنے دست مبارک سے صاف کرتے تھے اور فرماتے کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ جب کسی مومن کی موت نزدیک آتی ہے تو اس کی پیشانی پر تازہ مروارید کی طرح پسینہ

آ تا ہے اور اس کا نالہ وزاری ساکن ہوجاتا ہے پس آپؑ نے اپنے چھوٹے بڑے فرزندوں کو بلایا اور فرمایا خدا میرا قائم مقام ہے تم پر اور میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن کر سب رونے لگے حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا بابا آپؑ اس قسم کی باتیں کررہے ہیں۔ گویا اپنی زندگی سے مایوس ہوچکے ہیں آپؑ نے فرمایا اے فرزند گرامی اس واقعہ کے ہونے سے ایک رات پہلے میں نے تمہارے نانا رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا ہے اس امت کی اذیتوں اور آزادوں کی میں نے آپؐ سے شکایت کی ۔آپؐ نے فرمایا ان کیلئے بددعا کرو تو میں نے کہا۔خدایا میرے عوض برے لوگوں کو ان پر مسلط کر اور ان کے بدلے مجھے اچھے لوگ عطا فرمایا تو رسول خدا نے فرمایا خدا نے تمہاری دعا قبول کرلی ہے تین راتوں کے بعد خدا تمہیں میرے پاس لے آئے گا۔ اب تین راتیں گزر چکی ہیں۔اے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں تمہارے بھائی حسینؑ کے متعلق اور فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں پھر آپؑ نے اپنے باقی بیٹیوں سے فرمایا: جو فاطمہؑ سے نہیں تھے کہ حسنؑ وحسینؑ کی مخالفت نہ کرنا پھر فرمایا خداوند عالم تمہیں اچھے صبر کی توفیق عنایت فرمائے۔آج رات تمہارے درمیان سے میں چلا جاؤں گا۔ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰؐ سے جاملوں گا۔جیسا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔شیخ مفید اور شیخ طوسی نے امام حسنؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا جب میرے والد گرامی کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؑ نے ہمیں یہ وصیت کی کہ یہ وہ چیز ہے جس کی وصیت کرتا ہے علی بن ابی طالبؑ رسول خداؐ کا بھائی پسر عم اور ساتھ پہلی میری وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ خدا کے بند اور اس کے رسول ہیں۔خدا نے انہیں اپنے علم کیلئے چنا اور پسند کیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا مردوں کو قبروں سے نکالے گا۔اور لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال کرے گا وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔اے میرے بیٹے حسنؑ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اس چیز کی جس کی رسول خدا نے مجھے وصیت کی تھی۔اور تم وصایت کیلئے کافی دوافی ہو۔جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا اور امت تم سے مخالفت کے راستہ پر چلے تو آپ گھر میں بیٹھ جانا۔آخرت کے لئے گریہ کرنا اور دنیا کا اپنا بڑا مقصد قرار نہ دینا۔اس کی تلاش میں دوڑ دھوپ نہ کرنا۔نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا اور زکوٰۃ کا جب وقت ہو تو مستحقین تک پہچانا مشتبہ امور میں خاموش رہنا غضب ورضا کے موقعہ پر عدل ومیانہ روی اختیار کرنا۔اپنے ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنا۔ مہمان کی عزت کرنا۔مصیبت زدہ لوگوں پر رحم کرنا۔صلح رحمی کرنا۔فقراء ومساکین کو دوست رکھنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا تو تواضع وانکساری کرنا کہ یہ افضل عبادت ہے اور اپنی آرزو اور امیدوں کو کم کرنا اور موت کو یاد رکھنا۔دنیا کو ترک اور زہد کے طریقہ کو اختیار کرنا۔میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر وباطن دونوں طرح خدا سے ڈرنا بغیر غور وفکر بات نہ کرنا۔کام میں جلدی نہ کرنا۔ البتہ کار آخرت کی ابتداء اور اس میں تعجیل کرنا اور دنیا کے معاملہ میں تاخیر اور چشم پوشی کرنا جب تک کہ اس کی اچھائی اور بھلائی تمہیں معلوم نہ ہوجائے اور ایسی جگہوں سے جہاں تہمت اور ایسی مجلس سے بھی بچنا جس کے متعلق برا گمان کیا جاتا ہو۔کیونکہ برا ہم نشین اپنے ساتھی کو ضرر پہنچا تا ہے۔اے بیٹا! خدا کیلئے کام کرنا اور فحش وبیہودہ گوئی سے پرہیز کرنا اور اپنی زبان سے صرف اچھی چیزوں کا حکم دینا اور اس سے بُری چیزوں کو منع کرنا۔برادران دینی کے ساتھ خدا کیلئے دوستی وبرادری اور اچھے شخص کو اس کی

اچھائی کی وجہ سے دوست رکھنااور فاسقوں کے ساتھ نرمی کرنا تا کہ وہ تمہارے دین کو ضرر نہ پہنچائیں۔البتہ دل میں انہیں دشمن سمجھنااور اپنے کردار کوان کے کردار سے الگ کرنا تا کہ تم ان جیسے نہ ہو جاؤ۔گزرگاہ پر نہ بیٹھنااور بے وقوفوں اور جاہلوں کے ساتھ جھگڑانہ کرنااور اپنی گزراوقات میں میانہ روی اختیار کرنااور اپنی عبادت میں بھی اعتدال رکھنااور عبادتوں میں سے اس عبادت کو اختیار کرنا جسے ہمیشہ برقرار رکھ سکواور اس کی طاقت بھی تم میں ہو خاموشی اختیار کرنا تا کہ زبان کے مفاسد سے محفوظ رہواور اپنا زادراہ سفر آخرت کے لیے پہلے بھیج دینا۔اپنی اور نیکی کی باتوں کو یاد کرنا تا کہ عقلمند ہو جاؤ اور خدا کو ہر حال میں یاد رکھنا۔اور اپنے چھوٹے رشتہ داروں پر رحم کرنااور بڑوں کی عزت وتوقیر وتعظیم کرنا۔کوئی کھانا نہ کھانا مگر اس کے کھانے سے پہلے کچھ اس میں سے صدقہ دیدینااور تم پر روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ بدن کی زکوۃ ہے جہنم کی آگ کے لیے ڈھال ہے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنااور اپنے ہمنشیں سے ڈرتے رہنا۔دشمن سے اجتناب کرناان مجالس میں تمہارا جانا ضروری ہے کہ جن میں ذکر خدا ہوتا ہے۔ اور دعازیادہ کیا کرنا۔یہ میری وصیتیں ہیں اور اسے بیٹا میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اب جدائی اور فراق کا وقت ہے۔تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائی محمد سے نیکی کرنا کیونکہ وہ تمہارے بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے باقی رہے تمہارے بھائی حسینؑ وہ تمہاری ماں کے بیٹے اور تمہارے سگے بھائی ہیں تمہیں ان کے متعلق وصیت کرنے کی ضرورت نہیں اور خداوند عالم تم پر میرا قائم مقام ہے اور میں اس سوال کرتا ہوں کہ وہ تمہارے حالات کی اصلاح کرے اور ستم گروں اور سرکشوں کے شر سے تم کو بچائے اور تم پر لازم ہے کہ صبر وتحمل اختیار کرنا۔یہاں تک کہ خدا نازل ہو اور تمہاری کشاکش کا وقت آجائے۔خدا کے علاوہ کوئی قوت نہیں ہے۔[1]

اور پہلی روایت کے مطابق جب امیر المومنینؑ امام حسنؑ کو اپنی وصیتیں کر چکے تو فرمایا اے حسنؑ! جب میں دنیا سے چل بسوں تو مجھے غسل وکفن دینااور اپنے نانا رسول خداؐ کے بقیہ حنوط کے ساتھ (جو کافور جنت میں سے ہے اور جسے جبرئیلؑ آنحضرتؐ

---

[1] (مترجم کہتا ہے کہ اس وصیت کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے وصیت کی جارہی ہے وہ امام معصوم نہیں لیکن یہ واضح اور بدیہی ہے خدا جب اپنے نبیاء کو یا انبیاء ایک دوسرے کو یا سرکار رسالتؐ اپنے وصی وخلیفہ کو یا ایک امام دوسرے امام کو اس قسم کی وصیت کرتے ہیں تو اسے یہ مراد نہیں ہوتی کہ تم فلاں اچھے کام پہلے نہیں کرتے تھے۔اب کرنا یا فلاں کام آگے تم سے سرزد نہ ہوں۔بلکہ یہ ایک گفتگو کا طریقہ ہے کہ اگر کسی خطار کار کو مخاطب کرکے کچھ کہا جائے تو ایک تو وہ شرمسار وخجل ہوگا۔اور بعض اوقات اسے غصہ آئے گا۔اور وہ اس گفتگو سے فائدہ اٹھانے کے بجائے سرکشی کرے گا۔لہٰذا ایسے مواقع پر ظاہراً مخاطب ایسے اشخاص کو کیا جاتا ہے ہے کہ جن میں کوئی عیب نہ ہو اور سمجھانا انہیں مقصود ہوتا ہے۔جو عیوب میں ڈوبے رہتے ہیں تا کہ وہ اس سے وعظ ونصیحت حاصل کریں ورنہ اور ایک نبی یا امام معصوم تو اس قسم کی چیزیں جانتا ہے اور ان کے مطابق عمل کرتا ہے۔اسے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہوتی (ترجم)

کے لیے لائے تھے) حنوط دینا اور جب مجھے تابوت میں رکھو تو اس کے اگلے حصے کو نہ اٹھانا بلکہ اس کے پچھلی طرف رہنا۔ اور جدھر میرا تابوت جائے اس کی پیروی کرنا اور جہاں جا کے رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری قبر وہاں ہے پس میرا جنازہ زمین پر رکھ دینا اور اے حسنؑ تم مجھ پر نماز پڑھنا اور سات تکبیریں کہنا۔ اور جان لو کہ میرے علاوہ کسی کے لیے سات تکبیریں جائز نہیں۔ سوائے تمہارے بھائی حسنؑ کے اس فرزند کے جو قائم آل محمدؐ اور اس امت کے مہدیؑ ہیں جو مخلوق کی ناہمواریوں کو درست کریں گے اور جب میری نماز جنازے سے فارغ ہو جاؤ تو جنازہ کو اٹھا کر وہاں کی مٹی کھودنا۔ تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد اور لکڑی کا ایک تختہ تمہیں ملے گا۔ جو میرے دادا نوحؑ نے میرے لیے بنایا تھا۔ مجھے اس تختہ پر لٹا دینا اور سات بڑی اینٹیں وہاں تمہیں ملیں گی۔ انہیں میرے اوپر چن دینا۔ پس تھوڑی دیر توقف کرنا۔ اس کے بعد ایک اینٹ ہٹا کر قبر میں دیکھنا میں قبر میں موجود نہیں ہوں گا۔ کیونکہ میں تمہارے نانا رسولؐ خدا سے جاملوں گا۔ اگر نبیؑ مشرق میں سپرد ہو اور اس کا وصی مغرب میں دفن ہو تو ضرور خداوند عالم اس وصی کی روح وجسم کو اس کے نبیؑ کی روح وجسم کے پاس بھیج دیتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی اپنی قبروں میں پلٹ جاتے ہیں پھر میری قبر کو مٹی سے بھر دینا اور اس جگہ کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔ جب دن چڑھ آئے تو تابوت ناقہ پر رکھ کر کسی کو دینا کہ وہ مدینہ کی طرف لے جائے تا کہ لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ میں کہاں دفن ہوا ہوں۔ حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا کہ میری قبریں چار جگہوں پر بنانا۔ ایک مسجد کوفہ میں دوسری رحبہ کے درمیان تیسری نجف میں اور چوتھی جعدہ بن ہبیرہ کے گھر میں تا کہ کسی کو میری قبر کا پتہ نہ چل سکے۔

مولف کہتا ہے کہ یہ اخفار قبر اس لیے تھا کہ مبادا ملاعین خوارج و بنی امیہ (جو انتہائی قسم کے دشمن اور حضرتؑ کے عدو تھے) کہیں قبر سے باخبر ہوں اور وہ یہ ارادہ کریں کہ حضرت کا جسد اطہر قبر سے نکال لیں۔ یہ قبر حضرت صادقؑ کے زمانہ تک مخفی رہی یہاں تک کہ بعض اصحاب اور شیعہ حضرت کے اپنے جد بزرگوار کی زیارت کرنے اور جائے قبر بتانے سے واقف ہوئے ہارون رشید کے زمانہ میں تو تمام لوگوں کے لیے مرقد منور ظاہر ہو گیا۔ اس کی تفصیل کی اس مقام پر گنجائش نہیں پس حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا وقت بہت نزدیک ہے جب فتنے ہر طرف سے تمہارا رخ کریں اور اس امت کے منافق اپنے دیرینہ بغض وکینے تم سے نکالے چاہیں اور تم سے انتقام لیں تو تم پر صبر کرنا لازم ہے کیونکہ صبر کرنا اچھا ہے۔ پھر آپؑ نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا میرے بعد خصوصی طور پر تمہارے اوپر بہت سے فتنے اور مصائب مختلف جہات سے وارد ہوں گے پس صبر کرنا یہاں تک کہ خدا تمہارے اور تمہارے دشمن کے درمیان حکم کرے اور وہ بہترین حکم کرنے والا ہے۔

اباعبداللہ تمہیں یہ امت شہید کرے گی تمہیں اس مصیبت پر صبر کرنا لازمی ہے پھر تھوڑی دیر آپؑ بے ہوش رہے جب ہوش میں آئے تو فرمایا یہ رسولؐ خدا اور میرے چچا حمزہؓ اور بھائی جعفر طیارؓ میرے پاس آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جلدی آؤ ہم تمہارے مشتاق ہیں پس آپؑ نے نگاہیں موڑ کر اپنے اہل بیتؑ کو دیکھا اور فرمایا سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا سب کو حق وصداقت کے راستہ پر قائم اور دشمنوں سے محفوظ رکھے۔ میرے بعد تمہارا خدا حافظ وناصر ہے اور وہ نصرت کے لیے کافی ہے۔

اس کے بعد آپؑ کی جبین مبارک پسینہ سے تر ہوگئی اور آپؑ نے آنکھیں بند کر لیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پاؤں دراز کر لیے اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ۔ یہ کہہ کر قدم شہادت کے ساتھ جنت کی طرف روانہ ہو گئے صلوت اللہ علیہ ولعنۃ اللہ علی قاتلہ یہ واقعہ ہائلہ شب جمعہ اکیس ۲۱ ماہ رمضان مبارک ۴۰ھ کو واقع ہوا۔ اس وقت گریہ و زاری کی صدا کے گھر سے بلند ہوئی تو اہل کوفہ کو معلوم ہوا کہ آپؑ کا انتقال ہو گیا ہے تمام شہر کوفہ سے آواز نالہ و گریہ آپؑ کی وجہ سے مثل اس دن کے بلند ہوئی کہ جس دن رسولؐ خدا نے دنیا سے رحلت فرمائی تھی نیز اس رات آفاق واطراف آسمان متغیر ہوئے اور فرشتوں کو تسبیح و تقدیس کی آواز فضا سے سنائی دیتی تھی۔ اور قبائل جنات نوحہ اور گریہ کرتے تھے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔ پس آپؑ کو غسل دینے لگے۔ محمد بن حنفیہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے بھائی غسل میں مشغول ہوئے امام حسینؑ پانی ڈالتے تھے اور امام حسنؑ غسل دیتے تھے اور کسی کی ضرورت نہ تھی کہ جسم کو ادھر ادھر پھیرے بلکہ غسل کے وقت خود بخود جسم مطہر اس طرف سے اس طرف پھرتا تھا اور مشک و عنبر سے زیادہ خوشبو آپؑ کے جسم مطہر سے آتی تھی جب غسل سے فارغ ہو چکے تو امام حسنؑ نے آواز دی بہن میرے نانا کا حنوط لے آؤ۔ جناب زینب علیہا السلام جلدی سے امیر المومنینؑ کے حنوط کا حصہ لے آئیں جو پیغمبر اکرمؐ اور فاطمہ علیہا السلام کے حصہ کے بعد رہ گیا۔ تھا اور یہ اس کافور میں سے تھا جو جبریل جنت سے لے کر آئے تھے جب اس حنوط کو کھولا گیا تو سارا شہر کوفہ اس کی خوشبو سے معطر ہو گیا حضرت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا گیا اور تابوت میں رکھا۔ امیر المومنینؑ کی وصیت کے مطابق تابوت کے پچھلے حصہ کو حسینؑ نے اٹھایا اور اگلے حصہ کو جبرئیلؑ و میکائیلؑ نے اٹھا رکھا تھا آپؑ کو نجف کی طرف جو کوفہ کی پست پر ہے لے چلے۔ کچھ لوگ چاہتے تھے کہ مشایعت کے لئے ساتھ جائیں امام حسنؑ نے انہیں واپس جانے کا حکم دیا اور حضرت امام حسینؑ گریہ کرتے اور کہتے تھے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے بابا آپؑ کے غم سے ہماری کمر ٹوٹ گئی۔ محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپؑ کے جنازہ جس دیوار عمارت اور درخت کے پاس سے گزرتا وہ خم ہو جاتا۔

امام شیخ طوسیؒ کی روایت کیمطابق جب آپ کا جنازہ غری پہنچا کہ جو قدیم زمانہ میں میل کی طرح ایک بنا تھی کہ جسے علم بھی کہتے تھے تو وہ آپؑ کے تابوت کی تعظیم واحترام میں جھک گیا۔ اب اس کی جگہ پر ایک مسجد ہے کہ جسے مسجد حنانہ کہتے ہیں اور نجف سے مشرق کی طرف تقریباً تین ہزار ہاتھ کے فاصلہ پر ہے خلاصہ یہ کہ جب جنازہ قبر کی جگہ پر پہنچا تو تابوت از خود زمین پر آ گیا پس جنازہ زمین پر رکھ دیا گیا۔ امام حسنؑ نے باجماعت نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں نماز کے بعد جنازہ وہاں سے ہٹا کر اس جگہ کو کھودا گیا تو اچانک کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی لحد ظاہر ہوئی قبر کے نیچے ایک تختہ بچھا ہوا تھا کہ جس پر ایک تختی تھی جس پر خط سریانی میں دو سطریں تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حفرہٗ لاح النبی لعلیٍ وصی محمد ﷺ قبل

الطوفان بسبعمائة عامٍ

یعنی سہارا اللہ کے نام کا جو رحم و رحیم ہے یہ وہ ہے جسے نوح بنی نے علی وصی محمدؐ کے لیے طوفان سے سات سو سال پہلے کھودا ہے۔

اور ایک روایت کے مطابق لکھا تھا یہ وہ چیز ہے جسے حضرت نوحؑ پیغمبر نے طاہر و مطہر عبد صالح کے لیے ذخیرہ کیا ہے جب چاہا کہ حضرت کو قبر میں داخل کریں تو ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اتار و اسے پاک و پاکیزہ تربت میں کیونکہ حبیب اپنے حبیب کا مشتاق ہے۔ نیز منادی کی آواز سنی گئی جو کہہ رہا تھا خداوند عالم تمہیں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

امام محمدؑ باقر سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ کو طلوع صبح سے پہلے غریتین میں دفن کیا اور آپؑ کی قبر میں امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن جعفر داخل ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آپؑ کی قبر کو بند کرنے کے بعد ایک اینٹ سرہانے کی طرف سے اٹھائی گئی اور قبر کے اندر دیکھا تو قبر میں کچھ نہ پایا۔ اچانک ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ امیر المومنینؑ خدا کے صالح بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پیغمبرؐ کے پاس بھیج دیا ہے اور اسی طرح خدا انبیاء کے بعد اوصیاء کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی پیغمبرؑ مشرق میں وفات پائے اور اس کا وصی مغرب میں رحلت کرے تو خداوند عالم اس وصی کو نبیؑ سے ملا دیتا ہے۔ صاحب کتاب مشارق الانوار امام حسنؑ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ نے حسنین علیہما السلام سے فرمایا کہ جب مجھے قبر میں رکھو تو قبر پر مٹی ڈالنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ پھر قبر میں نظر کی تو کیا دیکھا کہ سندس کا ایک پردہ قبر کے اوپر تنا ہوا ہے امام حسنؑ نے سر کی جانب سے اس پردہ کو ہٹا کر قبر میں دیکھا تو رسولؐ خدا آدم صفی اللہ اور ابرہیم خلیل اللہ علیہما السلام کو حضرت سے محو گفتگو دیکھا اور امام حسینؑ نے پائنتی کی طرف سے پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ جناب فاطمہ حوا مریم اور آسیہؑ آپؑ پر نوحہ کر رہی ہیں جب آپؑ کے دفن سے فارغ ہو چکے تو صعصعہ بن صوحان عبدی نے آپؑ کی قبر مقدس کے قریب کھڑے ہو کر تھوڑی سی مٹی اٹھا کر اپنے سر میں ڈالیں اور کہا اے امیر المومنینؑ میرے ماں باپؑ آپ پر فدا ہوں۔ اے ابوالحسنؑ خوشگوار ہوں آپؑ کیلئے خدا کی کرامتیں بے شک آپؑ کی جائے پیدائش پاکیز آپ کا صبر قوی اور جہاد عظیم تھا اور جو آپؑ کی آرزو تھی اسے آپؑ نے پالیا۔ آپؑ نے نفع بخش تجارت کی اور اپنے پروردگار کے پاس پہنچ گئے۔ اس قسم کے بہت سے کلمات کہے اور بہت گریہ کیا اور دوسروں کو رلا ا پھر امام حسنؑ و امام حسینؑ محمد و جعفر و عباسؑ و یحییٰؑ و عون اور حضرتؑ کے باقی شاہزادوں کی طرف رُخ کر کے انہیں تعزیت کہی اور کوفہ کی طرف پلٹ آئے جب صبح ہوئی تو مصلحت کی بناء پر ایک تابوت حضرت کے گھر سے نکالا گیا اور کوفہ کے باہر حضرت امام حسنؑ نے اس تابوت پر نماز پڑھی اور اس تابوت کو ایک اونٹ پر باندھ کر مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ منقول ہے کہ عبداللہ بن عباس نے حضرت امیر المومنینؑ کے لیے ایک مرثیہ پڑھا منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کی خبر معاویہ کو ملی تو اُس نے کہا۔ ان الاسد الذی کان یفترش ذراعیه فی الحرب قد قضی ینحیهٗ جو شیر اپنے بازو جنگ کے وقت زمین پر بچھا دیتا تھا۔ وہ اس جہان سے کوچ کر گیا۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا۔ قل لا رانب ترعیٰ اینما

سرحت وللطباء بلاخوف والا وحل خرگوش اور ہرنوں سے کہہ دواب جہاں شوق ہو بے خوف وخطر پھریں۔ [1]

شیخ کلینی ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے معتبر اسناد کے اتھ روایت کی ہے کہ حجرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے دن لوگوں کے گریہ ونالہ کی آواز بلند تھی اوران پر عظیم دہشت طاری تھی اس دن کی طرح جس دن رسول خدا نے رحلت فرمائی تھی۔ اچانک ایک بوڑھا آدمی آنسو بہاتا ہوا تیزی کے ساتھ آیا اور وہ انا اللہ وانا الیہ راجعون کہہ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ آج خلافت نبوت ختم ہوگئی۔ پس وہ آیا اور حضرت امیر المومنینؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ اقوراس نے امیر المومنینؑ کے بہت سے مناقب بیان کیے۔ لوگ خاموش تھے اور گریہ کررہے تھے جب اس نے اپنی گفتگو ختم کی تو نظروں سے غائب ہوگیا۔ لوگوں نے جتنا اس کو تلاش کیا وہ نہ مل سکا۔ مولف کہتا ہے کہ وہ بوڑھا شخص حضرت حضرؑ تھے اور ان کے کلمات حضرتؑ کی شہادت کے دن بمنزلہ زیارت حضرت امیر المومنینؑ ہیں اس احقر نے انہیں کتاب ہدیہ کے باب زیارت میں نقل کیا ہے۔ اوراس مختصر پر ان کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں۔

---

[1] (جو اصل کتاب میں موجود ہے ہم نے مرثیہ اوراس کے ترجمہ کا ذکر نہیں کیا (مترجم)

پانچویں فصل

ابن ملجم لعین کا امام حسنؑ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا بیان

جب امام حسنؑ اپنے پدر بزرگوار کا جسد مبارک زمین نجف اشرف میں دفن کر چکے اور کوفہ کی طرف لوٹ آئے تو شیعان علیؑ کے درمیان منبر پر تشریف لے گئے اور چاہا کہ خطبہ پڑھیں لیکن اشک چشم اور طغیان گریہ آپؑ کے گلوگیر ہو گیا اور آپؑ گفتگو نہ کر سکے پس کچھ دیر کے لیے منبر پر بیٹھے رہے۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو دوبارہ کھڑے ہوئے اور انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ جن کلمات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم آپؑ نے ستائش و سپاس خدائے پاک کے بعد فرمایا حمد ہے اس خدا کے لیے کہ جس نے خلافت ہم اہل بیتؑ کے لیے نیک اور اچھی چیز قرار دی۔ خدا کی قسم حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی وفات کے بعد صرف چار سو درہم چھوڑے ہیں کہ جن سے آپؑ اپنے اہل وعیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے[1] اور مجھ سے میرے جد بزرگوار رسول خداؐ نے حدیث بیان کی کہ بارہ افراد اہل بیتؑ کے جو اس کے چنے ہوئے ہیں امت اور خلافت کے مالک ہوں گے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو قتل نہ ہو یا اسے زہر نہ دیا جائے۔ جب آپؑ نے یہ کلمات ختم کیے تو آپؑ کے حکم سے ابن ملجم کو حاضر کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا تجھے کس چیز نے اس پر اکسایا کہ تو نے امیر المومنینؑ کو شہید کیا اور دین میں رخنہ اور شگاف پیدا کیا۔ وہ ملعون کہنے لگا میں نے خدا سے عہد کیا تھا اور اپنے ذمہ لیا تھا کہ تمہارے باپ کو قتل کروں لہٰذا میں نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اب اگر چاہو مجھے امان دو تا کہ شام میں جا کر معاویہ کو قتل کروں اور آپؑ کو اس کے شر سے آسودہ خاطر کر دوں اور دوبارہ آپؑ کے پاس آؤں اس کے بعد چاہو تو مجھے قتل کر دینا اگر چاہو تو بخش دینا۔ امام حسنؑ نے فرمایا یہ خیال دل سے نکال دے۔ خدا کی قسم تو اب دنیا کا ٹھنڈا پانی نہیں پی سکے گا۔ جب تک تیری روح جہنم کی آگ سے جا کر نہ ملے اور فرحۃ الغری کی روایت کے مطابق ابن ملجم نے کہا میرے پاس ایک راز ہے میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے کان میں کہوں۔ حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا یہ ملعون چاہتا ہے کہ شدت عداوت و بغض کی وجہ سے حضرت نے امیر المومنینؑ کی وصیت کے مطابق ابن ملجم ملعون کو ایک ہی ضربت سے واصل جہنم کیا۔ دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے حکم دیا اس کی گردن اڑا دی جائے اور ام الہیثم بنت اسود نخعی نے خواہش کی کہ اس کا جثہ پلید اس کے سپرد کیا جائے پس اس نے آگ روشن کی اور اس میں اسے جلا دیا۔ مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن ملجم پلید کو اکیس ماہ رمضان کے دن جو کہ حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کا دن تھا جہنم واصل کیا گیا جیسا کہ اس مضمون کی اور

---

[1] اس کے بعد امام حسینؑ کے حالات میں اس سے زیادہ طویل خطبہ حضرت کا ذکر ہوگا کہ جس میں آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ سات سو درہم چھوڑ گئے ہیں کہ جن سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔

روایات بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کتب قدیم میں ہے کہ جس رات امیر المومنینؑ کو دفن کیا گیا اس کی دوسری صبح جناب ام کلثومؑ نے امام حسنؑ کو قسم دی کہ میں چاہتی ہوں میرے باپ کا قاتل ایک گھڑی بھی زندہ نہ رہے لہٰذا ان کلمات کا نتیجہ یہی نکلا کہ جو کچھ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابن ملجم ملعون کو ماہ رمضان کی ستائیس تاریخ کو جہنم رسید کیا گیا اس کی کوئی سند نہیں۔

ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ابن ملجم کی ہڈیاں ایک گڑھے میں ڈال دی گئی تھیں لوگ اس جگہ سے نالہ وفریاد کی صدا سنتے تھے۔ مورخ امین مسعودی کہتا ہے کہ جب ابن ملجم ملعون کو قتل کرنے لگے تو عبداللہ بن جعفر نے خواہش کی کہ اسے میرے سپرد کیا جائے تاکہ میں اس سے اپنے نفس کی تسلی تشفی حاصل کروں۔ پس اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور ایک میخ آگ میں گرم کی اور وہ اس کی آنکھوں میں پھرائی تو وہ ملعون کہنے لگا۔ منزہ ہے وہ خدا کہ جس نے انسان کو (یا آنکھ کی پتلی کو) خلق کیا ہے تو چاہتا ہے کہ تیزی سے جلانے والی سلائی اپنے چچا کی آنکھوں میں پھیرے پھر لوگوں نے اس ملعون کو پکڑ لیا اور ایک بورے میں لپیٹ کر اس پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔

چھٹی فصل

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی اولاد کے بیان میں

شیخ مفید کے قول کے مطابق حضرت امیر المومنینؑ کے ستائیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ان میں سے چار افراد امام حسنؑ، امام حسینؑ زینب کبریٰ جن کا لقب عقیلہ تھا اور زینب صغریٰ جن کی کنیت ام کلثوم علیہم السلام ہیں ان کی والدہ جناب فاطمہ زہراؑ سیدۃ النساء ہیں۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حالات تو بیان ہوں گے۔ جناب زینبؑ عبداللہ ابن جعفر اپنے چچازاد کے ساتھ بیاہی گئیں اور ان سے آپؑ کے ہاں اولاد ہوئی کہ جن میں سے محمد وعون کربلا میں شہید ہوئے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر جو کربلا میں شہید ہوئے ان کی والدہ خوصا بنت خفصہ بن نقیب تھیں اور وہ عبیداللہ کے سگے بھائی ہیں عبیداللہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ باقی رہیں جناب ام کلثوم تو ان کی شادی کا قصہ عمر کے ساتھ کتب میں لکھا ہے اور اس کے بعد عون بن جعفر اور ان کے بعد محمد بن جعفر سے ان کی تزویج ہوئی اور ابن شہر شوب نے ابو محمد نوبختی کی کتاب امامت سے روایت کی ہے کہ ام کلثوم کی شادی عمر بن خطاب سے ہوئی اور چونکہ وہ مخدرہ ابھی کم سن تھیں لہٰذا رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عمر انتقال کر گئے مترجم کہتا ہے کہ بنی امیہ اور خاندان سادات کے دوسرے دشمنوں نے اہل بیت عصمت پر جہاں اور ظلم کیے ہیں۔ وہاں ایک سلسلہ مظالم کا یہ کیا کہ اس خاندان کی بعض مستورات کے عقد مخالفین اہل بیتؑ یا کفار سے ثابت کرنے کی کوشش کی مثلاً یہ کہ رسول کی چار بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے دو عتبہ وعتیبہ ابولہب کے بیٹوں سے اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے عثمانؓ سے بیاہی گئیں اور ایک بیٹی ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی گئی (۲) جناب ام کلثوم بنت امیر المومنینؑ وخباب فاطمہ عمر بن خطاب سے بیاہی گئیں۔ (۳) جناب سکینہ بنت الحسینؑ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

نباتِ رسولؐ کے سلسلہ میں تو ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ مسلمانوں نے اس پر اکتفا دنہ کیا بلکہ یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ جناب ام کلثوم کا نکاح عمر بن خطاب سے ہوا۔ لیکن اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ افسانہ پہلے افسانہ سے بھی زیادہ بے بنیاد ہے۔ کسی روایت کی صحت سقم کو دیکھنے سے پہلے اس کے مندرجات کو نظر غائر سے دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ ہو بھی سکتا ہے یا نہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر کو یہ شوق تھا کہ ان کا انتساب خاندانِ رسالت سے ہو جائے۔ اگر یہ شوق سچا تھا تو انتساب تو پہلے سے ہو گیا تھا ان کی بیٹی رسولؐ کی بیوی تھی وہ رسول کے خسر ہو گئے اگر یہ مصاہرت کچھ فائدہ دے سکتی ہے تو کافی تھی اور پھر کسی خاندان سے نسبت کا فائدہ تب ہوتا ہے جب اسی خاندان کی شرافت وعظمت کوئی شخص تسلیم کرتا ہو۔ حضرت عمر وہ بزرگوار ہیں جن کی کوششوں سے بعد وفات رسولؐ خاندان رسالت ظاہری خلافت وحکومت سے محروم ہو گیا۔

ان کی برکت سے جناب سیدہؑ اپنے باپ کی میراث سے لاتعلق کردی گئیں۔ ان کی وجہ سے فدک جو باپ نے بطور ہبہ جناب سیدہؑ کو بخش دیا تھا وہ چھین لیا گیا ان کے حکم سے سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑیاں جمع کی گئیں اور گھر کو جلانے کی دھمکی دی گئی جب کہا گیا کہ اس میں فاطمہؑ اور ان کی اولاد موجود ہے تو کہا کہ کوئی بھی ہو میں جلا دوں گا۔ رسول کی بیٹی جس صاحب کے مظالم سے روتی ہوئی اس دنیا سے چلی گئی ہو اور یہ وصیت کر گئی ہو کہ میرے جنازہ میں یہ لوگ شریک نہ ہوں۔ اس کی اولاد سے انہیں شرف حاصل کرنے کا شوق کیسے پیدا ہو گیا تھا۔ آیئے ذرا ان روایات پر بھی غور کر لیتے ہیں۔ کتاب ہدایۃ السعداء ص ۲۵۵ پر لکھا ہے کہ جس ام کلثوم کا عقد عمر سے ہوا اس کی عمر چار سے لے کر پانچ برس تھی شبلی نعمانی نے الفاروق ص ۶۰۳ پر لکھا ہے کہ ۱۷ھ ہجری میں ۴۰ ہزار درہم حق مہر پر نکاح ہوا۔ ادھر تمام مورخین متفق ہیں کہ ام کلثوم نے معاملہ فدک میں گواہی دی۔ فدک کا واقعہ ۱۱ھ کا ہے جس لڑکی کی عمر ۱۷ ہجری میں چار پانچ سال ہے وہ گیارہ ہجری میں کیسے پیدا ہو گئی تھی۔ ازواج رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بیٹیوں اور بیویوں کا حق مہر ہمیشہ مہر سنت ہوتا تھا جس کی مقدار پانچ سو درہم سے زیادہ نہ تھی۔ تاریخ خمیس روضۃ الاحباب ابن اثیر روضۃ الصفا۔ جیب السیر وغیرہ میں ہے کہ ام کلثوم کے عمرؓ سے دو بچے ہوئے زاید اور رقیہ۔ زید جب جوان ہوا تو معاویہ کے زمانہ میں کسی خانہ جنگی میں زخمی ہوا اور چند دن زندہ رہ کر اپنی ماں ام کلثوم کے ساتھ ایک ہی وقت میں انتقال کر گیا۔

ابن عمر اور حسنؑ بن علیؑ نے دونوں پر نماز جنازہ پڑھی۔ اب غور کریں کہ امام حسنؑ نے ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں شہادت پائی تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد تو وہ ام کلثوم زندہ نہیں ہونی چاہیے۔ کہ جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ پڑھا چکے ہیں۔ لیکن جناب ام کلثوم بنتِ فاطمہؑ علیؑ تو واقعہ کربلا تک بلکہ اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ جیسا کہ تحریر الشہادتیں روضۃ الشہداء روضۃ الاحباب مقتل ابومخف نور العینین ودیگر تمام کتب (جن میں واقعہ کربلا درج ہے) ہے تحریر ہے۔ لہٰذا وہ ام کلثوم جو زید ورقیہ کی ماں تھی اور جس کی نماز جنازہ امام حسنؑ نے پڑھائی تھی اگر بنتِ فاطمہؑ ہوتی تو واقعہ کربلا میں موجود نہ ہوتی بلکہ تاریخ خمیس واستیعاب واصابہ میں ہے کہ جناب زینبؑ کے انتقال کے بعد ان کے شوہر عبداللہ بن جعفر نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ بیوہ محمد بن جعفر سے عقد کیا اور ۸۰ھ میں ام کلثوم کی وفات ہوئی اس روایت سے معلوم ہوا کہ ام کلثوم بنت علیؑ وفاطمہؑ تو واقعہ کربلا سے بیس سال بعد تک زندہ تھیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ام کلثوم سے ۱۷ھ میں عمرؓ نے عقد کیا اور اس کی عمر چار پانچ سال تھی وہ ابوبکرؓ کی بیٹی تھی۔ جیسا کہ تاریخ طبری اور کامل بن اثیر اور استعیاب میں ہے کہ ابوبکرؓ کی ایک لڑکی ان کی وفات کے چھ دن بعد پیدا ہوئی یا وفات کے دن پیدا ہوئی جس کا نام ام کلثوم رکھا گیا اور ابوبکرؓ کی بیوی اسماء بنتِ عمیس نے ان کی وفات کے بعد حضرت علیؑ سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابوبکرؓ کے بیٹے محمد بن ابی بکر نے حضرت علیؑ کے ہاں پرورش پائی۔ اسی ام کلثوم کی عمر ۱۷ھ میں چار پانچ سال ہو سکتی ہے۔ اسی ام کلثوم کی خواستگاری عمرؓ نے بی بی عائشہؓ سے کی جیسا کہ کامل بن اثیر اور استعیاب میں ہے اور عائشہ راضی ہو گئیں۔ ممکن ہے کہ عائشہؓ سے رضا لینے کے بعد عمرؓ نے ضروری سمجھا کہ حضرت علیؑ کی بھی اجازت لے لی جائے کیونکہ وہ حضرتؑ کے زیر تربیت تھی۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی ایسی لڑکی سے عمرؓ کی شادی ہوئی کہ جو حضرتؑ امیرؑ کے گھر اور آپ کی

تربیت میں تھی تو وہ ام کلثوم بنت ابی بکر ہے۔اس کو یار لوگوں نے بنتِ علیؑ اور بعض نے بنت فاطمہؑ جو لکھا ہے وہ دشمنی و بغض آل محمدؐ کی بنا پر ہے اور انہوں نے تنقیص خاندان رسالتؐ کر کے اپنے پیرانِ طریقت کی مدح وثناء کا حق ادا کیا ہے اور ہمارے بعض محدثین نے تسامحاً ان روایات کی درایت کے اصول کو مدنظر نہ رکھتے ہوئے لکھ دیا ہے لیکن جو جید علماء ہیں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ نسبت غلط ہے جیسا کہ مراۃ العقول جلد ۳ ص ۴۴۹ میں۔

قال الشیخ المفید ان الخبر الوارد بتزویج امیر المومنین بینة من عمر لم یثبت وطریقه من زبیر بن بکارٍ ولم یکن موتوقاً به کان متهما فیما یذکرہ من بغضه الامیر المومنین علیہ السلام الخ۔

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ فماتے ہیں کہ جو روایت حضرت امیر المومنینؑ کی عمر سے اپنی بیٹی کی تزویج کرنے کے سلسلہ میں وارد ہے وہ ثابت نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی زبیر بن بکار ہے اور وہ قابلِ اعتبار نہیں بعض جناب امیر المومنینؑ کی وجہ سے وہ جو کچھ (اس قسم کی باتیں) بیان کرتا ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔الخ۔

اس سلسلہ میں اگر آپ مزید تحقیق کرنا چاہیں تو جناب مولانا حکیم اظہر صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ بانی اصلاح کھجوہ کی کتاب ستر مکتوم فی عقد ام کلثوم پڑھیں۔مرحوم نے اس موضوع پر یہ بہترین کتاب لکھی ہے۔جیسا کہ اکثر تاریخوں میں موجود ہے پہلے ان کی شادی عون بن جعفر سے اس کے بعد محمد بن جعفر سے اور آخر میں عبداللہ بن جعفر سے ہوئی (عرض مترجم ختم ہوئی) پانچویں محمد جن کی کنیت ابوالقاسم تھی اور ان کی والدہ خولہ حنفیہ بنت جعفر بن قیس تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ رسول خداؐ نے امیر المومنینؑ کو محمد کی ولادت کی بشارت دی تھی اور اپنا نام اور کنیت ان کو بخشی تھی۔محمد عمرؓ کی حکومت کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ان کی عمر پینسٹھ سال بتائی جاتی ہے اور ان کی وفات کی جگہ کے متعلق اختلاف ہے۔ایک قول ہے ایلہ میں دوسرے قول کے مطابق طائف میں اور ایک قول ہے کہ مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور جماعت کیسانیہ انہیں امام سمجھتی ہے اور مہدی آخرالزمان کہتی ہے اور ان کا اعتقاد ہے کہ محمد جبال رضوی میں (جو کہ یمن کے پہاڑ ہیں) رہتے ہیں اور ایک دن خروج کریں گے اور الحمدللہ کہ اس مذہب کے لوگ ختم ہو چکے ہیں اور محمد عالم و بہادر وصاحب قوت وطاقت تھے منقول ہے کہ ایک وقت امیر المومنینؑ کی خدمت میں کچھ زرہیں پیش کی گئیں کہ جن میں سے ایک قدوقامت انسانی سے کچھ بڑی تھی۔حضرت نے فرمایا کہ اس زرہ کا کچھ حصہ کاٹ دیا جائے محمد نے زرہ کا کنارہ جمع کیا اور جس جگہ حضرت امیرؑ نے نشان لگایا تھا۔ایک ہاتھ سے پکڑی اور جس طرح ریشم کے بٹے ہوئے تاگوں کو توڑا جاتا ہے۔اس زرہ کے کنارے توڑ دیئے ان کا اور قیس بن سعد بن عبادہ کا واقعہ ان دو رومی اشخاص کے ساتھ جو سلطان روم کی طرف سے بھیجے گئے تھے مشہور معروف ہے اور آپ کی شجاعت ودلیری جنگ

جمل وصفین کے واقعات سے معلوم ہوتی ہے۔(۶) اور(۷) عمر اور رقیہ کبریٰ ہیں یہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے ان کی والدہ ام حبیبہ بنت ربیعہ ہے۔(۸)(۹)(۱۰ اور ۱۱) عباسؑ جعفر۔عثمان اور عبداللہ اکبر ہیں۔ یہ چار حضرات کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی شہادت کے حالات انساء اللہ مذکور ہوں گے اور ان چار حضرات کی والدہ ام البنین بنتِ حزام کلابی ہیں۔منقول ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا کہ آپ انساب عرب کے عالم ہیں میرے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کریں جس سے مریا ایسا بیٹا ہو جو نمردار فارس عرب ہو(عقیل کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ ام البنین کلابیہ سے شادی کیجئے کہ جن کے آباء اجداد سے زیادہ بہادر عرب میں کوئی نہیں تھا پس جناب امیرؑ نے ان سے شادی کی اور ان سے جناب عباسؑ اور تین اور بھائی پیدا ہوئے یہی وجہ تھی کہ شمر بن الجوشن لعنہ اللہ علیہ جو بنی کلاب میں سے تھا۔کربلا میں جناب ابوالفضل العباسؑ اور ان کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لایا اور انہیں بہن کے بیٹوں کے لفظ کیساتھ مخاطب کیا۔جیسا کہ ذکر ہوگا۔(۱۲) اور(۱۳) محمد اصغر اور عبداللہ ہیں اور محمد کنیت ابوبکر ہے اور یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود وارمیہ تھیں۔(۴) یحییٰ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں۔(۱۵) اور (۱۶) ام الحسن اور رملہ ہے ان کی والدہ ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔اور یہ رملہ رملہ کبریٰ ہیں جو ابوالہیاج عبداللہ بن ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی بیوی تھیں۔اور یہ کہا گیا ہے کہ ام الحسنؑ جعدہ بن ہبیرہ کی بیوی تھیں جو ان کی پھوپھی کا لڑکا تھا۔ اور اس کے بعد جعفر بن عقیل نے ان سے نکاح کیا(۱۷،۱۸ اور ۱۹ نفیسہ زینب صغریٰ اور رقیہ صغریٰ ابن شہر آشوب نے ان تینوں کو ام سعید بنت عروہ کی بیٹیاں کہا ہے اوام الحسن اور رملہ کی والدہ ام شعیب مخزومیہ بیان کی ہیں۔منقول ہے کہ نفسہ کی کنیت ام کلثوم صغریٰ تھی اور کثیر بن عبدالمطلب نے ان سے شادی کی اور زینب صغریٰ محمد بن عقیل کے عقد میں بیس سے لے کر ستائیس تک اس ترتیب سے ہے ام ہانی۔ام الکرام جمانہ جن کی کنیت ام جعفر ہے۔امامہ۔ام سلمہ۔میمونہ۔خدیجہ اور فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض علماء نے آپ کی اولاد کی تعداد چھتیس تک لکھی ہے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں ان میں عبداللہ اور عون کو مزید شمار کیا ہے کہ جن کی ماں اسماء بنت عمیس ہیں۔اور ہشام بن محمد جو ابن اور عثمان اصغر جعفر اصغر عباس اصغر اور عمر اصغر رملہ صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ اور ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی محیاۃ بنت امراء القیس سے جو آپؑ کی بیوی تھیں۔ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی اور شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے درمیان ذکر ہوتا ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا ایک بیٹا حضرت امیر المومنینؑ سے ان کے شکم میں تھا جس کا نام رسول خدا نے محسن رکھا تھا۔رسولِ خدا کی وفات کے بعد وہ بچہ شکم مادر سے سقط ہوگیا۔مولف کہتا ہے مسعودی نے مروج الذہب میں ابن قتیبہ نے معارف میں اور نور الدین عباس موسوی شامی نے ازہار بستان الناظرین میں محسن کو اولاد امیر المومنینؑ میں شمار کیا ہے اور صاحب مجدی کہتا ہے کہ شیعہ محسن اور اس کو سقط کرنے کی روایت بیان کرتے ہیں اور میں نے بعض اہل نسب کی کتب میں محسن کا ذکر تو دیکھا ہے لیکن ان کو سقط کرنے کی روایت بیان کرتے ہیں اور میں نے بعض اہل نسب کی کتب میں محسن کا ذکر تو دیکھا ہے لیکن ان کے سقط کی کوئی ایسی وجہ بیان نہیں کی گئی کہ اس پر میں اعتماد کرسکوں۔خلاصہ یہ کہ امیر المومنینؑ کے بیٹوں میں سے پانچ کی اولاد ہے امام حسنؑ امام حسینؑ محمد بن حنفیہ عباس اور عمر اکبر اور امیر المومنینؑ کی اولاد کی ماؤں کے ذکر سے آپ کی بیویوں کا ذکر بھی فی

الجملہ ہو گیا ہے اور کہا گیا ہے حضرت فاطمہؑ جب تک زندہ تھیں حضرت امیرؑ نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا۔ جیسا کہ رسول خداؐ نے جناب خدیجہؑ کی زندگی میں دوسری کوئی عورت نہیں کی جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی امامہ سے شادی کی اور ایک روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ کی وفات کے تین راتوں کے بعد امامہ کی شادی ہوئی اور جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی تو چار بیویاں اور اٹھارہ ام الولد (کنیزیں) آنجناب کی موجود تھیں اور ان چار خواتین کے نام یہ ہیں۔ امامہ، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ تمیمیہ اور ام البنین۔ [1]

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد کا تذکرہ

محمد بن حنفیہ کی چوبیس اولادیں تھیں کہ جن میں سے چودہ لڑکے تھے اور ان کی نسل ان کے دو بیٹوں علی و جعفر سے چلی ہے اور جعفر یوم حرہ میں (جب کہ مسرف بن عقبہ نے یزید بن معاویہ کے حکم سے اہل مدینہ کو قتل کیا) شہید ہوئے اور اس کی زیادہ تر اولاد اس لمذری عبداللہ بن جعفر ثانی بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بن حنفیہ تک جا پہنچتی ہے اور انہیں میں سے شریف نقیب ابوالحسن احمد بن قاسم بن محمد عیود بن علی بن راس المذری وران کے بیٹے ابو محمد حسن بن احمد سید جلیل القدر سید مرتضیٰ کے جانشین تھے نقابت بغداد کے معاملہ میں اور ان کی نسل میں اہل علم وجلالت وفضل موجود تھے لیکن وہ ختم ہو چکے ہیں اور انہیں میں سے جعفر الثالث بن راس المذری ہیں کہ جن کی نسل ان کے بیٹے زید علی موسیٰ اور عبداللہ سے ہے اور علی بن جعفر ثالث کی اولاد میں سے ہے۔ ابوعلی محمدی بصرہ میں اور وہ ہیں حسن بن حسین بن عباس بن علی بن جعفر ثالث جو صدیق عمری تھے اور ابونصر بخاری سے منقول ہے کہ محمد یہ کا صحیح نسب تین اشخاص پر منتہی ہوتا ہے۔ زید الطویل بن جعفر ثالث اسحاق بن عبداللہ رأس المذری کی اولاد میں سے ہے۔ سید ثقہ ابوالعباس عقیل بن حسین بن محمد مذکور جو کہ فقیہ ومحدث کثیر الروبہ ہیں۔ اور کتاب صلوٰۃ کتاب مناسک حج اور کتاب امالی ان کی کتابیں ہیں۔ ان سے شیخ عبدالرحمٰن نیشاپوری نے پڑھا ہے اور ان کی اولاد اطراف اصفہان وفارس میں ہے اور ارأس المذری کی اولاد میں سے ہیں۔ فاضل محدث ہیں اور ان کے بیٹے شریف ابو محمد عبداللہ بن قاسم اور علی بن حنفیہ کی اولاد میں ابو محمد حسن بن علی مذکور ہے اور وہ شخص عالم وفاضل تھے۔ کیسانیہ اسے باپ کے بعد امام سمجھتے ہیں باقی رہے ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ تو وہ کیسانیہ کے امام ہیں ان سے بیعت منتقل ہوئی بنی عباس کی طرف پس اس کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ابونصر بخاری کہتا ہے کہ محمد یہ قزوین میں رئیس قم میں عماء اور ری میں سادات ہیں۔

---

[1] تذییل آپ جان چکے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے شاہزادوں میں سے پانچ کی اولاد تھی امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان بزرگواروں اور ان کی اولاد کا تذکرہ تو انشاء اللہ بعد میں ہوگا۔ اور باقی تین حضرات محمد حنیفہ۔ حضرت عباس اور عمر اطراف ہیں اور مناسب ہے کہ ہم یہاں ان کی کچھ اولاد کی طرف اشارہ کریں۔

جناب ابوالفضل العباسؑ بن امیر المومنینؑ کی اولاد کا تذکرہ

حضرت عباس بن امیر المومنینؑ کی اولاد ان کے بیٹے عبیداللہ سے چلی ہے اور عبیداللہ کی نسل ان کے بیٹے حسن بن عبیداللہ تک منتہی ہوتی ہے اور حسنؑ کی نسل ان کے پانچ بیٹوں سے ہے۔(۱) عبیداللہ جو حرمین کے قاضی اور مکہ و مدینہ کے امیر تھے (۲) عباس جو خطیب و فصیح و بلیغ تھے۔(۳) حمزۃ الاکبر (۴) ابراہیم جروقہ (۵) فضل اور فضیل بن حسن بن عبیداللہ مرد فصیح و متکلم دین کے معاملہ میں شدید اور عظیم شجاعت کے مالک تھے اور ان کی نسل تین بیٹوں سے چلی، جعفر عباس اکبر اور محمد اور محمد بن فضل کی اولاد میں سے ابوالعباس فضل بن محمد خطیب و شاعر ہیں اور ان کے اشعار میں سے ایک مرثیہ ہے جو انہوں نے اپنے جد بزرگوار حضرت عباس کے متعلق کہا ہے (جو اصل کتاب میں لکھا ہے (مترجم) اور فضل صاحب اولاد ہے اور ابراہیم جروقہ تو وہ فقہاء ادباء اور زہاد میں سے تھے اور ان کی اولاد تین نبیوں سے ہے حسن محمد اور علی علی بن جروقہ اسخیاء بنی ہاشم میں سے تھے اور صاحبِ عزت و وقار تھے۔ان کی وفات سنہ ۶۴ھ میں ہوئی اور ان کے انیس بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک عبیداللہ بن علی ابن ابراہیم جروقہ بغداد کے خطیب تھے اور ان کی کنیت ابوعلی تھی اور وہ اہل بغداد میں سے تھے۔مصر میں جا کر وہیں سکونت اختیار کی اور ان کے پاس کچھ کتابیں جعفریہ کے نام کی تھیں جن میں فقہ اہل بیت ہے اور انہیں شیعہ بتایا جاتا ہے ان کی وفات مصر میں میں سنہ ۳۱۲ھ میں ہوئی۔حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس جن کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ شباہت رکھتے تھے۔اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق مامون نے اپنے قلم سے لکھا کہ حمزہ بن حسن شبیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو ایک لاکھ درہم دیئے جائیں اور انہیں کی اولاد میں سے محمد بن علی بن حمزہ ہیں جو بصرہ میں ٹھہر ہوئے تھے اور انہوں نے امام رضاؑ اور ان کے علاوہ اور لوگوں سے بھی روایت حدیث کی ہے وہ عالم اور شاعر تھے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ ابوعبیداللہ محمد بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ادیب شاعر عالم اور راوی اخبار تھے۔اپنے باپ اور عبدالصمد بن موسیٰ ہاشمی اور دوسرے لوگوں سے روایت کرتے ہیں اور اپنے کسی مخلوق پر غضب ناک ہوتا ہے اور ان کے عاب میں جلدی نہیں کرتا (مثلاً ہوا اور اس قسم کے دوسرے عذابوں کے ساتھ انہیں ہلاک کرتا کہ جن کے ساتھ اس نے بہت سی امتوں کو ہلاک کیا ہے) تو پھر ایسی مخلوق پیدا کر دیتا ہے جو خدا کو نہیں پہچانتی اور وہ انہیں عذاب کرتی ہے۔اور نیز بنی حمزہ میں سے ہے ابومحمد قاسم بن حمزۃ الاکبر جو یمن میں بڑی عظمت کے مالک تھے اور وہ بہت خوبصورت تھے اور لوگ انہیں صوفی کہا کرتے تھے نیز بنی حمزہ میں سے ابویعلی حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزۃ الکبر ثقہ جلیل القدر ہیں کہ جن کا شیخ نجاشی اور دوسرے علماء تذکرہ کیا ہے ابن کی قبر حلہ کے قریب ہے اور ہمارے شیخ و استاد نے نجم الثاقب میں ان لوگوں کے

تذکرہ میں کہ جو غیبت کبریٰ کے زمانہ میں خدمت امام عصر عجل اللہ فرجہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ نقل کیا ہے جو حمزہ مذکور سے متعلق ہے مناسب ہے کہ اسے یہاں نقل کیا جائے (آقا سید مہدی قزوینی کے خدمت امام عصر صلوٰۃ اللہ علیہ میں مشرف ہونے کا واقعہ) اور وہ اس طرح ہے سید معتمد زبدۃ العلماء قدوۃ الاولیاء مرزا صالح خلف الرشید سید المحققین نور مصباح المتجدین وحید عصر آقا سید مہدی قزوینی طاب ثراہ نے اپنے والد ماجد سے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں مجھے میرے والد نے بتایا ہے کہ میں ہمیشہ جزیرہ کی طرف جو حلہ کے جنوب میں دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے بنی زبیدہ کے قبائل کی ہدایت و رشاد کے لیے جایا کرتا تھا وہ سب اہل سنت تھے اور والد قدوسرہ کی ہدایت کی برکت ہے سب مذہب امامیہ کی طرف لوٹ آئے وہ اب تک موجود ہیں اور وہ دس ہزار نفوس سے زیادہ ہیں نیز انہوں نے فرمایا جزیرہ میں مزار ہے جو قبر حمزہ بن حضرت کاظمؑ کے نام سے مشہور ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے بہت سے کرامات بیان کرتے ہیں اور وہ بستی تقریباً سو گھروں پر مشتمل ہے پس میں جزیرہ میں جایا کرتا تھا اور وہاں سے عبور کرتا اور اس قبر کی زیارت نہ کرتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک یہ بات درجہ صحت تک پہنچی ہوئی تھی کہ جناب حمزہ فرزند موسیٰ بن جعفر علیہم السلام رے میں عبدالعظیم حسنی کے پاس دفن ہیں۔ ایک دفعہ حسب عادت میں گیا اور ان بستی والوں کا مہمان ہوا تو اہل بستی نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مرقد مذکور کی زیارت کے لیے جاؤں میں نے انکار کیا اور ان سے کہا کہ میں اس مزار کی زیارت نہیں کر سکتا کہ جسے میں نہیں پہچانتا میرے اس مزار کی زیارت سے اعراض کی وجہ سے لوگوں کی رغبت اس جگہ سے کم ہوگئی پھر میں وہاں سے چلا اور وہاں کے بعض سادات کے پاس میں نے رات بسر کی جب وقتِ سحر نماز تہجد کے لیے میں اٹھا اور نماز کی تیاری کی اور نماز تہجد پڑھ کر تعقیبات کی صورت میں طلوع فجر کا انتظار کر رہا تھا تو اچانک اس بستی کے ایک سید آئے کہ جن کو میں پہچانتا تھا کہ وہ اچھے اور پرہیزگار انسان ہیں وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گے پھر کہنے لگے مولانا کل آپ حمزہ کی بستی کے لوگوں کے پاس مہمان تھے لیکن حمزہ کی زیارت نہیں کی۔ میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں کہا کیوں؟ تو میں نے کہا اس لیے کہ میں جسے نہیں پہچانتا اس کی زیارت نہیں کرتا۔ اور حضرت کاظمؑ کے بیٹے حمزہ تو رے میں دفن ہیں تو وہ کہنے لگا اب مشہور الاصل بہت سی چیزیں مشہور ہیں جن کی بنیاد نہیں۔ اور یہ قبر حضرت حمزہ فرزند حضرت کاظمؑ کی نہیں ہے اگرچہ مشہور ایسا ہی ہے بلکہ یہ قبر ابو العلی حمزہ بن قاسم علوی عباسی کی ہے جو علماء اجازہ واہل حدیث و روایت میں سے ہے اور علماء رجال نے اپنی کتب میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے علم و رع کی تعریف کی ہے میں نے اپنے دل میں کہا یہ سید عوام میں سے ہے اور علم رجال و حدیث پر مطلع نہیں شاید یہ کلام اس نے بعض علماء سے اخذ کیا ہے پھر میں کھڑا ہوا طلوع فجر معلوم کرنے کے لیے اور وہ سید اٹھ کر چلے گئے اور میں اس سے غافل ہو گیا کہ ان سے سوال کروں کہ آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے چونکہ صبح طلوع ہو چکی تھی لہٰذا میں نماز میں مشغول ہو گیا جب نماز ادا کر چکا تو تعقّبات پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ اور میرے پاس علم رجال کی کچھ کتابیں تھیں میں نے ان میں دیکھا کہ تو معلوم ہوا بات وہی ہے جو اس سید بزرگوار نے کہیں پس اہل بستی مجھ سے ملنے کے لیے آئے جن میں وہ سید بھی تھے میں نے کہا کہ آپ میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے قبر حمزہ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ ابو یعلی حمزہ بن قاسم علوی کی ہے یہ بات آپ نے کہا سے لی۔ اور کس سے اخذ کی ہے تو وہ کہنے لگے خدا کی قسم

میں تو اس وقت سے پہلے آپ کے پاس نہیں آیا اور میں نے گذشتہ رات بستی سے کہا کہ اب میرے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ میں حمزہ کی زیارت کے لیے واپس جاؤں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ جس شخص کو میں نے دیکھا ہے وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے پس میں اور تمام اہل بستی ان کی زیارت کے لیے سوار ہو کر گئے۔ اور اس وقت یہ مزار اتنا مشہور ہے کہ لوگ دور دور سے سفر کر کے وہاں آتے ہیں۔ مولف کہتا ہے کہ شیخ نجاشی نے کتاب رجال میں فرمایا کہ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابو یعلی ثقہ جلیل القدر ہیں ہمارے علماء سے بہت سی احادیث کرتے ہیں اور ان کی ایک کتاب ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے اور کلمات علماء اور اسانید سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جناب زمانہ غیبت صغریٰ کے علماء میں سے تھے اور والدِ صدوق علی بن بابویہ کے معاصر تھے رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عباس بن حسن بن عبیداللہ بن عباسؑ کی کنیت ابوالفضل ہے وہ خطیب فصیح اور شاعر بلیغ تھے اور ہارون رشید کے ہاں صاحب عزت واحترام تھے ابونصر بخاری کہتا ہے کہ کوئی ہاشمی ان سے زیادہ تیز گفتگو کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔ خطیب بغدادی ہوتا ہے کہ ابوالفضل عباس بن حسن محمد عبیداللہ اور حمزہ کا بھائی ہے اور وہ اہل مدینہ میں سے تھا ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں آ کر قیام کیا اور ہارون کا مصاحب بنا اور اس کے بعد مامون کی صحبت میں رہا وہ شخص عالم و شاعر و فصیح تھا بہت سے علوی اسے اولاد ابوطالب میں سب سے بڑا شاعر سمجھتے ہیں پھر خطیب نے اپنی سند کے ساتھ کی ہے فضل بن محمد بن فضل سے اس نے کہا میرے چچا عباس نے فرمایا کہ تیری رائے میں تمام چیزوں کے لیے وسعت نہیں لہٰذا سے اہم چیزوں کے لیے مہیا رکھ اور تیرا مال تمام لوگوں کو بے نیاز نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اسے اہل حق کے لیے مخصوص کر دے اور تیرا کرم تمام لوگوں کی کفایت نہیں کر سکتا۔ پس اس سے اہل فضل کا قصد کر اور عباس بن حسن مذکور کی چا بیٹیوں سے اولاد ہے۔ احمد۔ عبیداللہ۔ علی اور عبداللہ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ اس کی نسل صرف عبداللہ بن عباس سے چلی ہے اور عبداللہ بن عباس شاعر و فصیح تھا اور مامون کو اطلاع ملی تو کہنے لگا۔ استوی الناس بعدک یابن عباس۔ اے عباس کے بیٹے تمہارے بعد سب لوگ ایک جیسے ہیں اور مامون نے اس کی تشیع جنازہ کی اور عبداللہ بن عباس کا ایک حمزہ نامی بیٹا ہے جس کی اولاد ملک شام کے طبریہ علاقہ میں ہے ان میں سے ایک ابوالطیب محمد بن حمزہ مروت و سخاوت وصلہ رحمی میں معروف وہ بہت زیادہ فضل وجاہ و منزلت رکھتا تھا۔ اور طبریہ میں چشمہ ملک اور کافی مال اس نے جمع کیا تھا۔ ظفر بن خضر فراغنی کو اس سے حسد و بغض ہوا۔ اس نے اس کے لیے لشکر روانہ کیا اور طبریہ میں اس کے باغ میں اسے شہید کر دیا۔

ماہ صفر ۲۹۱ھ میں شعراء نے اس کے مرثیہ پڑھے۔ اس کی اولاد طبریہ میں ہے جنہیں لوگ بنوالشہید کہتے ہیں اور عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس حرمین کے قاضی القضاۃ تھے اور اس کی اولاد میں سے بنو ہارون بن داؤد بن حسین بن علی بن عبیداللہ مذکور ہیں اور بنا ہارون مذکور دمیاط میں رہتے ہیں اور قاسم بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ مذکور بھی اس کی اولاد میں سے ہے جو ابو محمد امام حسن عسکریؑ کے صحابی تھے اور یہ قاسم مدینہ میں صاحب شان و منزلت تھے اور انہوں نے اولاد علی اور اولاد جعفر میں صلح کی کوشش کی اور یہ صاحب اسے اور اچھی گفتگو کرنے والوں لوگوں میں سے تھے۔

عمر اطرف بن امیر المومنینؑ اور ان کی اولاد کا تذکرہ

عمر اطراف کی کنیت ابوالقاسم ہے اور عمر بن علی ابن الحسینؑ کی شرافت نسبی چونکہ دو طرفی ہے لہٰذا انہیں عمر اطراف کہتے ہیں ان کی والدہ صہباء ثعلبہ تھی اور وہ ام حبیب بنت عبادہ بن ربیعہ بن یحییٰ یمامہ کے قیدیوں میں سے ہے اور ایک قول ہے کہ وہ عین التمر سے خالد بن ولید کے قیدیوں میں سے ہے جسے امیر المومنینؑ نے خرید کیا عمر اور اس کی بہن رقیہ جڑواں پیدا ہوئے اور یہ امیر المومنینؑ کی آخری اولاد ہیں جو دنیا میں آئے وہ صاحب کلام ورائے فصاحت و بلاغت اور صاحب جو سخاوت و پاکدامنی تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گا کہ حجاج چاہتا تھا کہ عمر کو حسنؑ بن حسن کے ساتھ صدقات امیر المومنینؑ میں شریک قرار دے لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ عمر نے مقاینبع میں ستر یا پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کی اولاد مختلف شہروں میں بہت ہے اور تمام ان کے بیٹے محمد بن عمر کے واسطہ سے اس تک چار پوتوں کے ذریعہ پہنچتے ہیں۔ (۱) عبداللہ (۳) عمران تینوں کی والدہ خدیجہ دختر امام زین العابدین تھیں۔ (۴) جعفر اس کی والدہ کنیز تھی شیخ ابونصر بخاری کہتا ہے کہ اکثر علماء کا کہنا ہے کہ جعفر کی نسل ختم ہوگئی ہے اور عمر بن محمد بن عمر اطراف کی نسل اس کے دو بیٹوں سے۔ ابوالحمد اسمعیل اور ابوالحسن ابراہیم اور عبیداللہ بن محمد بن اطرف کے متعلق صاحب کتاب عمدہ نے کہا ہے کہ وہ بغداد میں قبر النذور والے صاحب ہیں کہ جنہیں زندہ دفن کیا گیا۔

فقیر کہتا ہے کہ صاحب قبر النذ ورعبیداللہ بن عمر اطراف ہیں جیسا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اور حموی نے معجم میں ذکر کیا ہے خطیب نے اپنی سند سے محمد بن موسیٰ بن حماد بربری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے سلیمان بن ابوالشیخ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب قبر النذ ورعبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب ہے۔ وہ کہنے لگا ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی قبر تو اس کی اپنی زمین وملک میں کوفہ کے نزدیک ہے کہ جس کا نام لبّیا ہے صاحب قبر النذ ورتو عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام ہیں، نیز خطیب نے ابوبکر دوری سے اس نے ابومحمد حسن بن محمد طاہر علوی کے بھتیجے سے روایت کی ہے کہ عبیداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن طالب علیہ السلام کی قبر اس زمین میں ہے جو کوفہ کے قریب لبّی نامی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کا ذکر امام زین العابدینؑ کی اولاد میں آئے گا اور اس کی نسل علی بن طبیب بن عبیداللہ مذکور سے ہے اور انہیں بنوالطبیب کہتے ہیں اور انہیں میں سے ابواحمد بن محمد بن الطبیب اور وہ سید جلیل اور آل ابوطالبؑ کے بزرگ تھے۔ مصر میں آل ابی طالب ان کی طرف مشورہ اور رائے میں رجوع

کرتے تھے اور عبداللہ بن اطرف کی نسل چار اشخاص سے چلی ہے۔ احمد، محمد، عیسیٰ المبارک اور یحییٰ الصالح اور احمد بن عبداللہ ابو یعلی حمزہ سما کی نسابہ اور عبدالرحمٰن بن احمد (جو کہ یمن میں ظاہر ہوا) کے باپ تھے اور محمد بن عبداللہ، قاسم بن محمد کا باپ تھا جس نے طبرستان میں سلطنت قائم کی اور اسے مَلک جلیل کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ نیز اس کا باپ ابو عبداللہ جعفر بن محمد ملتان کا بادشاہ تھا کہ جس نے ملتان کی حکومت پر قبضہ کیا اور اس کی بہت اولاد ہوئی اور ان کی تعداد بڑھ گئی۔ اور ان میں سے بہت سے لوگ ملوک امراء علماء اور نساب تھے اور ان سے بہت سے اسماعیلیہ مذہب رکھتے تھے اور ہندی زبان بولتے تھے اور جعفر بادشاہ ملتان کی اولاد میں سے ابو یعقوب اسحاق بن جعفر ہے علماء فضلاء میں سے تھا اور اس کا بیٹا احمد بن اسحاق ملک فارس میں صاحب جلالت و عظمت تھا اور اس کا بیٹا ابوالحسن علی بن احمد بن اسحاق نسابہ تھا اور یہ وہی ہے جسے عضد الدولہ نے ابواحمد موسوی کے معزول کرنے کے بعد نقابت طالبین کا عہدہ دیا اور ابوالحسن مذکور بغداد میں چار سال تک نقیب نقباء طالبین رہا۔ اور اچھے طریقے چھوڑ گیا۔ اور عیسیٰ المبارک بن عبداللہ بن محمد بن اطرف سید شریف اور راوی حدیث ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے ابوطاہر احمد فقیہ نسابہ محدث جو اپنے خاندان میں علم و زہد کے لحاظ سے بزرگ تھا اور وہ جد ہے سید شریف نقیب ابوالحسن علی بن یحییٰ بن محمد بن عیسیٰ بن احمد مذکور کا کہ روایت کی ہے شیخ ابوالحسن عمری نے مجدی میں علی بن سہل تمار سے اس نے اپنے خالو محمد بن وہبان سے اس نے نقیب ابوالحسن علی سے اس نے علان کلابی سے وہ کہتا ہے کہ میں ابوجعفر محمد فرزند امام علی نقی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام سے اس نے علان کلابی سے وہ کہتا ہے میں ابوجعفر محمد فرزند امام علی نقی بن محمد بن علی رضا علیہم السلام کا مصاحب تھا جب کہ وہ صغیر السن تھے۔ فمارایت اوقر والا ازکی ولا اجل مسند پس میں نے ان سے زیادہ باوقار زیادہ ذکی و پاکیزہ اور زیادہ جلیل و باعظمت کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کے والد نقی علیہ السلام انہیں حجاز میں چھوڑ آئے جبکہ وہ بچے تھے۔ جب وہ بڑے ہوئے اور قوت و طاقت ان میں آئی تو سامرہ تشریف لائے اور وہ اپنے بھائی امام ابومحمد علیہ السلام کے ساتھ رہتے اور کبھی ان سے جدا نہیں ہوئے اور ابومحمد علیہ السلام ان سے مانوس تھے البتہ اپنے بھائی جعفر سے منقبض اور گھٹن محسوس کرتے اور یحییٰ الصالح بن عبداللہ بن محمد اطرف جن کی کنیت ابوالحسن تھی انہیں ہارون ورشید نے قید کر لیا اور اس کے بعد شہید کر دیا اور ان کی نسل دو افراد سے ہے۔ ایک ابو علی محمد صوفی اور دوسرا ابو علی حسن جو مان کے لشکر کا نگران اعلیٰ تھا۔ اور ان دونوں کی اولاد بہت زیادہ ہے اور حسن کی اولاد میں سے بنو مرقد ہیں جو کہ نیل اور حلہ میں ساکن ہیں اور وہ نقباء تھے اور محمد صوفی کی اولاد میں سے شیخ ابوالحسن علی ابن ابی لغنائم محمد بن علی بن محمد بن ملقطِ بن علی الضریر بن محمد صوفی ہے کہ جس کے زمانہ میں علم نسب اس پر ختم تھا۔ اور اس کا قول حجت ہوتا تھا۔ اور اس نے شیوخ اور بزرگوں سے ملاقات کی ہے اور کتاب مبسوط مجدی شافی۔ اور مشجر تصنیف کی ہے اور وہ بصرہ مں رہتا تھا پھر وہاں سے موصل کی طرف ۴۲۳ھ میں منتقل ہوا اور وہیں شادی کی اور اولاد ہوئی اور اس کا باپ ابوالغنائم بھی نسابہ تھا روایت کرتا ہے سید جلیل نسابہ فخار بن معد موسوی سید جلال الدین عبدالحمید بن عبداللہ نقی حسینی سے وہ ابن کلثون عباسی نسابہ سے وہ جعفر بن ابو ہاشم بن علی سے وہ اپنے دادا ابوالحسن عمری مشکور سے اور نیز سید جلال الدین عبدالحمید بن عبداللہ نقی شریف ابوتمام محمد بن ہبۃ اللہ ابن عبدالسیع ہاشمی سے وہ ابو عبداللہ جعفر بن ابوالہاشم سے وہ اپنے دادا ابوالحسن عمری مذکور سے روایت کرتے ہیں۔

ساتویں فصل

حضرت امیر المومنینؑ کے بعض بزرگ صحابہ کے تذکرہ میں

اصبغ بن نباتہ مجاشعی

اصبغ بن نباتہ مجاشعی وہ ہیں کہ جن کی جلالت شان زیادہ ہے وہ عراق کے شہسواروں اور امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے اور خدا ان پر رحم نازل فرمائے عابد و زاہد اور امیر المومنینؑ کے ذخائر میں سے تھے قاضی نور اللہ نے کہا ہے کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ امیر المومنینؑ کے خواص میں سے ایک تھے اور قدردانی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے کتاب کشی میں ابوالجارود سے روایت ہے وہ کہتا ہے میں نے اصبغ سے پوچھا کہ امیر المومنینؑ کی قدر و منزلت تمہارے ہاں کتنی ہے وہ کہنے لگے ہمارے خلوص کا خلاصہ آپؑ کے متعلق یہ ہے کہ ہم نے اپنی تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں جس کی طرف آپؑ اشارہ کریں اسے اپنی تلوار سے ہم مارنے کے لیے تیار ہیں نیز روایت کی ہے، اصبغ سے پوچھا گیا کہ کس لیے امیر المومنینؑ نے تمہارا اور تمہارے جیسے افراد کا نام شرطۃ الخمیس رکھا، کہنے لگے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے حضرتؑ سے شرط کی تھی کہ ان کے راستہ میں جہاد کریں گے یہاں تک کہ فتح حاصل کرلیں یا قتل ہوجائیں اور انہوں نے شرط کی اور ضامن ہوئے کہ ہمیں اس مجاہدہ کے عوض جنت میں پہنچائیں، مخفی نہ رہے کہ خمیس لشکر کو اس وجہ سے کہتے ہیں چونکہ وہ پانچ گروہ سے مرکب ہوتا ہے کہ جو مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ اور ساقہ ہے۔ پس جن لوگوں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ حضرت امیر المؤمنین کے شرطۃ الخمیس میں سے ہیں۔ اس کا معنی یہ کہ یہ ان لشکریوں میں سے ہیں کہ جن کے اور حضرتؑ کے درمیان شرط مذکور کا معاہدہ ہوا تھا اور اس طرح روایت ہے کہ جن اشخاص نے حضرتؑ سے یہ شرط کی تھی وہ چھ ہزار جوانمرد تھے اور جنگ جمل کے دن عبداللہ بن یحییٰ حضرمی سے حضرتؑ نے کہا تھا کہ تجھے بشارت ہو اے یحییٰ کے بیٹے تم شرطۃ الخمیس میں سے ہو۔ اور نبی اکرمؐ نے مجھے تیرے اور تیرے باپ کے نام کی خبر دی تھی اور خداوند عالم نے زبانِ رسالتؐ میں تمہیں شرطۃ الخمیس کا نام دیا ہے اور کتاب میزان ذہبی میں مسطور ہے جو کہ اہل سنت سے ہے کہ علماء رجال اہل سنت اصبغ کو شیعہ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے اس کی حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور ابن حیان سے نقل کیا ہے کہ اصبغ ایسا شخص تھا جو محبت علی ابن ابی طالبؑ میں مفتون تھا۔ عجیب و غریب باتیں اس سے سرزد ہوتی تھیں اس لیے اس کی حدیث ترک کر دیتے تھے۔ (انتھی)

بہر حال اصبغ نے عہد نامہ مالک اشتر اور امیر المؤمنین کا اپنے بیٹے محمد کے نام وصیت نامہ لکھنے والی حدیث کو روایت کیا ہے اور اصبغ کی گفتگو حضرت امیر المومنینؑ کے ساتھ ابن ملجم کے آپ کو ضربت لگانے کے بعد حضرت کی شہادت کے بیان میں ذکر ہوچکی ہے۔

اویس قرنی

اویس قرنی سہیل یمن اور آفتاب قرن بہترین تابعین اورحوارمین امیر المومنین میں سے ہیں اور آٹھ زاہدوں اور پرہیز گاروں میں سے ایک ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور ان سو افراد میں سے آخری ہیں کہ جنھوں نے صفین میں حضرت امیرالمومنینؑ سے بیعت کی تھی کہ ہم اپنی جانیں آپؑ کی ہم رکابی میں قربان کریں گے اور انہوں نے پے در پے آنجناب کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے، اورمنقول ہے کہ رسول خداؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تمھیں بشارت ہو میری امت میں سے اس شخص کی کہ جسے اویس قرنی کہتے ہیں وہ ربیعہ ومضرقبیلہ جتنے لوگوں کی شفاعت کرے گا، نیز روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے اویس قرنی کے حق میں جنت میں جانے کی گواہی دی، اور یہ روایت بھی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ قرن کی طرف سے جنت کی خوشبوئیں آتی ہیں، پھر آپ اویس قرنی کے متعلق اظہار شوق کرتے اور فرماتے جو اس سے ملاقات کرے میری طرف سے اس کو سلام کہے، اور جان لو کہ موحدین عرفاء نے اویس کی بہت تعریف کی ہے اور انہیں سیدالتابعین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اسے نفس الرحمان اور خیر التابعین کے نام سے یاد کیا ہے اور کبھی کبھی یمن کی طرف سے اس کی خوشبو سونگھتے اور فرماتے کہ مجھے رحمن کی خوشبو یمن کی طرف سے آتی ہے، کہتے ہیں کہ اویس اونٹ چراتے اور ان کی اجرت سے اپنی والدہ کو خرچ دیتے، ایک دفعہ اپنی ماں سے اجازت لی کہ مدینہ جا کر حضرت رسول اکرمؐ کی زیارت سے مشرف ہو آؤں ان کی والدہ کہنے لگی اس شرط پر اجازت دیتی ہوں کہ وہاں آدھے دن سے زیادہ نہ ٹھہرنا، اویس نے مدینہ کی طرف مسافرت کی جب رسول خداؐ کے گھر پہنچے تو اتفاقا آنحضرت گھر پر موجود نہ تھے مجبورا اویس ایک دو گھنٹے ٹھہرنے کے بعد ملاقات کئے بغیر واپس چلے گئے، جب رسول خداؐ واپس تشریف لائے تو فرمایا یہ نور کیسا ہے جو مجھے اس گھر میں نظر آتا ہے لوگوں نے بتایا اونٹوں کا ایک چرواہا جس کا نام اویس تھا اس مکان میں آیا تھا اور واپس چلا گیا ہے، آپؐ نے فرمایا ہمارے مکان میں یہ نور بطور ہدیہ چھوڑ کر واپس گیا ہے اور کتاب تذکرہ الاولیاء میں منقول ہے کہ رسول خداؐ کے پرانے کپڑے حضرت امیرالمومنینؑ کے فرمان اور عمر کے کہنے کے مطابق اویس کو بلا کر دیئے گئے، عمر نے دیکھا کہ اویس لباس سے عاری ہے اور گلیم شتر بطور ستر اوڑھے ہوئے ہے عمر نے اویس کی تعریف کی اور اظہار زہد کرتے ہوئے کہنے لگا، کون ہے جو یہ خلافت مجھ سے ایک روٹی کے بدلے خرید کرے، اویس نے کہا جو شخص عقلمند ہے وہ اس خرید وفروخت پر راضی نہیں ہوگا اور اگر سچے ہو تو خلافت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ جو چاہے اسے لے لے، عمر نے کہا میرے حق میں دعا کرو، اویس نے کہا میں ہر نماز کے بعد مومنین ومومنات کے لئے دعا کرتا ہوں اگر تم مومن ہو تو میری دعا تمھیں پہنچ جائے گی، ورنہ میں اپنی دعا کیوں ضائع کروں، کہتے ہیں کہ اویس اپنی بعض راتوں کے متعلق کہتے کہ یہ رکوع کی رات ہے اور پوری رات صبح تک رکوع میں گزار دیتے اور کسی رات کہتے یہ سجدہ کی رات اور پوری رات سجدہ میں گزارتے، لوگوں نے کہا یہ کیسی زحمت وتکلیف ہے کہ جس میں تم اپنے آپ کو رکھتے ہو، کہنے لگے کاش ازل سے لے کر ابد تک ایک ہی رات

ہوتی اور میں اسے ایک ہی سجدہ میں گزار دیتا۔

حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی

حارث بن عبداللہ اعور ہمدانی یہ حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب اور دوستوں میں سے تھے۔قاضی نور اللہ نے کہا ہے کہ تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ حارث امیر المومنینؑ کے صحابی تھے اور عبداللہ بن مسعود کی صحبت میں رہ چکے تھے اور فقیہ تھے،ان کی حدیث سنن اربعہ میں مذکور ہے اور کتاب میزان ذہبی میں لکھا ہے کہ حارث کبار علماء تابعین میں سے تھے اور ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ حارث تشیع میں غالی تھے اور ابوبکر بن ابی داؤد سے نقل کیا ہے جو علماء اہل سنت میں سے ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہ،سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا اور سب سے زیادہ حسب ونسب کا واقف تھا اور اس نے علم فرائض حضرت امیر المومنینؑ سے اخذ کیا ہے اور نسائی نے باوجودیکہ رجال حدیث میں سختی برتتا ہے،حارث کی حدیث سنن اربعہ میں ذکر کیا ہے اور اس کو حجت قرار دیا ہے اور حارث کے معاملہ کو تقویت پہنچائی ہے اور شیخ ابوعمرو کی کتاب کشی میں ہے کہ حارث ایک رات حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا،رات کے وقت کیا چیز تجھے میرے پاس لائی ہے تو حارث نے کہا خدا کی قسم وہ محبت جو مجھے آپ سے ہے وہ مجھے کھینچ لائی ہے تو اس وقت حضرتؑ نے فرمایا جان لو اے حارث کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ نہیں مرتا مگر یہ جان دیتے وقت وہ مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر اسے رحمت الٰہی کی امید ہو جاتی ہے اور اسی طرح میرا دشمن نہیں مرتا مگر یہ کہ مرتے وقت مجھے دیکھتا ہے اور مجھے دیکھ کر خجالت کے پسینہ میں غرق ہو جاتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے اور یہ روایت بعض اشعار دیوان معجز نشان حضرت میں بھی مذکور ہے۔

یا حار همدان من یمت یرنی

من مومن اومنا فق قبلا

فقیر کہتا ہے معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے شیخ بھائی زید بھاءٔ کا نسب انہیں حارث تک پہنچتا ہے اسی لیے شیخ بھائی کہیں کہیں اپنے آپ کو حارثی سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ وہی حارث ہے جنھوں نے حضرت امیر المومنینؑ کو حضرت خضر کے ساتھ نخیلہ میں دیکھا کہ ان پر آسمان سے تازہ کھجوروں کا طبق اترا اور دونوں بزرگواروں نے اس سے کھجوریں کھائیں،حضرت خضر تو ان کی گٹھلیاں دور دور پھینکتے تھے اور حضرت امیر المومنینؑ اپنی مٹھی میں جمع کرتے رہے،حارث کہتے ہیں میں نے حضرت سے عرض کیا کہ گٹھلیاں مجھے دے دیجیے،آپ نے وہ مجھے عطا فرمائیں میں نے انہیں بویا تو اس سے بہترین کھجوریں ہوئیں جن کی مثل میں نے نہیں دیکھی تھی اور یہ روایت بھی ہے کہ حارث نے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کو خدمت میں عرض کیا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ آپؑ مجھے عزت بخشیں اور میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر کھانا تناول فرمائیں،آپ نے فرمایا کہ اس شرط کے ساتھ کہ تم میرے لئے کسی چیز کا تکلف نہ کرو،پس آپؑ گھر میں تشریف لائے اور حارث روٹی کے کچھ ٹکڑے لے آئے حضرت کھانے لگے تو

حارث نے عرض کیا میرے پاس کچھ درہم ہیں اور نکال کر حضرتؑ کو دکھائے اور عرض کیا اگر آپ اجازت دیں تو میں آپؑ کے لئے کچھ خرید لاؤں، آپؑ نے فرمایا یہ بھی اس چیز میں سے ہیں جو گھر میں ہے یعنی کوئی حرج نہیں اور اس میں تکلیف نہیں ہے۔

حجر بن عدی الکندی الکوفی

حجر بن عدی الکندی الکوفی اصحاب امیر المومنینؑ اور ابدال میں سے تھے۔ کتاب کامل بہائی میں ہے کہ ان کا زہد اور کثرت عبادت عرب میں مشہور تھا کہتے ہیں رات دن میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے کہا ہے کہ حجر فضلاء صحابہ میں سے تھے اور صغیر السنی میں کبار میں سے تھے اور مستجاب الدعوۃ تھے اور جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کی طرف سے لشکر کندہ کی کمان و امارت ان سے متعلق تھی اور نہروان کے دن امیر المومنینؑ کے لشکر کے سپہ سالار تھے، علامہ حلی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حجر اصحاب جناب امیرؑ اور ابدال میں سے تھے اور حسن بن داؤد نے ذکر کیا ہے کہ حجر عظیم صحابہ رسولؐ اور اصحاب امیر المومنینؑ میں سے تھے، معاویہ کے ایک افسر نے انہیں حکم دیا تھا کہ حضرت امیر المومنینؑ پر لعنت کرو ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے، ان امیر الوفد امرنی ان العن علیا فالعنوہ لعنہ اللہ وفد کا امیر مجھے حکم دیتا ہے کہ علیؑ پر لعنت کروں، اس پر (امیر وفد) لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے، حجر نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ زیاد بن ابیہ کی چغل خوری سے اور معاویہ کے حکم سے ۵۱ھ میں شربت شہادت نوش فرمایا۔

فقیر کہتا ہے حجر کے وہ ساتھی جو ان کے ساتھ قتل کیے گئے ان کے نام یہ ہیں۔ شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن شبل شیبانی، قبیصۃ بن ضبیعۃ عبسی، محرز بن شہاب منقری، کدام بن حیان عنزی، عبدالرحمن بن حسان عنزی ان کی قبور حجر کی قبر شریف سمیت مقام عذرا میں ہیں جو دمشق سے دو فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور حجر کی شہادت مسلمانوں کے دلوں میں بڑی عظیم تھی اور معاویہ کو اس کے اس فعل بد پر بہت سرزنش اور توبیخ کی گئی، روایت ہے کہ معاویہ بی بی عائشہ کے پاس گیا، تو بی بی عائشہ نے اس سے کہا تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا، اہل عذرا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنے پر، معاویہ کہنے لگا اے ام المومنین میں نے دیکھا کہ ان کے قتل کرنے میں امت کی بھلائی ہے اور ان کے زندہ رہنے میں امت کا فساد و خرابی ہے مجبوراً میں نے انہیں قتل کر دیا، بی بی عائشہ نے کہا میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد امت کے کچھ لوگ مقام عذراء میں قتل کئے جائیں گے کہ جن کی وجہ سے خدا اور اہل آسمان غضب ناک ہوں گے منقول ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی معاویہ کی طرف سے خراسان کا گورنر تھا، جب اس نے حجر کی شہادت کی خبر سنی تو خدا سے دعا کی کہ خدایا اگر ربیع کی تیرے نزدیک کوئی منزلت ہے تو اس کی جان فوراً قبض کرلے، ابھی یہ کلمات اس کی زبان پر تھے کہ وفات پائی۔

رشید ہجری

رشید ہجری متمسکین حبل اللہ المتین اور امیر المومنینؑ کے مخصوص صحابہ میں سے تھے۔ علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک دن میثم تمار جو کہ جناب امیر المومنین کے بزرگ اصحاب میں سے تھے، صاحب اسرار تھے بنی اسد کی ایک مجلس کے قریب سے گزرے، اچانک حبیب بن مظاہر جو شہداء کربلا میں سے ایک تھے، ان کے قریب پہنچ کر رک گئے اور ایک دوسرے سے کافی باتیں کرتے رہے، حبیب بن مظاہر نے کہا میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھ رہا ہوں کہ جس کے سر کے اگلے حصہ میں بال نہیں ہیں، اس کا پیٹ بڑا ہے اور وہ خربوزے اور خرمے بیچتا ہے اسے گرفتار کریں گے، اور محبت آل بیت رسالتؐ کی وجہ سے سولی پر لٹکائیں گے اور سولی پر ہی اس کا پیٹ چاک کریں گے، اس سے ان کا مقصد میثم تھے میثم نے کہا میں بھی ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا چہرہ سرخ ہے اور اس کی دو زلفیں ہیں، وہ فرزند رسولؐ کی نصرت کے لئے جائے گا اور اس کو قتل کر دیں گے، اور اس کا سر کوفہ کے گرد پھرایا جائے گا، اور میثم کا مقصد اس سے حبیب بن مظاہر تھے، یہ کہہ کر ایک دوسرے سے جدا ہو گئے، اہل مجلس نے جب ان کی باتیں سنیں تو کہنے لگے کہ ہم نے ان دونوں سے زیادہ جھوٹا آدمی نہیں دیکھا ابھی اہل مجلس نے مجلس برخاست نہیں کی تھی کہ رشید ہجری جو محرم اسرار امیر المومنینؑ میں سے تھے، ان دونوں بزرگوں کی تلاش میں وہاں آ پہنچے، اور اہل مجلس سے ان کے متعلق سوال کیا وہ کہنے لگے کہ کچھ دیر انہوں نے یہاں توقف کیا تھا اور چلے گئے اور یہ باتیں انہوں نے کی تھیں رشید کہنے لگے خدا رحم کرے، میثم پر وہ یہ کہنا بھول گئے کہ جو شخص ان کا سر لے کر آئے گا اس کو باقیوں کی نسبت ایک سو درہم زیادہ انعام ملے گا، جب رشید چلے گئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ان دونوں سے بھی زیادہ جھوٹا ہے پس تھوڑے عرصہ کے بعد انہیں لوگوں نے دیکھا کہ میثم کی عمرو بن حریث کے گھر کے دروازہ کے قریب سولی پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے اور ان کا سر کوفہ کے گرد پھرایا گیا۔

نیز شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ نخلستان میں آئے اور کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس درخت کے خرمے اتارے جائیں اور آپ نے وہ خرمے اپنے صحابہ کے ساتھ تناول فرمائے، پس رشید ہجری نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ یہ خرمے کتنے اچھے ہیں آپ نے فرمایا: اے رشید تجھے اس درخت کی لکڑی کے ساتھ سولی پر لٹکایا جائے گا، اس واقعہ کے بعد ہمیشہ رشید اس درخت کے پاس آتے اور اسے پانی دیتے ایک دن اس کے پاس آئے تو دیکھا کہ اسے کاٹ دیا گیا ہے تو کہنے لگے میری موت قریب آ چکی ہے، چند دن کے بعد ابن زیاد نے کسی کو بھیج کر انہیں بلایا، راستہ میں رشید نے دیکھا کہ اس درخت کے دو حصے کئے گئے ہیں، کہنے لگے یہ میرے لئے کاٹا گیا ہے پھر دوبارہ ابن زیاد نے انہیں بلایا اور کہنے لگا، اپنے امام کی جھوٹ باتوں میں سے چھ باتیں بیان کرو، رشید نے کہا نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ میرے امام جھوٹی باتیں بتلاتے ہیں اور مجھے آپ نے بتایا تھا کہ تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹے گا، ابن زیادہ

کہنے لگا، اسے لے جاؤ اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو لیکن زبان رہنے دو تا کہ اس کے امامؑ کا جھوٹ ظاہر ہو جائے، جب ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے گئے اور انہیں گھر میں پہنچا دیا گیا تو ابن زیاد لعین کو یہ خبر ملی کہ وہ امور عجیبہ لوگوں کو بتاتے ہیں تو حکم دیا کہ انہیں سولی پر لٹکایا جائے، شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ ابوحسان عجلی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے امتہ اللہ، رشید ہجری کی بیٹی سے ملاقات کی اور اس سے کہا مجھے وہ باتیں بتاؤ جو تم نے اپنے پدر بزرگوار سے سنی ہیں وہ کہنے لگی، میں نے انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے حبیب امیر المومنینؑ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اے رشید تیرا صبر اس وقت کیسا ہوگا جب تجھے والد الزنائے بنی امیہ بلائے گا اور تیرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دے گا، میں نے عرض کیا اے امیر المومنینؑ اس کا انجام تو بہشت ہوگا، فرمایا ہاں تو دنیا و آخرت میں میرے ساتھ ہوگا، پس رشید کی بیٹی نے کہا خدا کی قسم عبید اللہ بن زیادہ نے میرے باپ کو بلایا، اور کہا امیر المومنینؑ سے بیزاری اختیار کرو، انہوں نے یہ بات قبول نہ کی تو ابن زیاد نے کہا تیرے امامؑ نے تجھے کیا بتایا تھا کہ تو کس طرح قتل ہوگا، تو وہ کہنے لگے میرے امامؑ نے فرمایا تھا کہ تو مجھے ان سے بیزاری کا حکم دے گا، پھر مرے ہاتھ پاؤں اور میری زبان کاٹے گا، وہ ملعون کہنے لگا میں تیرے امام کا قول جھوٹا ثابت کرتا ہوں اور حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو اور اس کی زبان رہنے دو پس ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ہمارے گھر انہیں لے آئے، میں ان کے پاس گئی اور کہا بابا یہ درد و الم آپ پر کیسے گزر رہا ہے کہنے لگا بیٹی مجھے کوئی درد و تکلیف نہیں مگر اتنی مقدار کہ جیسے کوئی شخص لوگوں کے اژدہام میں ہو اور اسے فشار پہنچے پھر ان کے ہمسائے اور جان پہچان والے لوگ انہیں دیکھنے کے لئے آئے وہ ان کی مصیبت پر اظہار درد و اندوہ کرتے اور روتے تھے، میرے باپ نے کہا گریہ نہ کرو اور دوات و کاغذ لے آؤ تا کہ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جن کی خبر میرے مولا امیر المومنینؑ نے دی تھی کہ بعد میں کیا ہونے والا ہے، پس وہ آئیدہ کی خبر دیتے اور لوگ لکھتے تھے جب اس دلد الرتاء کو بتایا گیا کہ رشید تو آنے والے واقعات کی خبر لوگوں کو دیتا ہے اور قریب سے فتنہ برپا کر دے تو وہ معلون کہنے لگا، اس کا مولا جھوٹ نہیں کہہ گیا، جاؤ اور اس کی زبان کاٹ دو، پس اس مخزون اسرار کی زبان کاٹ لی گئی، اور اس رات وہ رحمت خدا سے جا ملے، حضرت امیر المومنینؑ اسے رشید البلایا کا نام دیتے تھے آپ نے علم بلایا و منایا (مصائب و واقعات و اموات) انہیں تعلیم کیا تھا، اور اکثر وہ لوگوں کے پاس جاتے اور کہتے کہ تیری حالت یوں ہوگی اور تو اس طرح قتل ہوگا، اور جو کچھ وہ کہتے ویسے ہی ہوتا، اور کتاب بحار الانوار میں کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں زیاد بن ابیہ رشید ہجری کی تلاش میں تھا، تو رشید نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا مخفیانہ زندگی بسر کر رہے تھے ایک دن ابوارا کہ جو بزرگ شیعوں میں سے تھا، اپنے گھر کے دروازہ پر اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ رشید آئے اور اس کے گھر کے اندر چلے گئے، ابوارکہ رشید کے اس عمل سے ڈرے اور اٹھ کر ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے رشید وائے ہو تم پر اس عمل سے مجھے قتل کرانا اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو وہ کہنے لگے کیا ہوا ہے، وہ کہنے لگا اس لئے کہ ابن زیاد تمہیں تلاش کر رہا ہے اور تم میرے گھر میں علانیہ اور آشکارا داخل ہوئے ہو اور جو لوگ میرے پاس بیٹھے تھے انہوں نے تمہیں دیکھا ہے وہ کہنے لگے ان میں سے کسی نے بھی مجھے نہیں دیکھا، ابوارا

کہ کہنے لگے تم اس حرکت کے باوجود مجھ سے استہزاء اور تمسخر کرتے ہو پس رشید کو پکڑ کر مضبوط باندھ کر کمرے میں ڈال دیا اور دروازہ بند کر دیا پھر اپنے ساتھیوں کے پاس جا کر کہنے لگا، مجھے یوں نظر آیا کہ ایک بوڑھا آدمی میرے گھر میں داخل ہوا ہے آیا تمہیں بھی نظر آیا، وہ کہنے لگے ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا، ابوارا کہ نے احتیاطاً دوبارہ یہی کہا تو ان لوگوں نے وہی جواب دیا، ابوارا کہ خاموش ہو گیا لیکن ڈر گیا کہ کہیں ان کے علاوہ کسی شخص نے رشید کو دیکھا ہو پس وہ زیاد بن ابیہ کے دربار میں گیا تا کہ وہ دیکھے کہ اگر وہ ملتفت ہو چکے ہیں تو یہ انہیں بتائے کہ رشید اس کے پاس ہے اور اسے ان کے سپرد کر دے پس اس نے زیادہ کو سلام کیا اور بیٹھ گیا، اس کے اور زیاد کے درمیان دوستی تھی پس اس اثناء میں کہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے، ابوارا کہ نے دیکھا کہ اس کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کی مجلس کی طرف آ رہا ہے، ابوارا کہ کا اسے دیکھتے ہی رنگ اڑ گیا، اور وہ متحیر و سرگردان ہوا، اور اس نے اپنی ہلاکت کا یقین کر لیا اس کے بعد دیکھا کہ رشید خچر سے اترے، زیاد کے پاس آئے اور سلام کیا، زیادہ کھڑا ہو گیا اور ان کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور ان کا بوسہ لیا اور ان سے حالات پوچھنے لگا، کہ آپ کس طرح آئے کس کے ساتھ آئے اور راستہ میں کیسے گزری اور ان کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑی، رشید کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے پھر کھڑے ہو گئے اور چلے گئے، ابوارا کہ نے زیاد سے پوچھا یہ شخص کون تھے اس نے کہا ہماری ملاقات کے لئے شام سے آئے ہیں، ابوارا کہ مجلس سے اٹھا اور اپنے گھر آیا اور رشید کو دیکھا کہ اسی حالت میں ہیں جس میں چھوڑ کر گیا تھا، تو ان سے کہنے لگا جب کہ تمہارے پاس یہ علم و توانائی ہے جو میں نے مشاہدہ کی ہے تو جو چاہو کرو اور جب چاہو میرے گھر میں آؤ۔

فقیر کہتا ہے کہ ابوارا کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے جیسے کہ اصبغ بن نباتہ، مالک اشتر، کمیل بن زیاد، اور آل ابوارا کہ رجال شیعہ میں مشہور ہیں، اور جو کچھ ابوارا کہ نے رشید کے ساتھ کیا وہ ان کی شان کا استخفاف نہیں تھا بلکہ اپنی جان کے خوف سے ایسا کیا تھا، کیونکہ زیادہ سختی سے رشید اور ان جیسے شیعہ حضرات کی تلاش کرتا، انہیں تکلیف پہنچاتا اور ان کو قتل کرتا تھا، اسی طرح ان لوگوں کی بھی جو ان کی اعانت کرتے یا انہیں پناہ دیتے یا انہیں مہمان رکھتے تھے۔

زید بن صوحاب عبدی

زید بن صوحاب عبدی۔ مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ وہ ابدال اور اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے تھے اور جنگ جمل میں شہید ہو گئے۔

شیخ ابوعمرو کشی نے روایت کی ہے کہ جب زید کو کاری زخم لگا تو وہ گھوڑے کی پشت سے زمین گرے، حضرت امیرالمومنینؑ ان کی لاش پر آئے اور فرمایا اے زید ''رحمك الله كنت خفيف المومة عظى المعوننز'' یعنی تجھ پر خدا کی رحمت ہو کہ تیری مشقت اور تعلقات دنیا تھوڑے تھے اور تیرا تعاون دین میں امداد کرنا زیادہ تھا پس زید نے اپنا سر حضرت کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خدائے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اے امیرالمومنینؑ میں آپ کو خدا کو زیادہ

جاننے والا جانتا ہوں، خدا کی قسم آپ کی معیت میں آپ کے دشمنوں سے از روئے جہالت میں نے جنگ نہیں کی بلکہ چونکہ میں حدیث غدیر کو جو آپ کے حق میں وارد ہوئی ہے جناب ام سلمہ سے سن چکا تھا اور اس سے میں اس شخص کے انجام کی برائی اور بدی جان چکا تھا، جو آپ کا ساتھ چھوڑ دے لہذا میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ آپ کا ساتھ چھوڑ دوں اور آپ کو تنہا رہنے دوں جس کے نتیجے میں خدا بھی میرا ساتھ چھوڑ دے، فضل بن شداد سے روایت ہے کہ زید تابعین کے رئیس اور ان کے زہاد میں سے تھے اور جب عائشہ بصرہ میں پہنچیں تو انہوں نے زید کو خط لکھا:

من عائشته زوجه النبی صلی اللہ علیه وسلم الیٰ ابنتها زید بن صوحان الخاص اما بعد فاذا اتاك كتابی هذا فاجلس فی بیتك واخذل الناس عن علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیه حتی یا تیك امری۔

یہ خط ہے عائشہ حضرت رسول کی بیوی سے اس کے بیٹے زید بن صوحان خالص الاعتقاد کی طرف تمہیں چاہیے کہ جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم گھر میں بیٹھ جاؤ، اور کوفہ کے لوگوں کو علی ابن ابی طالبؑ کا ساتھ دینے اور مدد کرنے سے روکو جب تک میرا حکم دوبارہ تمہیں نہ ملے، جب زید نے یہ خط پڑھا تو جواب میں لکھا کہ تم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا ہے کہ جس کے غیر کا میں مامور ہوں اور خود تم نے وہ چیز ترک کر دی ہے کہ جس کی مامور تھیں۔ والسلام

فقیر کہتا ہے کہ زید کی مسجد کوفہ مساجد میں سے ایک مسجد شریف ہے اور زید جو نماز شب میں دعا پڑھتے تھے وہ مشہور ہے اور ہم نے مفاتیح میں اس کا ذکر کیا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم نے اس سے فرمایا تھا کہ تمہارے بدن کا ایک عضو تم سے پہلے جنت میں جائے گا۔ چنانچہ جنگ نہاوند میں زید کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔

سلیمان بن صرد خزاعی

ان کا نام زمانہ جاہلیت میں یسار تھا، رسول خداؐ نے ان کا نام سلیمان رکھا، یہ شخص جلیل و صاحب فضل تھے، کوفہ میں سکونت اور خزاعہ میں گھر بنایا، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، جنگ صفین میں ملازم رکاب جناب امیرؑ تھے، انہیں کے ہاتھ سے خوشب ذی ظلیم مارا گیا تھا اور یہ بزرگ ہیں کہ معاویہ کی موت کے بعد کوفہ کے شیعہ انہیں کے گھر میں جمع ہوئے تھے اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور حضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی لیکن سید الشہداء کے ہمرکاب نہیں ہو سکے، اور حضرت کی خدمت میں پہنچ کر شہادت سے محروم رہے اس کے بعد بہت پشیمان ہوئے تو توبہ کی اور حضرت کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کمر

ہمت باندھی اور ۶۵ھ ہجری میں مسیب بن نجبہ فزاری عبداللہ بن سعد بن نفیل عصندی عبداللہ بن وال تمیمی رفاعۃ بن شداد بجلی اور کوفہ کے شیعوں کے ایک گروہ کے ساتھ کہ جنہیں توابین کہتے ہیں بنی امیہ سے امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے، عین وردہ میں جو جزیرہ کے شہروں میں سے ایک ہے لشکر شام سے ٹکراؤ ہوا، شامیوں کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جو کہ ابن زیادہ حصین بن نمیر اور شراحیل بن ذی الکلاع حمیری کی سرکردگی میں شیعوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے شام سے آیا تھا، پس ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور سلیمان حصین بن نمیر کے تیر سے شہید ہوئے، ان کے بعد مسیب مارے گئے، جب شیعوں نے یہ کیفیت دیکھی تو جان سے ہاتھ دھو لئے اور تلواروں کی نیامیں توڑ کر جنگ میں مشغول ہوئے اسی حالت میں پانچ سو افراد بصرہ کے شیعوں سے ان کی مدد کے لئے پہنچ گئے، انہوں نے استقامت سے کام لیا پے در پے جنگ کرنے لگے اور کہتے تھے خدایا ہماری کوتاہی کو معاف فرما، ہم توبہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ عبداللہ بن سعد شیعوں کے دوسرے سر کردہ افراد کے ساتھ مارے گئے اور جو رہ گئے انہوں نے جب دیکھا کہ اب مقابلہ کی طاقت نہیں رہی تو پیچھے ہٹے اور اپنے شہروں میں واپس چلے گئے اور شیخ ابن نما نے کتاب الثار میں سلیمان کی شہادت کی کیفیت بیان کی ہے اور اس کے آخر میں لکھا ہے کہ سلیمان نے خون حسینؑ کا بدلہ لینے میں اپنی جان قربان کر دی اور خلوص کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں توبہ کی اور میں نے یہ دو اشعار کہے ہیں چونکہ وہ ہر عیب و نقص سے مبراء ہو کر مرے ہیں۔

(ترجمہ اشعار)

سلیمان نے اپنا وعدہ پورا کیا پس وہ جنت اور رحمت باری کی طرف سدھارے اور وہ قابل تعریف ہیں، اپنی جان قربان کرنے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے سلسلے میں قابل تعریف ہیں۔

اور حدیث مفضل میں جو طویل ہے رجعت کے سلسلہ میں ان کی مدح کی طرف اشارہ ہے۔

سہل بن حنیف انصاری عثمان بن حنیف کے بھائی ہیں

سہل اجلاء اصحاب اور امیر المومنینؑ کے مخلص دوستوں میں سے ہیں جنگ بدر و احد میں حاضر تھے، جنگ احد میں جواں مردیاں دکھائیں، جنگ صفین میں ملازم رکاب امیر المومنینؑ میں تھے اور جنگ صفین سے جب حضرتؑ واپس آئے اور سہل نے وفات پائی تو حضرت امیرؑ نے فرمایا کہ اگر پہاڑ مجھ سے محبت رکھتے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے کیونکہ امتحان اور مصیبت مخصوص ہے محبان اہل بیتؑ کے ساتھ آپ نے انہیں سرخ رنگ کی یمنی چادر میں کفن دیا اور ان کی نماز جنازہ پر پچیس تکبیریں کہیں اور فرمایا اگر میں اس پر ستر تکبیر کہوں تو بھی وہ اس کا مستحق ہے اور مجالس میں ہے کہ صاحب استیعاب نے نقل کیا ہے وہ پیغمبر اسلامؐ کی تمام جنگوں میں حاضر تھے اور جنگ احد میں جب اکثر صحابہ بھاگ گئے تو وہ ثابت قدم رہے وہ تیر مار کر دشمنوں کو حرم پیغمبرؐ سے دور بھگاتے تھے اور آپ کے بعد حضرت امیرؑ کے اصحاب کی لڑی میں منسلک ہو گئے، جناب امیرؑ نے

جنگ جمل کے لئے روانہ ہوتے وقت انہیں مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور جنگ صفین میں حضرت کی معیت میں جہاد کیا اور فارس کی حکومت کچھ وقت ان کی تحویل میں رہی، پھر حضرت نے اس علاقہ کے لوگوں کی ناسازگاری کی وجہ سے انہیں معزول کر دیا اور زیاد کو وہاں کا والی بنایا۔

صعصعہ بن صوحاب عبدی

مجالس میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے وہ حضرت امیرؑ کے اکابر صحابہ میں سے تھے اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کے صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ جو جناب امیرؑ کا حق اس طرح پہچانتا جیسے وہ پہچانتے تھے۔

چنانچہ داؤد کہتا ہے کہ یہی بات ان کی علو قدر اور شرف کے لئے کافی ہے اور کتاب استیعاب میں تحریر ہے، کہ صعصعہ بن صوحان حضرت رسالتؐ کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے، لیکن کسی باعث زیارت نہ کر سکے، اپنی قوم عبدالقیس کے بزرگ فصیح وخطیب اور متکلم تھے، دیندار صاحب فضل تھے وہ ان کے بھائی زید حضرت امیرؑ کے اصحاب کے زمرہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ ابوموسیٰ اشعری نے جو عمر کا گورنر تھا، ایک لاکھ درہم عمر کے پاس بھیجے عمر وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کیا، اس میں سے کچھ بچ گیا، تو عمر کھڑا ہو گیا اور اس نے خطبہ دیا اور کہا اے لوگو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مال مسلمانوں کے حقوق سے بچ گیا ہے، اس کے متعلق تم لوگ کیا کہتے ہو، صعصعہ کھڑے ہو گئے اور وہ اس وقت نوجوان تھے، ابھی ان کی ڈاڑھی نہیں نکلی تھی، کہنے لگے اے امیر مشورہ اس چیز میں لیا جاتا ہے کہ جس کے بیان میں قرآن نازل نہ ہوا ہو، قرآن نے اس کی جو جگہ معین کی ہے اسے وہاں رکھو، عمر نے کہا تو سچ کہتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں، پھر اس باقیماندہ مال کو بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، شیخ ابو عمر کشی نے روایت کی کہ صعصعہ ایک دفعہ بیمار تھے، حضرت امیرالمومنینؑ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت ارشاد فرمایا کہ اے صعصعہ میرا تمہاری عیادت کے لئے جو آنا ہے اس کو تم اپنی قوم پر اپنی بڑائی کا سبب نہ قرار دینا، صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں اس کو اپنے لئے فضل واحسان سمجھتا ہوں، اس طرح روایت ہے کہ جب معاویہ کوفہ میں آیا تو وہاں کے افراد کہ جن کے لئے امام حسنؑ نے معاویہ سے امان طلب کی تھی اس کی مجلس میں آئے، چونکہ صعصعہ بھی اس گروہ سے متعلق تھے لہذا وہ بھی اس مجلس میں آئے، جب معاویہ کی نظر ان پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم اے صعصعہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم میری امان میں رہو، صعصعہ نے کہا خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا تھا کہ تیرا نام خلافت کے ساتھ لوں، پھر خلافت کے نام سے اس پر سلام کیا اور بیٹھ گئے، معاویہ کہنے لگا اگر تم میری خلافت کے تسلیم کرنے میں سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو، صعصعہ مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اور منبر پر جا کر حمد الٰہی اور درود رسالت پناہی ادا کرنے کے بعد کہنے لگے اے حاضرین میں ایسے شخص کی طرف سے آ رہا ہوں جو اپنے شر کو آگے رکھتا ہے اور اپنی اچھائی کو پیچھے رکھتا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں پس اس پر لعنت کرو، خدا اس پر لعنت کرے، اہل مسجد نے آمین کی آواز بلند کی اس وقت صعصعہ معاویہ کے پاس گئے اور جو کچھ منبر پر کہا تھا

اسے اس سے خبردار کیا، معاویہ کہنے لگا خدا کی قسم تو نے اس عبارت سے میری لعنت کا ارادہ کیا ہے دوبارہ جا کر صراحت کے ساتھ علیؑ پر لعنت کرو، یہ لو میں اس شخص پر لعنت کرتا ہوں جو علیؑ پر لعنت کرے، حاضرین مسجد نے دوبارہ آمین کہا، جب معاویہ کو معلوم ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ علیؑ پر لعنت نہیں کریں گے، حکم دیا کہ صعصعہ کو کوفہ سے نکال دیا جائے۔

ابوالاسود دوئلی بصری

ابوالاسود دوئلی بصری جو کہ شعراء اسلام اور حضرت امیرالمومنینؑ کے شیعوں میں سے تھے: اور جنگ صفین میں حاضر تھے اور یہ وہی تھے جنہوں نے علم نحو کو حضرت امیر سے اس کی اصل اور قاعدہ اخذ کرنے کے بعد ترتیب دیا تھا، یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے قرآن پر اعراب اور نقطے لگائے، زیاد بن ابیہ کے زمانہ میں معاویہ نے ایک دفعہ ان کے لئے ہدیہ بھیجا جس میں کچھ حلوہ بھی تھا یہ اس لئے بھیجا تا کہ یہ محبت امیرالمومنینؑ سے منحرف ہو جائیں، ان کی ایک بیٹی نے جس کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی اس حلوہ سے کچھ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، ابوالاسود نے کہا، اے بیٹی یہ حلوہ معاویہ نے ہمارے پاس اسلئے بھیجا ہے تا کہ ہمیں امیر المومنینؑ کی محبت سے منحرف کر دے، بچی کہنے لگی خدا اس کی قبیح قرار دے کیا وہ ہمیں پاکیزہ و پاک سردار کے بارے میں دھوکا دینا چاہتا ہے، خوشبودار شہد کے ساتھ ہلاکت ہے بھیجنے والے اور کھانے والے کے لئے پھر کوئی ایسا کام کیا کہ جس سے کھائی ہوئی چیز کی قے کر دی، اور یہ شعر کہا:

اے ہند کے بیٹے! کیا خوشبودار شہد کے بدلے ہم تیرے پاس اپنا حسب ونسب اور دین بیچ دیں گے، معاذ اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہمارے آقا و مولا امیرالمومنینؑ ہیں، بہر حال ۶۹ہجری میں طاعون سے پچاسی سال کی عمر میں ابوالاسود نے بصرہ میں وفات پائی، ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے ابوالاسود کے اشعار حضرت امیرالمومنینؑ کے مرثیہ میں بیان کئے ہیں، مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے اے آنکھ بہہ اور میری مدد کر پس گریہ کر امیرالمومنینؑ پر، ابوالاسود شاعر طلیق اللسان اور فوری جواب دینے والے تھے، زمخشری نے نقل کیا ہے کہ زیاد بن ابیہ نے ابوالاسود سے کہا کہ تم علیؑ کی دوستی میں کیسے ہو، کہنے لگے جیسا تو معاویہ کی دوستی میں ہے لیکن میں علیؑ کی دوستی اور محبت سے ثواب اخروی چاہتا ہوں اور تو معاویہ کی دوستی میں مال دنیا کا خواہان ہے اور میری اور تیری مثال عمرو بن معدی کرب کے شعر کی طرح ہے، ہم دو دوست ہیں لیکن ہماری حالت مختلف ہے، میں بلندی چاہتا ہوں اور وہ گھی چاہتا ہے میں بنی مالک کے خون کا طالب ہوں اور معلّی کو دودھ کی سفیدی اچھی معلوم ہوتی ہے، اور زمخشری نے یہ شعر بھی انہیں سے روایت کیا ہے، اے مجھے آل محمدؐ کی محبت پر ملامت کرنے والے تیرے منہ میں خاک ہو، پس تو اپنی ملامت چھوڑ دے یا زیادہ کرے جو شخص ان کی محبت کی رسی کو مضبوطی سے نہیں پکڑے ہوئے تو وہ جان لے کہ اس کی ولادت اچھی نہیں ہوئی۔ (حلال زادہ نہیں)

عبداللہ بن ابی طلحہ

یہ امیرالمومنینؑ کے نیک اصحاب میں سے تھے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے لئے رسول خدا نے دعا کی، اس وقت جن کہ یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے، کیونکہ ان کی والدہ انس بن مالک کی ماں ہے اور وہ انصار کی عورتوں میں افضل تھیں اور جب رسول اکرمؐ مدینہ میں تشریف لے آئے تو ہر شخص آپ کے لئے کوئی نہ کوئی ہدیہ لے آیا، انس کی والدہ نے انس کا ہاتھ پکڑا اور حضورؐ کی خدمت میں لے آئیں اور کہنے لگیں! اے رسول خدا میرے پاس کوئی چیز نہیں جو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ حاضر کروں سوائے اس بیٹے کے لہذا یہ آپ کی خدمت میں رہے گا، اور آپ کی خدمت کرے گا، پس انس آنحضرت کا خادم ہو گیا، اور انس کی والدہ مالک کے بعد ابوطلحہ کی بیوی ہو گئیں، اور ابوطلحہ بہترین اصحاب میں سے تھے، رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزے رکھتے تھے ان کی کچھ زمین تھی جس میں وہ دن کا کام کرتے، خداوند عالم نے انس کی ماں سے ابوطلحہ کو ایک بچہ دیا، وہ بچہ بیمار ہو گیا، ابوطلحہ رات کو جب گھر آتے تو اس کے متعلق پوچھتے اور اس کو دیکھتے یہاں تک کہ ایک دن وہ بچہ مر گیا، ابوطلحہ رات کو جب گھر آئے تو بچہ کی حالت پوچھی بچے کی ماں کہنے لگی آج رات بچہ سکون میں ہے ابوطلحہ خوش ہو گیا، پس اس رات بچہ کی ماں سے ہمبستری کی، جب صبح ہوئی تو بچہ کی ماں ابوطلحہ سے کہنے لگی اگر کسی قوم کو ایک ہمسایہ کوئی چیز عاریۃً دے اور وہ اس چیز سے فائدہ اٹھائے اور وہ وہ عاریۃً دی ہوئی چیز مالک واپس لے تو وہ لوگ رونے لگیں، ایسے لوگوں کو کیا کہنا چاہیے، اس نے کہا وہ پاگل اور بے وقوف ہیں تو وہ خاتون کہنے لگی پس آپ غور کریں تا کہ ہم بے وقوف نہ بنیں آپ کا بیٹا وفات پا چکا ہے، اور وہ عاریۃً تھا جسے خدا نے لے لیا ہے پس صبر کریں اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں اور اسے جا کر دفن کریں، ابوطلحہ نے یہ بات رسول خداؐ کی خدمت میں نقل کی، آنجنابؐ کو اس عورت کی اس بات پر بڑا تعجب ہوا، اور دعا کی ''اللھم بارك لھما فی لیلتھما'' خدایا انہیں ان کی اس رات میں برکت دے اور وہ اسی رات عبداللہ سے حاملہ ہوئی، جب عبداللہ پیدا ہوا تو اسے ایک پارچہ میں لپیٹ کر انس کے حوالہ کیا اور کہا کہ اسے رسول خداؐ کی خدمت میں لے جاؤ آنجنابؐ نے اس بچہ کو اٹھایا اور اس کے لئے دعا فرمائی لہذا عبداللہ انصار کی اولاد میں افضل قرار پائے۔

عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی

قاضی نوراللہ کہتے ہیں کتاب ''استیعاب'' میں ہے کہ عبداللہ اپنے باپ کے ساتھ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے وہ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے، قبیلہ خزاعہ رسول خداؐ کے راز داں تھے اور عبداللہ جنگ حنین وطائف وتبوک میں حاضر تھے، ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی، جنگ صفین میں اپنے بھائی کے ساتھ شہید ہوئے اس دن وہ امیرالمومنینؑ کی پیادہ فوج کے سپہ سالار تھے اور آپ کے اکابر اصحاب میں سے تھے شعبی سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن بدیل نے جنگ صفین میں دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور

ان کے پاس دو تلواریں تھیں اور اہل شام پر تلوار سے وار کرتے اور کہتے تھے۔ (ترجمہ اشعار)

توکل کے علاوہ کچھ نہیں رہا سوائے اگلے گروہ کے ساتھ چلنے کے کہ جن طرح اونٹ پانی کے

حوضوں کی طرف جاتے ہیں، خدا چاہتا ہے اس کا فیصلہ کرتا اور کام کرتا ہے۔

اس طرح تیغ زنی کرتے اور مبارزطلبی کرتے یہاں تک کہ معاویہ تک پہنچ گئے اور اسے اس جگہ سے ہٹایا اور اس کے گرد جو اس کے ساتھی تھے انہیں بھی ہٹا دیا، اس کے بعد معاویہ کے ساتھیوں نے اتفاق کر کرکے ان پر سنگ باری کی، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے پھر معاویہ اور عبداللہ بن عامر جو کہ ایک جگہ کھڑے تھے ان کی لاش پر آئے، عبداللہ نے اپنے عمامہ سے ان کا چہرہ ڈھانپ دیا اور ان کیلئے طلب رحمت کی معاویہ نے اس ارادہ سے کہ ان کے کان ناک قطع کرے، کہا کہ اس کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ، عبداللہ نے قسم کھائی کہ جب تک میری جان میرے بدن میں ہے میں کسی کو ان سے متعرض نہیں ہونے دوں گا، معاویہ کہنے لگا اس کے منہ سے کپڑا تو ہٹاؤ، ہم نے عبداللہ بن عامر کو بخش دیا، جب عمامہ ان کے چہرہ سے ہٹایا گیا اور معاویہ کی نگاہ ان کی شوکت وشان پر پڑی تو کہنے لگا خدا کی قسم یہ اپنی قوم کا سردار ہے، خداوند مجھے اشتر اور اشعث بن قیس پر کامیابی دے کیونکہ اس شخص کی مانند اس لشکر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں، اس کے بعد معاویہ نے کہا کہ قبیلہ خزاعہ کو علیؑ سے اتنی محبت ہے کہ اگر ان کی عورتوں میں قوت وطاقت ہو تو وہ علیؑ کے دشمن سے جنگ کریں چہ جائیکہ ان کے مرد۔ (انتھی)

فقیر کہتا ہے کہ عبداللہ بن بدیل پر جا کر نسب ختم ہوتا ہے، شیخ امام سعید قدوۃ المفسرین ترجمان قرآن مجید جناب حسین بن علی بن محمد بن احمد خزاعی کا (جو شیخ ابوالفتوح رازی) کے نام سے مشہور ہیں اور روض الجنان فی تفسیر القرآن کے مصنف ہیں، ان کے دادا محمد بن احمد اور پڑ دادا احمد اور ان کے والد کے چچا عبدالرحمن بن احمد بن حسین خزاعی نیشاپوری ری میں مقیم اور مفید نیشا پور کے نام سے مشہور تھے، اور ان کا بیٹا ابوالفتوح محمد بن حسین اور بھانجا احمد بن محمد سب کے سب علماء وفضلاء میں سے تھے، اور خدا ان پر رحم کرے معدن علم اور اصل علم تھے اور ان کا شرف پے در پے اب وجد سے تھا، جس طرح نیزے کی لکڑی کے جوڑ ہوتے ہیں اور یہ بزرگوار ابن شہر آشوب کے اساتذہ میں سے ہیں اور ان کی قبر شریف ری میں شہزادہ عبدالعظیم کے جوار میں اور امام زادہ حمزہ کے صحن میں ہے۔

عبداللہ بن جعفر طیار

مجالس میں ہے کہ یہ پہلے بچے ہیں جو حبشہ کی سرزمین میں اہل اسلام میں پیدا ہوئے اور ہجرت نبویؐ کے بعد اپنے والد کے ساتھ مدینہ میں آئے، اور پیغمبر اکرمؐ کے شرف ملازمت سے فائز ہوئے عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد جعفر کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی تو پیغمبر اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے اور میرے باپ کی تعزیت کی اور دست مبارک میرے اور میرے بھائی کے سر پر پھیرا، ہمیں بوسے دیئے، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور

آپ کے محاسن مبارک پر گر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ جعفر بہترین ثواب کو پہنچ گئے اب تم ان کی اولاد میں ان کے بہترین جانشین بنو، تین دن کے بعد پھر ہمارے گھر تشریف لائے سب پر نوازش فرمائی، دلداری کی، لباس عزا اتروائے اور ہمارے حق میں دعا کی اور ہماری والدہ اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ غم نہ کرو میں ان کا دنیا و آخرت میں ولی ہوں، عبداللہ انتہائی درجہ کے کریم طریف، حلیم اور عفیف و پاکدامن تھے، ان کی سخاوت اس درجہ پر تھی کہ انہیں بحر الجود (سخاوت کا سمندر) کہتے تھے، منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے انہیں زیادہ سخاوت پر ملامت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک مدت سے میں نے کچھ لوگوں کو اپنے انعام و اکرام کا عادی بنا رکھا ہے اب مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان سے اپنا انعام و احسان روک لوں تو خداوند عالم مجھ سے بھی اپنی بخشش وعطا قطع کر دے۔ انتھی

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول خدا عبداللہ کے قریب سے گزرے، ان کا بچپن تھا وہ کھیل رہے تھے اور مٹی کا ایک گھر بنا رہے تھے آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے، کہنے لگے اسے بیچوں گا، آپ نے فرمایا اسے کیا کرو گے، تو کہنے لگے اس سے تازہ کھجوریں خرید کر کھاؤں گا، حضرت نے اس کے حق میں دعا کی کہ خدایا اس کے ہاتھ میں برکت دے اور اس کے سودے کو نفع مند قرار دے پس آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے کوئی چیز نہیں خریدی کہ جس میں نفع نہ ہوا ہو اور اتنا مال جمع کیا کہ ان کی بخشش ضرب المثل ہوگئی اور اہل مدینہ جب کسی سے قرض لیتے تو اس سے وعدہ کرتے کہ عبداللہ بن جعفر کی عطا و بخشش ملے گی تو قرض ادا کریں گے، روایت ہے کہ انہیں زیادہ بخشش و سخاوت پر ملامت کی گئی، تو عبداللہ نے کہا: (ترجمہ اشعار)

"میں مال کی کمی سے نہیں ڈرتا اور نہ کرم و احسان کرنے پر خدا کا خوف رکھتا ہوں جب میں خرچ کرتا ہوں تو اس کی جگہ پر اور دیتا ہے، میرا رب وسیع نعمتوں والا ہے"۔

فقیر کہتا ہے جو واقعات ان کے جود و سخاوت کے سلسلہ میں منقول ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ بیان کیے جائیں میں نے مروج الذہب میں دیکھا ہے کہ جب عبداللہ بن جعفر کا مال ختم ہو گیا تو جمعہ کے دن مسجد میں جا کر خدا سے مرنے کی دعا کی اور عرض کیا خدایا تو نے مجھے جود و سخا کی عادت ڈالی ہے اور میں نے لوگوں کو بذل وعطا کا عادی بنایا ہے، اب اگر مال دنیا مجھ سے منقطع کرنا ہے تو مجھے دنیا میں باقی نہ رکھ، پس وہ ہفتہ نہیں گزرا کہ آپ کی وفات ہوگئی اور عمدۃ المطالب میں ہے کہ ۸۰ھ میں عبداللہ نے مدینہ میں وفات پائی، ابان بن عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، ایک قول ہے کہ ابواء میں ۹۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں دفن ہوئے، اور ایک قول ہے کہ آپ کے چوبیس بیٹے تھے ان میں سے ایک معاویہ بن عبداللہ بن جعفر تھے جو اپنے باپ کے وصی تھے اور عبداللہ نے ان کا نام معاویہ کی خواہش پر معاویہ رکھا، اور وہ عبداللہ بن معاویہ کے باپ ہیں کہ جس نے مروان حمار کے زمانہ میں ۱۲۵ھ میں خروج کیا تھا اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی پھر جبل پر اس کا قبضہ ہو گیا پس اسی طرح ۱۲۹ھ تک یہ معاملہ

رہا، یہاں تک کہ ابومسلم مروزی نے مروحیلہ سے اسے گرفتار کر کے ہرات میں قید رکھا، وہ مسلسل قید رہا یہاں تک کہ ۱۸۳ھ میں قید خانہ میں وفات پائی اور ہرات میں دفن ہوا، وہاں اس کی زیارت کی جاتی ہے، صاحب عمدہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی قبر ۷۶۶ھ میں دیکھی ہے اور ایک شخص اولاد عبداللہ بن جعفر میں اسحاق عریضی ہے اور وہ قاسم امیر یمن کا باپ تھا اور قاسم جلیل القدر انسان تھا، قاسم کی والدہ ام حکیم بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر ہے، لہذا قاسم بن اسحاق جناب صادقؑ کی خالہ کا بیٹا ہے اور وہ ابو ہاشم جعفری کا باپ ہے اور عبداللہ کی اولاد میں سے ایک علی زینبی ہیں جن کی والدہ جناب زینب بنت علی امیرالمومنینؑ ہیں اور عبداللہ کے دو بیٹے لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلبؑ سے ہیں، ایک محمد (اریس) رئیس اور دوسرا اسحاق اشرف، محمد (اریس) رئیس ابوالکرام عبداللہ اور ابراہیم اعرابی کا باپ ہے جو اجلاء بنی ہاشم میں سے تھا، ابویعلی جعفری کا نسب جو شیخ مفید کا جانشین تھا جس کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی ہے یہاں تک پہنچتا ہے اور عبداللہ بن جعفر کی اولاد میں سے محمد اور عون ہیں جو کربلا میں شہید ہوئے اور سیدالشہداؑ کے حالات میں ان کا ذکر شہادت اور پانچویں فصل میں عبداللہ کے غلام کی ان سے ان کے بیٹوں کی شہادت کے متعلق گفتگو اور عبداللہ کا اس کو جواب دینا بیان ہوگا۔

عبداللہ بن خباب بن الارت

اصحاب امیرالمومنینؑ میں سے ہیں اور ان کے باپ کو راہ خدا میں تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں، اور عبداللہ وہی ہیں کہ جب خوارج نہروان کی طرف جا رہے تھے تو ان کا گزر ایک نخلستان اور چشمہ سے ہوا، عبداللہ کو انہوں نے دیکھا کہ اس نے قرآن کو اپنے گلے میں حمائل کیا ہوا ہے اور وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور ان کے بچے بھی ان کے ساتھ ہیں جب کہ ان کی بیوی حاملہ تھی، عبداللہ سے کہنے لگے تحکیم کے بعد علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو وہ کہنے لگے، علیؑ اللہ کے متعلق زیادہ علم رکھتے ہیں اور وہ اپنے دین کی زیادہ حفاظت کرتے ہیں، اور وہ زیادہ بابصیرت ہیں، وہ کہنے لگے یہ قرآن جو تیرے گلے میں ہے ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم تجھے قتل کر دیں، پس اس بیچارے مظلوم کو نہر کے قریب لا کر لٹایا اور گوسفند کی طرح اس کا گلا کاٹا کہ اس کا خون پانی میں جانے لگا، اور اس کی بیوی کا پیٹ چاک کیا اور چند اور عورتوں کو بھی قتل کیا اور اتفاقا اس نخلستان میں کھجوریں گری پڑی تھیں ان میں سے ایک شخص نے کھجور کا ایک دانہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا تو چیخ کر اسے کہنے لگے یہ تو نے کیا کیا ہے اس نے فوراً منہ سے نکال کر پھینک دیا، اور خنزیر کو انہوں نے دیکھا، ایک نے ان میں سے اسے مار ڈالا تو کہنے لگے تو نے زمین میں فساد کیا ہے اور اس کے اس فعل پر برا منایا۔

عبداللہ بن عباس

وہ رسول خداؐ کے اصحاب اور امیرالمومنینؑ کے دوستدار اور آنجنابؑ کے شاگرد تھے، علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا

ہے کہ عبداللہ کی جلالت قدر امیر المومنینؑ کے ساتھ ان کا اخلاص اس سے زیادہ ہے کہ وہ بیان کیا جا سکے، شیخ کشی نے کچھ روایات ذکر کی ہیں جو ان کے قدح وطعن کی متضمن ہیں لیکن عبداللہ اس سے اجل وارفع ہیں، ہم نے بڑی کتاب میں ان احادیث کو بیان کر کے ان کا جواب دیا ہے، قاضی نوراللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ جو روایات کشی میں ہیں ان کے قدح اور مطاعن کا خلاصہ جو سمجھ میں آتا ہے اس کی بازگشت ابن عباس کے بعض افعال وکردار کی طرف ہے اور مولف کتاب کو ان کے ایمان کا اعتقاد ہے، باقی رہے وہ جواب جو شیخ علامہ نے کتاب کبیر میں دیئے ہیں اس حقیر کی نظر قاصر تک نہیں پہنچے بلکہ بعض قابل وثوق علماء سے سنا گیا ہے کہ بعض غفلتیں جو بادشاہ مغفور سلطان محمد خدا بندہ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہیں ان میں کتاب مذکور اور بعض اسباب اور کتب شیخ علامہ ضائع ہو گئے ہیں اب تک اس کتاب کا نسخہ کسی فاضل روزگار کی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کوئی نام ونشان اس کا مل سکا ہے۔(انتہی) اور ابن عباس علم فقہ تفسیر وتاویل بلکہ انساب وشعر میں بہت ممتاز تھے بسبب حضرت امیر المومنینؑ کی شاگردی اور رسول اکرمؐ کی دعا سے (جو اس کے حق میں آپ نے فرمائی) کیونکہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے غسل کے لئے اپنی خالہ میمونہ کے گھر جو آنحضرت کی زوجہ تھیں پانی لے آئے تو حضرتؐ نے ان کے حق میں دعا کی ''اللھم فقھه فی الدین وعلمه التاویل'' خدایا اسے دین کی سمجھ اور تاویل قرآن کا علم عطا کر۔

وہ عالم، فصیح اللسان اور باشعور تھے، حضرت امیر المومنینؑ نے انہیں بھیجا تا کہ خوارج سے مناظرہ کریں اور واقعہ تحکیم میں اشعث نے ابوموسیٰ کو تحکیم کے لئے انتخاب کیا، حضرت نے فرمایا میں ابوموسیٰ کو اس کام کے لئے پسند نہیں کرتا، ابن عباس کو اس کے لئے اختیار کرو، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، اور جنگ جمل میں بھی جب حضرت امیرؑ کو اصحاب جمل پر فتح نصیب ہوئی تو ابن عباس کو حمیرا کے پاس بھیجا کہ اسے حکم دیں وہ فورا بصرہ سے مدینہ کی طرف کوچ کرے اور بصرہ میں قیام نہ کرے، حمیرا اس وقت بصرہ کے ایک طرف قصر بنی خلف میں تھی ابن عباس اس کے پاس گئے اور اندر جانے کی اجازت چاہی، حمیرا نے اجازت دی، ابن عباس اجازت کے بغیر اندر چلے گئے، جب اندر گئے تو دیکھا کہ وہ جگہ فرش سے خالی ہے اور اس عورت نے بھی دو پردوں کے پیچھے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے، ابن عباس نے مکان میں نظر دوڑائی کمرے کے ایک کونے میں ایک تکیہ کو دیکھا ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا، اور اس کے اوپر بیٹھ گئے، اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے کہا، اے ابن عباس تو نے سنت میں خطا کی (خلافت قانون کیا) ہمارے گھر میں داخل ہوا اور ہمارے مال پر بیٹھا، بغیر ہماری اجازت کے، ابن عباس کہنے لگے ہم رسولؐ کے قانون کو تجھ سے بہتر جانتے ہیں اور تجھ سے اولیٰ اور زیادہ حق دار ہیں ہم نے تجھے اداب وسنت کی تعلیم دی ہے، یہ تیرا گھر نہیں تیرا گھر وہی ہے جس میں تجھے چھوڑ گئے تھے اور تو اس سے باہر نکل آئی ہے، اپنے نفس پر ظلم اور نافرمانی کرتے ہوئے جب تو اپنے گھر جائے تو ہم تیری اجازت کے بغیر اس میں داخل نہیں ہوں گے اور تیرے فرش پر نہیں بیٹھیں گے، اس کے بعد کہا کہ امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ مدینہ واپس جا اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ، حمیرا کہنے لگی خدا رحمت کرے امیر المومنینؑ پر اور وہ عمر بن خطاب تھا، ابن عباس نے کہا خدا کی قسم امیر المومنینؑ تو علی ہے۔الخ،

بہر حال بن عباس آخر میں نابینا ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ پر زیادہ گریہ کرنے سے وہ نابینا ہو گئے تھے، اورانہوں نے اپنے نابینا ہونے کے متعلق اشعار کہے: (ترجمہ)

اگر خدا نے میری دونوں آنکھوں کا نور لے لیا ہے تو میری زبان اور دل میں ان کا نور موجود ہے،

میرا دل روشن اور عقل کامل ہے اور میری زبان میں تلوار جیسا اثر ہے۔

عبداللہ کا بیت المال بصرہ کا مال لے کر مکہ جانا اور اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنینؑ کا اسے خط لکھنا، اور اس کا جسارت آمیز کلمات کے ساتھ جواب دینا، اس واقعہ نے محققین کو حیرت میں ڈالا ہوا ہے، قطب راوندی کہتے ہیں وہ عبیداللہ بن عباس ہے نہ کہ عبداللہ، دوسرے علماء کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ عبیداللہ تو آپ کی طرف سے یمن کا عامل تھا اسے بصرہ سے کیا تعلق؟ علاوہ ازیں کسی نے یہ بات اس سے نقل نہیں کی، ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ یہ معاملہ میرے لئے مشکل ہے کیونکہ اگر اس نقل کی تکذیب کرتا ہوں تو میں راویان اور اکثر کتب کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ سب اس واقعہ کے نقل کرنے میں متفق ہیں اور اگر کہتا ہوں کہ یہ تو عبداللہ بن عباس ہے تو اس کے حق میں یہ گمان نہیں کر سکتا، باوجود اس اخلاص کے جو اسے علیؑ کے ساتھ ان کی زندگی اور وفات کے بعد تھا، اگر عبداللہ بن عباس سے اس واقعہ کو ہٹا دوں تو پھر کس کے سر تھوپوں لہذا میں اس مقام میں توقف کرتا ہوں ابن میثم فرماتے ہیں یہ صرف استبعاد ہے، ابن عباس کوئی معصوم نہیں تھے اور امیر المومنینؑ نے حق کے معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کی اگر چہ ان کی عزیز ترین اولاد ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ ان معاملات میں اقرباء پر زیادہ سختی کی جائے اور یہ وہی ابن عباس ہیں، انتہٰی اور ابن عباس ابن زبیر کے کوف سے مکہ سے طائف چلے گئے اور ۶۸ھ یا ۶۹ھ میں وفات پائی اور محمد بن حنفیہ نے ان کی نماز پڑھائی اور کہا **الیوم مات ربانی ھذہ الامتہ** آج اس امت کا مرد خدا فوت ہوا ہے، کہتے ہیں جب انہیں تختہ پر لٹایا گیا تو دو سفید رنگ کے پرندے ان کے کفن میں داخل ہوئے لوگوں نے کہا یہ ان کا فقہ ہے۔

عثمان بن حنیف (مصغراً) سہل بن حنیف کے بھائی

پہلے گزر چکا ہے کہ یہ ان سابقین میں سے تھے اور روایت ہے کہ یہ بصرہ کے ایک جوان کے ہاں مہمان ہوئے کہ جس دعوت میں اغنیاء مدعو تھے اور فقراء مفقود تھے جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو پہنچی تو آپ نے انہیں خط لکھا، اما بعد اے ابن حنیف مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ اہل بصرہ کے جوانوں میں سے ایک مرد نے تجھے کھانے کی دعوت دی ہے پس تو جلدی سے وہاں پہنچا ہے تیرے لئے بہترین رنگ کے کھانے اور رنگ برنگے پیالے لائے جاتے تھے اور مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ تو اس قوم کی دعوت کو قبول کرے گا، جن کے فقراء پر جفا کی جاتی ہے اور غنی کو دعوت دی جاتی ہے اور یہ وہی عثمان ہیں کہ جب طلحہ و زبیر بصرہ میں وارد ہوئے تو ان کے بہت سے لشکر کو قتل کیا اور انہیں گرفتار کر کے بہت مارا پیٹا اور ان کی داڑھی کے بال

اکھیڑے اور انہیں بصرہ سے نکال دیا اور جنگ جمل کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے عبداللہ بن عباس کو بصرہ کی حکومت سونپی اور عثمان کوفہ میں رہنے لگے، اور معاویہ ابن سفیان کے زمانہ تک رہے۔

عدی بن حاتم طائی

امیر المومنینؑ کے محبین میں سے تھے اور حضرت کی جنگوں میں آپ کی خدمت میں رہے اور آپ کی نصرت یاوری میں تلوار چلائی دس ہجری میں رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ نو ہجری میں لشکر اسلام جبل طی کی طرف گیا اور وہاں کے بت خانہ کو جس کا فلس نام تھا مسمار کیا اور وہاں کے لوگوں کو قید کیا، عدی بن حاتم جو قبیلہ کا قائد و سردار تھا شام کی طرف بھاگ گیا اور اس کی بہن قید ہوگئی اور قیدی مدینہ میں لائے گئے جب رسول خداؐ نے انہیں دیکھا تو حاتم کی لڑکی جو صباحت وفصاحت میں مشہور تھی کھڑی ہوگئی اور عرض کیا ''یا رسول اللہ ھل الوالد و غاب الوافد فامنن علی من اللہ''یعنی میرا باپ مرگیا ہے اور بھائی بھاگ گیا ہے مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے پہلے اور دوسرے دن حضرت نے کوئی جواب نہ دیا، تیسرے دن جب حضور ان کے قریب سے گزر رہے تھے تو امیر المومنینؑ نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا، کہ اپنی عرض داشت پیش کرو، اس عورت نے گزشتہ کلام کا اعادہ کیا تو حضرت رسولؐ نے فرمایا، میں نے تجھے معاف کیا جب کوئی امانت دار قافلہ آئے گا مجھے بتانا تا کہ میں تجھے تیرے علاقے کی طرف بھیج دوں، لڑکی کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ اپنے بھائی کے پاس شام جاؤں وہ اسی انتظار میں رہی یہاں تک کہ قبیلہ قضاعۃ کا ایک گروہ مدینہ میں آیا، تو اس لڑکی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ میری قوم کے کچھ لوگ آئے ہیں جو قابل وثوق واعتماد ہیں مجھے ان کے ساتھ بھیج دیجئے، آپ نے اسے لباس وزادسفر عنایت فرمایا اور اس جماعت کے ساتھ اسے روانہ کیا، وہ لڑکی شام گئی، اپنے بھائی عدی سے ملاقات کی اسے اپنے حالات سنائے، اور اس سے کہنے لگی، میں تو سمجھ رہی ہوں کہ اس جہان اور اُس جہان میں امن وامان سوائے حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کے حاصل نہیں ہوسکتا، بہتر یہ ہے کہ فوراً بے خوف وخطر حضرت کی خدمت میں جاؤ، عدی نے اسباب سفر مہیا کیا اور مدینہ میں پہنچا جب حضرت رسول اکرمؐ کی محفل میں حاضر ہوا، اور اپنا تعارف کرایا تو حضور گھر کی طرف روانہ ہوئے، عدی بھی آپ کے پیچھے جا رہا تھا، راستہ میں ایک بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنی ضروریات وحاجت کے متعلق بہت سے باتیں کیں، حضرت بھی کھڑے رہے یہاں تک کہ اس عورت کا سوال پورا کر دیا، عدی نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بادشاہوں کی روش نہیں کہ وہ ایک بڑھیا کے لئے اپنے کاموں کو اتنی دیر معطل کیے رکھیں، بلکہ یہ پیغمبروں کی عادت ہے، جب گھر میں پہنچے تو رسول خداؐ نے اس لحاظ سے کہ عدی بڑے باپ کا بیٹا اور محترم تھا، اس کے احترام کا خیال کرتے ہوئے ایک گدیلہ جو لیف خرمہ سے بھرا ہوا تھا، اٹھا کر عدی کے لئے بچھایا اور اس کو اس پر بٹھایا، جتنی عدی نے معذرت کی آپ نے قبول نہ فرمائی پس آپ نے عدی کو اس تکیہ پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے، آپ کی کفارہ کے ساتھ یہ سیرت مبارکہ تھی اور جو شخص ان شیعہ وسنی کتب کی طرف رجوع کرے جو آپ کی سیرت پر

لکھی ہوئی ہیں تو وہ اس قسم کے بہت سے واقعات دیکھے گا، خلاصہ یہ کہ عدی بن حاتم آنحضرت کی ہاتھ پر اسلام لائے اور اس حکم کے مطابق و بابه اقتدی عدی فی الکرم (عدی نے کرم میں اپنے باپ کی اقتداء کی) عدی شخص جواد و سخی تھا، کہتے ہیں ایک دفعہ ایک شاعر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوطریف میں نے تیری مدح کہی ہے، کہنے لگا ذرا ٹھہر جا، میں تجھے اپنے مال کا حساب بتلا دوں تاکہ تو میری بخشش کے مطابق مدح کرے اور وہ ایک لاکھ درہم ایک ہزار دینار تین غلام اور ایک گھوڑا ہے، اب کہہ، پس شاعر نے آپ کی مدح کی، عدی کوفہ میں رہتے تھے اور جمل و صفین و نہروان میں امیرالمومنینؑ کے ہمرکاب تھے اور جنگ جمل میں زخم لگنے سے آپ کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی، اور ۶۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ کہنے لگا تمہارے بیٹے کہاں گئے انہیں ساتھ نہیں لائے ہو، کہنے لگے امیرالمومنینؑ کی ہمرکابی میں مارے گئے، معاویہ نے کہا علیؑ نے تجھ سے انصاف نہیں کیا تیری اولاد قتل کرادی اور اپنی اولاد بچالی، عدی کہنے لگے کہ میں نے علیؑ سے انصاف نہیں کیا کہ وہ تو شہید ہوگئے اور میں باقی رہ گیا۔ ؎

دوراز حریم کوئے تو بے بہرہ ماندہام

شرمندہ ماندہ ام کہ چرازندہ ماندہ ام

معاویہ نے کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خون عثمان کا ایک قطرہ ابھی باقی ہے وہ اشرف یمن میں سے ایک شریف کے خون کے بغیر ختم نہیں ہوسکتا، عدی کہنے لگے خدا کی قسم وہ دل جو تمہارے غضب سے پر تھے ابھی تک ہمارے سینہ میں موجود ہیں اور وہ تلواریں کہ جنکے ساتھ تم سے ہم نے جہاد کیا وہ ہمارے دوش پر باقی ہیں اگر تم مکر و فریب کے دروازے سے ایک بالشت آگے بڑھو گے تو تمہاری برائی کے راستہ میں ہم بھی ایک بالشت بڑھیں گے یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ گردن کا کٹ جانا اور سکرات موت کو برداشت کرنا ہمارے لئے اس سے آسان ہے کہ علیؑ کے حق میں کوئی غلط بات ہم سنیں اور اے معاویہ تلوار تلوار کی وجہ سے ہی نیام سے نکلتی ہے، معاویہ نے مصلحت یہ سمجھی کہ اپنے غضب و غصہ کو جنبش میں نہ لائے لہذا گفتگو کا رخ پھیر دیا اور اپنے منشیوں سے کہا کہ عدی کے کلمات کو لکھ لو یہ پند و حکمت ہیں۔

عقیل بن ابوطالب

آپ امیرالمومنینؑ کے بھائی ہیں، ان کی کنیت ابویزید ہے، کہتے ہیں یہ اپنے بھائی طالب سے اور جعفر عقیل سے اور امیرالمومنینؑ جعفر سے دس دس سال چھوٹے تھے اور ابوطالبؑ اپنی اولاد میں سے عقیل کے ساتھ زیادہ محبت کرتے تھے، اسی لئے رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ میں عقیل سے دو محبتیں رکھتا ہوں، ایک خود مجھے اس سے محبت ہے اور دوسرے ابوطالبؑ کو اس سے محبت و پیار بھی تھا، کہتے ہیں کہ عرب میں عقیل کی طرح کوئی عالم نسب نہیں تھا، مسجد رسولؐ میں ان کے لئے گدیلہ بچھا دیتے تھے، وہ آکر اس پر نماز پڑھتے، پس لوگ ان کے پاس جمع ہوجاتے اور علم نسب اور ایام عرب کے متعلق ان سے استفادہ کرتے، اس

وقت وہ نابینا ہو چکے تھے اور لوگ ان سے بغض رکھتے تھے کیونکہ وہ ان کی اچھائی اور برائی سے واقف تھے اور عمدہ جواب دینے میں عقیل مشہور تھے، ایک دفعہ معاویہ کے پاس گئے، معاویہ نے کرسیاں بچھوائیں اور اپنے جلیسوں کو حاضر کیا، جب عقیل آئے تو معاویہ کہنے لگا، میرے اور اپنے بھائی کے لشکر کے متعلق بتایئے، فرمایا میں اپنے بھائی کے لشکر کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ان کے شب وروز زمانہ پیغمبرؐ کے شب وروز کی طرح ہیں، لیکن پیغمبران میں موجود نہیں، میں نے ان میں سے کسی کو نہیں دیکھا، مگر یہ کہ وہ عبادت میں مشغول ہے، اور جب میں تیرے لشکر میں آیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ منافقین میرے استقبال کے لئے آئے ہیں جنھوں نے پیغمبرؐ کے اونٹ کو عقبہ کی رات بھگایا تھا، پھر پوچھا اے معاویہ تیرے دائیں طرف یہ کون بیٹھا ہے معاویہ نے کہا عمرو بن عاص، عقیل کہنے لگے یہ وہ شخص ہے کہ جس میں چھ آدمیوں نے جھگڑا کیا، ہر ایک اس کا دعویدار تھا، بالآخر شتر کش قریش عاص بن وائل سب پر غالب آیا اور اس نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا، دوسرا کون ہے معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس، عقیل نے کہا یہ وہی ہے جو ازار بند اور نر اونٹ مادہ پر جفتی کرانے کے لئے دیتا تھا، اور کون ہے معاویہ نے کہا ابوموسیٰ اشعری، کہنے لگے یہ چور ماں کا بیٹا ہے، معاویہ نے جب دیکھا کہ اس کے ندیم اور جلیس بے کیف ہو رہے ہیں، چاہا کہ وہ مطمئن ہوں پوچھا اے ابو یزید! میرے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہنے لگے یہ نہ پوچھو، معاویہ نے کہا نہیں ضرور اس کا جواب بھی دو، کہنے لگے حمامہ کو جانتے ہو، معاویہ نے کہا حمامہ کون ہے عقیل کہنے لگے میں تجھے بتا چکا، یہ کہہ کر چل دیئے، معاویہ نے نسابہ کو (انساب کو جاننے والا) بلایا اور اس سے پوچھا کہ حمامہ کون ہے، اس نے کہا میرے لئے امان ہے، معاویہ نے کہا کہ ہاں اس نے جواب دیا کہ حمامہ تیری دادی ابوسفیان کی ماں تھی، زمانہ جاہلیت میں مشہور بدکار عورتوں میں جھنڈے والی تھی، معاویہ نے کہا میں تمہارے برابر رہا، بلکہ تم سے بھی بڑھ گیا، ایک دن معاویہ نے کہا جب کہ عمرو عاص بھی اس کے پاس بیٹھا تھا اور عقیل آرہے تھے، میں تجھے عقیل سے ہنساتا ہوں، پس جب عقیل نے سلام کیا تو معاویہ نے کہا، مرحبا اے وہ شخص کہ جس کا چچا ابولہب ہے، عقیل نے کہا ''**اھلا و سھلا**'' جس کی پھوپھی ''حمالة الحطب فی جیدھا من قبل مسد'' جہنم کا ایندھن اٹھانے والی جس کے گلے میں آگ کی رسی ہے، معاویہ نے کہا اے ابویزید آپ کا اپنے چچا ابولہب کے متعلق کیا خیال ہے، فرمایا جب جہنم میں جاؤ تو بائیں طرف دیکھ لینا تم اس کو پالو گے، وہ تمہاری پھوپھی کو نیچے لٹائے ہوئے گا، جو جہنم کا ایندھن اٹھانے والی ہے، جہنم میں جماع کرنے والا بہتر ہے یا وہ جس سے جماع کر رہا ہے، کہنے لگا خدا کی قسم دونوں ہی برے ہیں ۶۰ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔

عمرو بن حمق خزاعی

خدا کے نیک بندے اور باب مدینہ علم رسالت کے حواری تھے، امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد حجر بن عدی کی اعانت اور بنی امیہ کو حضرت پر سب وشتم کرنے سے روکنے میں انہوں نے پوری کوشش کی، جب زیاد بن ابیہ نے عمرو کی گرفتاری کا حکم دیا تو عمرو موصل کی طرف بھاگ نکلے اور ایک غار میں جا کر چھپ گئے، اس غار میں ایک سانپ تھا جس نے

انہیں ڈسا اور وہ شہید ہوئے پس وہ لوگ جو زیاد کی طرف سے ان کی تلاش میں گئے تھے انہوں نے انہیں مردہ پایا، ان کا سر جدا کر کے زیاد کے پاس لے آئے زیاد نے وہ سر معاویہ کے پاس بھیجا، معاویہ نے وہ سر نیزہ پر آویزاں کر کے لوگوں کو دیکھایا اور یہ پہلا سر تھا جو اسلام میں نیزہ پر نصب کیا گیا، امیر المومنینؑ نے عمرو کو ان کے انجام کی خبر دی تھی اور جو خط امام حسینؑ نے معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ جس میں معاویہ کے عذر و مکر ظلم و نقض عہد کی تفصیل تھی، اس میں یوں تحریر فرمایا، کیا تو عمرو بن حمق صحابی رسولؐ، عبد صالح کا قاتل نہیں؟ جس کو عبادت نے نحیف کر دیا تھا، اور اس کا جسم کمزور ہو گیا اور رنگ زرد ہو گیا تھا باوجود اس کے کہ تو نے اسے امان دے دی تھی اور اللہ کے عہد و پیمان اور مواثیق دیئے تھے کہ اگر وہ عہد کسی پرندہ سے کیے جائیں تو وہ بھی پہاڑی کی چوٹی سے تیرے پاس اتر آتا، اس کے باجود خدا پر جرات کرتے اور اس عہد کو خفیف سمجھتے ہوئے تو نے اسے قتل کر دیا۔

فقیر کہتا ہے کہ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے شہید ہونے والوں کے بیان میں زاہر کا ذکر آئے گا، جو عمرو بن حمق کے ساتھ تھا اور جس نے اسے دفن کیا تھا، راوندی اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب عمرو بن حمق نے رسول خداؐ کو پانی پلایا تو آپ نے اس کے لئے دعا کی خدایا اس کو اس کی جوانی سے بہرہ ور قرار دے، پس اسی سال زندہ رہا لیکن اس کی ڈاڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔

قنبر

یہ امیر المومنینؑ کے مخصوص غلام تھے اور روایات میں ان کا بہت ذکر ہے اور یہ وہی ہیں کہ جن کے متعلق امیر المومنینؑ نے فرمایا:

انی اذا البصرت شیئا منکرا
اوقدت ناری ودعوت قنبراً

"جب میں کسی بری چیز کو دیکھتا ہوں تو آگ کو روشن کرتا ہوں اور قنبر کو جلاتا ہوں اور قنبر کا حضرت کی مدح کرنا جبکہ ان سے پوچھا گیا کہ تو غلام ہے"

مشہور اور رجال کشی میں مسطور ہے، ان کو حجاج ثقفی نے شہید کیا تھا، روایت ہے کہ قنبر کو جب گرفتار کر کے حجاج کے پاس لائے تو حجاج نے پوچھا کہ علیؑ کی خدمت میں کیا کرتا تھا، قنبر نے کہا آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا تھا، حجاج نے کہا جب علی وضو سے فارغ ہوتے تو کیا کہتے تھے کہنے لگے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے تھے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا

بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝۴۵(انعام)

''پس جب وہ اس چیز کو بھول گئے جو انہیں یاد دلائی گئی تھی تو ہم نے ان کے لئے ہر چیز کے دروزے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوئے جو ہم نے انہیں دیا تھا تو اچانک ہم نے انہیں گرفت میں لے لیا، وہ حیران وسرگرداں ہو گئے پس اس قوم کی نسل کاٹ دی گئی جس قوم نے ظلم کیا، اور سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے''۔

حجاج کہنے لگا میرا گمان ہے کہ اس آیت کی تاویل ہم پر کرتے تھے، قنبر نے کہا ہاں ایسا ہی ہے، حجاج نے کہا اگر تمہارا سر اڑا دوں تو کیا کرو گے، کہنے لگے میں سعادت مند ہو جاؤں گا، اور تو شقی ہو جائے گا، پس اس ملعون نے حکم دیا اور قنبر کی گردن اڑا دی گئی۔

کمیل بن زیاد نخعی یمانی:

امیر المومنینؑ کے خاص اور عظیم ترین اصحاب میں سے تھے، عرفاء نے انہیں امیر المومنینؑ کا راز داں سمجھا ہے، مشہور دعا جو پندرہ شعبان اور شب جمعہ پڑھی جاتی ہے ان کی طرف منسوب ہے اور وہ مشہور حدیث بہت سی کتب میں پائی جاتی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں صحرا میں لے گئے اور فرمایا اے کمیل یہ دل ظرف ہیں، بہترین ظرف وہ ہے جو زیادہ حفاظت کرنے والا ہو، جو بات میں کہہ رہا ہوں اس کو محفوظ کر لو کہ لوگ تین قسم کے ہیں، الخ۔ شیخ بہائی نے اسے اپنے اربعین کی ایک حدیث قرار دیا ہے، نیز حضرت امیر المومنینؑ کے کلمات ہیں جن میں آپ نے کمیل کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ہے، اے کمیل اپنے اہل وعیال کو حکم دو کہ وہ مکارم کا اکتساب کریں اور سوئے ہوئے شخص کی حاجت کے لئے رات کی تاریکی میں کوشش کریں، پس قسم ہے اس خدا کی جو تمام آوازوں کو سنتا ہے جو شخص بھی کسی دل میں سرور وخوشی رکھ دے تو خداوند عالم اس کے لئے اس سرور سے ایک لطف پیدا کرتا ہے جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ لطف اس کی طرف اس طرح آتا ہے جس طرح پانی ڈھلان کی طرف یہاں تک کہ وہ اس مصیبت کو دھکیل دیتا ہے جس طرح اجنبی اونٹوں کو دھکیلا جاتا ہے، کافی مدت تک کمیل حضرت کی طرف سے بیت المال کے خزانچی رہے، بآلآخر حجاج ثقفی نے انہیں شہید کر دیا، جیسا کہ روایت ہے کہ جب حجاج عراق کا گورنر ہوا تو اس نے چاہا کہ کمیل کو قتل کرے، کمیل وہاں سے بھاگ گئے، جب حجاج ان کو قابو میں نہ کر سکا تو بیت المال سے کمیل کی قوم اور رشتہ داروں کو جو وظیفہ ملتا تھا وہ بند کر دیا، جب یہ خبر کمیل کو پہنچی تو کہنے لگے میری عمر زیادہ نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میں ایک گروہ کی روزی کے منقطع ہونے کا سبب بنوں، اٹھے اور حجاج کے پاس آئے وہ ملعون کہنے لگا تیری تلاش میں تھا تا کہ تجھے کیفر کردار تک

پہنچاؤں وہ کہنے لگا جو تیرا جی چاہے کر لے کیونکہ میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے اور عنقریب تیری اور میری بازگشت خداوند عالم کی طرف ہے اور مجھے مولا نے خبر دی ہے کہ تو میرا قاتل ہوگا، حجاج کہنے لگا تمہارا شمار قاتلان عثمان میں ہے اس نے حکم دیا اور ان کا سر قلم کر دیا گیا، یہ واقعہ ۸۳ھ میں ہوا جب کہ ان کی عمر نوے سال تھی ان کی قبر مقام توبہ میں ہے۔

مالک بن حارث اشتر نخعی

مالک بن حارث اشتر نخعی سیف اللہ المسلول علے اعداۂ قدس اللہ روحہ: (خدا کی کھچی ہوئی تلوار اس کے دشمنوں کے لئے، خدا ان کی روح کو مقدس قرار دے) جلیل القدر اور عظیم المرتبہ تھے، ان کا امیر المومنین کے ساتھ اختصاص بیان سے زیادہ ظاہر ہے، امیر المومنینؑ کا فرمانا کہ مالک میرے لئے اس طرح تھا جیسے میں رسول اللہؐ کے لئے ان کی عظمت کے لئے کافی ہے امیر المومنینؑ نے ۳۶ھ میں انہیں مصر کی حکومت سپرد کی، اور قبل اس کے کہ وہ مصر کی طرف جاتے حضرت نے اہل مصر کو خط لکھا جس کے کچھ فقرے یہ ہیں:

امابعد تحقیق میں تمہاری طرف اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ بھیج رہا ہوں جو خوف کے دنوں میں نہیں سوتا اور ڈر کی گھڑیوں میں دشمنوں سے پیچھے نہیں ہٹتا، فاسق و فاجر لوگوں کے لیے جلانے والی آگ ہے اور وہ ہے مالک بن حارث جو مذحج قبیلہ سے ہے اس کی بات کو سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو، کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔

اور جو عہد نامہ حضرت نے مالک بن اشتر کے لئے لکھا آپ کے عہد ناموں میں سب سے زیادہ طویل ہے جو کہ بہت سے لطائف و محاسن اور بے شمار پند و نصائح پر مشتمل ہے جو خصوصی طور پر سلاطین جہان کے لئے ہر دور حکومت میں ایک قانون ہے کہ جس قانون کے مطابق خراج و زکوٰۃ دی جائے اور کوئی ظلم و ستم بندگان خدا اور رعیت پر نہ ہو اور وہ عہد نامہ مشہور ہے اس کے تراجم ہو چکے ہیں، جب امیر المومنینؑ وہ عہد نامہ لکھ چکے تو حکم دیا کہ مالک راستہ پر گامزن ہوں، مالک اشتر ایک گروہ لشکر کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوئے، منقول ہے کہ جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے مقام عریش کے ایک دہقان کو پیغام بھیجا کہ اشتر کو زہر دے دو، تو بیس سال کا خراج میں تم سے نہیں لوں گا، جب اشتر عریش میں پہنچے تو وہاں کے دہقان (زمیندار) نے پوچھا کہ اشتر کھانے پینے کی چیزوں میں سے کسے زیادہ پسند کرتے ہیں، بتایا گیا کہ وہ شہد کو زیادہ پسند فرماتے ہیں، وہ دہقان کچھ شہد بطور ہدیہ جناب اشتر کے پاس لے آیا اور اس شہد کے کچھ اوصاف بیان کیے، اشتر نے اس زہر آلود شہد کا شربت پیا، ابھی شہد ان کے شکم میں نہیں ٹھہرا تھا کہ دنیا سے رحلت فرمائی، اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی شہادت قلزم میں ہوئی اور عثمان کے غلام نافع نے انہیں زہر دیا، جب اشتر کی وفات کی خبر معاویہ کو ملی تو وہ اتنا خوش ہوا کہ پھولا نہ سماتا تھا اور جب یہ خبر امیر المومنینؑ کو ہوئی تو آپ بہت متاسف ہوئے، منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا **انا اللہ وانا الیہ راجعون**، حمد اس خدا کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے، خدایا میں اس سے تیرے ثواب کی امید رکھتا ہوں کیونکہ اس کی موت مصائب دنیا میں سے

ہے خدا مالک پر رحم کرے بے شک اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے راستہ پر چلا اپنے رب سے ملاقات کی باوجود یکہ ہم نے اپنے نفوس کو عادی بنالیا ہے کہ رسول اللہؐ کی مصیبت کے بعد ہر مصیبت پر صبر کرتے ہیں پھر بھی یہ عظیم ترین مصیبت ہے پھر آپ منبر سے نیچے اترے اور گھر تشریف لے گئے، قبیلہ نخع کے بزرگ آپ کی خدمت میں آئے، حضرت اشتر کی وفات پر محزون و مغموم تھے، پھر فرمایا خدا بھلا کرے مالک کا مالک کیا تھا اور اگر وہ پہاڑ تھا تو بہت بڑا پہاڑ اور اگر وہ پتھر تھا تو سخت پتھر تھا، خدا کی قسم تیری موت نے ایک دنیا کو ہلا دیا اور اس سے ایک دنیا خوش ہوئی، مالک جیسے پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور کیا مالک جیسے شخص کی امید رکھی جاسکتی ہے اور کیا مالک جیسا کوئی ہے اور کیا مالک جیسا بچہ لے کر عورتیں اٹھی ہیں، اور (فرمایا) گویا اس کی موت نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا، خدا کی قسم اس کی موت نے اہل شام کو عزت دار اور اہل عراق کو ذلیل کر دیا، اور فرمایا اس کے بعد میں مالک کو نہیں دیکھ سکوں گا، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ صاحب معجم البلدان نے بعلبک کے حالات کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ معاویہ نے کسی شخص کو بھیجا، اس نے مصر کے راستہ میں اشتر سے ملاقات کی اور انہیں زہر آلود شہد پلایا، قلزم کے قریب انہوں نے وفات پائی جب معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے خوشی کا اظہار کیا، ان کا جنازہ وہاں سے مدینہ طیبہ میں منتقل کیا گیا، وہاں ان کی قبر مشہور و معروف ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اشتر باوجود یکہ عقل و شجاعت و بزرگی و فضیلت کے زیور سے مزین تھے اور وہ زیور علم و زہد فقر و درویشی سے بھی آراستہ تھے، مجموعہ ورام بن ابو فراس رحمہ اللہ میں تحریر ہے کہ ایک دن مالک بازار کوفہ سے گزر رہے تھے اور جس طرح اہل فقر کا شیوہ ہے پرانا کھردرا لباس زیب تن تھا اور وہی کھردرا کپڑا عمامہ کے طور سر پر رکھے ہوئے تھے، ایک شخص دکان کے دروازے پر بیٹھا تھا جب اس نے اشتر کو دیکھا کہ وہ اس وضع قطع اور لباس میں جا رہے ہیں تو وہ اس کی نظر میں حقیر نظر آئے اور اس نے سبزی کی ایک شاخ اشتر کے اوپر پھینک دی، اشتر حلم و تحمل دکھاتے ہوئے اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور آگے نکل گئے، حاضرین میں سے ایک ایسے شخص نے جو اشتر کو پہچانتا تھا جب یہ حالت دیکھی تو اس شخص سے کہا وائے ہو تجھ پر تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ شخص کون تھا کہ جس کی تو نے اہانت کی ہے وہ کہنے لگا مجھے تو معلوم نہیں، اس نے کہا یہ مالک اشتر صاحب امیر المومنینؑ ہیں، پس وہ شخص اس فعل کے تصور سے کانپنے لگا اور مالک کے پیچھے روانہ ہوا تا کہ ان کے پاس جا کر معذرت کرے، اس نے دیکھا کہ اشتر مسجد میں جا کر نماز میں مشغول ہو گئے ہیں، اس نے توقف کیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے سلام کیا ان کے پاؤں پر گر پڑا اور ان کے پاؤں کے بوسے لینے لگا، اشتر ملتفت ہوئے اس کا سر ہاتھوں میں لیا اور کہا یہ کیا کر رہے ہو وہ کہنے لگا میں اس گناہ کی معذرت چاہتا ہوں جو مجھ سے صادر ہوا ہے کیونکہ میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اشتر نے کہا تیرے ذمہ کوئی گناہ نہیں خدا کی قسم میں مسجد میں صرف اسی لئے آیا تھا تا کہ تیرے لئے استغفار اور طلب بخشش کروں، (انتہیٰ)۔

مولف کہتا ہے دیکھئے کس طرح اس شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے اخلاق کا اکتساب کیا تھا آپ حضرت علیؑ کے لشکر کے امراء میں سے تھے اور بہت شوکت و دبدبہ رکھتے تھے ان کی شجاعت اس مرتبہ پر تھی کہ ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ اگر کوئی

شخص قسم کھائے کہ مالک اشتر سے زیادہ شجاع عرب وعجم میں ان کے استاد امیر لمومنینؑ کے علاوہ کوئی نہیں تو میرا گمان ہے کہ اس کی قسم صحیح ہے اور ہم اس شخص کے متعلق کیا کہیں کہ جس کی زندگی نے اہل شام کو اور جس کی موت نے اہل عراق کو شکست دی، امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اشتر میرے لئے اس طرح تھے جیسے میں رسول اللہؐ کے لئے تھا، اور اپنے اصحاب سے فرمایا کاش تم میں سے اس جیسے دو شخص بلکہ اس جیسا ایک شخص ہوتا ان کا دبدبہ جو دشمن پر تھا ان اشعار پر غور کرنے سے جو خود انہوں نے کہے ہیں محسوس ہوتا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

میں اپنا مال وتونگری باقی رکھوں گا، بلندی سے انحراف کروں گا اور اپنے مہمانوں کے ساتھ ترشروئی کے ساتھ پیش آؤں گا اگر میں ہند کے بیٹے پر غارت گری نہ کروں جس کا کوئی دن جانوں کے لوٹنے سے خالی نہ ہو لاغر کمر والے گھوڑے جو ہوؤں کی طرح ہیں، سفید رنگ والے شھبہ سواروں کو میدان جنگ میں لے جاتے ہیں جو غصہ کے مارے ترچھی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان پر لوہا لپٹا ہوا ہے گویا وہ بجلی کی چمک یا کسی ایک سورج کی شعاع ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس جلالت وشجاعت وشدت وشوکت کے باجود ان کا حسن خلق اس مرتبہ پر تھا کہ ایک بازاری آدمی ان کی اہانت کرتا ہے اور ان کے حال میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوتا، بلکہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اگر آپ غور کریں تو ان کے نفس کا خواہش پر غالب آجانا ان کی شجاعت بدنی سے بلند تر ہے، امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے اشجع الناس من غلب ہواہ، زیادہ بہادر وہ ہے جو اپنی کواہش نفس پر غالب آئے۔

محمد بن ابوبکر بن ابو قحافہ:

جلیل القدر عظیم المنزلت خواص وحوارمین امیر المومنینؑ میں سے تھے بلکہ بمنزلہ آپ کے فرزند کے تھے، چونکہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس پہلے جعفر بن ابی طالبؑ کی بیوی تھیں، جعفر کے بعد ابوبکر کی زوجہ ہوئیں اور حجۃ الوداع کے سفر میں محمد کو جنم دیا، ابوبکر کے بعد امیر المومنینؑ کے حرم میں داخل ہوئیں، تو لامحالہ محمد نے امیر المومنینؑ کی گود میں تربیت پائی اور حضرت کے علاوہ انہوں نے کسی باپ کو نہیں پہچانا، یہاں تک کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ محمد صلب ابوبکر سے میرا بیٹا ہے اور محمد جنگ جمل وصفین میں حاضر تھے، اور جنگ صفین کے بعد امیر المومنینؑ نے حکومت مصر انہیں عطا فرمائی، ۳۸ھ میں معاویہ نے عمرو بن عاص معاویہ بن خدیج اور ابواعور سلمی کو ایک گردہ عظیم کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا اور ان لوگوں نے عثمان کے ہواخواہوں کے ساتھ مل کر محمد سے جنگ کی اور انہیں گرفتار کر لیا، پس معاویہ بن خدیج نے محمد کا سر پیاس کی حالت میں قلم کیا اور ان کا جسم گدھے کے چمڑے میں رکھ کر جلایا اور محمد کی عمر اس وقت اٹھائیس برس تھی کہتے ہیں کہ جب یہ خبر ان کی والدہ تک پہنچی، تو غم وغصہ کی زیادتی کی وجہ سے ان کے پستان سے خون نکل آیا اور ان کی پدری بہن بی بی عائشہ نے قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں کوئی پکی ہوئی چیز نہیں

کھاؤں گی اور ہر نماز کے بعد معاویہ عمر و عاص اور ابن خدیج پر لعنت کرتی تھیں، جب محمد کی شہادت کی خبر امیر المومنین ؑ کو پہنچی تو آپ بہت محزون و غمگین ہوئے اور محمد کی موت کی خبر ابن عباس کو ان کلمات کے ساتھ بصرہ میں تحریر کی۔(ترجمہ)

> اما بعد بے شک مصر فتح ہو چکا ہے اور محمد بن ابی بکر خدا اس پر رحم کرے شہید ہو گیا ہے اس کے ثواب کی امید ہم خدا سے رکھتے ہیں، جو کہ مخلص بیٹا تھا اور سخت کام کرنے والا تھا، اور چمکنے والی تلوار اور دشمن کو دفع کرنے والا رکن اور ستون تھا، میں نے لوگوں کو اس سے مل جانے پر ابھارا تھا، اور اس کی فریاد رسی کا حکم دیا تھا، اس واقعہ کے ہونے سے پہلے انہیں خلوت و جلوت میں جاتے آتے بلایا تھا، ان میں سے کوئی تو کراہت کے ساتھ آتا ہے اور جھوٹے بہانے حیلے بناتا ہے اور کوئی مدد نہ کرتے ہوئے بیٹھ رہتا ہے میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے جلدی ان سے چھٹکارا دلائے، خدا کی قسم اگر دشمن سے ٹکراؤ میں مجھے شہادت کی امید نہ ہو اور میں نے اپنے نفس کو مرنے کے لئے پورے طور پر تیار نہ کیا ہوا ہو تو میں دوست رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے ساتھ ایک دن بھی نہ گزاروں اور نہ کبھی میری ان سے ملاقات ہو۔

ابن عباس جب محمد کی شہادت سے مطلع ہوئے تو امیر المومنین ؑ کے پاس تعزیت کے لئے بصرے سے کوفہ آئے اور حضرت سے تعزیت کی، امیر المومنین ؑ کا ایک جاسوس شام سے آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین ؑ معاویہ کو محمد کی شہادت کی جب خبر ملی تو وہ منبر پر گیا اور لوگوں کو بتایا، شام کے لوگ اتنے خوش ہوئے کہ میں نے انہیں اس طرح کبھی کسی موقع پر خوش نہیں دیکھا، تو حضرت نے فرمایا ہم اسی قدر مغموم ہیں جتنے وہ خوش ہیں بلکہ ہمارا غم واندوہ کئی گنا زیادہ ہے اور روایت ہے کہ آپ نے محمد کے حق میں فرمایا کہ میرا پروردہ تھا اور میں اس کا باپ اور اسے اپنا بیٹا سمجھتا تھا اور محمد مادری بھائی ہیں، عبداللہ عون، اور محمد اولاد جعفر طیار کے اور یحییٰ بن امیر المومنین ؑ کے اور ابن عباس کی خالہ کے بیٹے ہیں اور قاسم فقیہ مدینہ کے باپ ہیں جو کہ امام جعفر صادق ؑ کے نانا تھے۔

محمد بن ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس

اگرچہ یہ معاویہ کے ماموں کے لڑکے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اصحاب وانصار وشیعان امیر المومنین ؑ میں سے تھے، ایک مدت تک معاویہ کی قید میں رہے تھے ایک دفعہ انہیں قید سے نکال کر کہنے لگے، ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنی گمراہی سے بینائی حاصل کرو، اور علیؑ سے دست بردار ہو جاؤ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم مارے گئے تھے، اور عائشہ وطلحہ وزبیر نے ان کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے خروج کیا تھا اور علیؑ نے بھی لوگوں کو بھیجا تھا کہ وہ عثمان کو قتل کر دیں، اور اب ہم اس خون کا مطالبہ کر رہے ہیں محمد کہتا ہے کہ تو جانتا ہے کہ میری قرابت تمام لوگوں کی نسبت تجھ سے زیادہ ہے، اور میں تجھے باقی لوگوں سے

زیادہ جانتا ہوں، معاویہ کہنے لگا ایسا ہی ہے تو محمد نے کہا خدا کی قسم خون عثمان میں تیرے علاوہ کوئی شریک نہیں، کیونکہ عثمان نے تجھے گورنر بنایا، مہاجر وانصار نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ تجھے معزول کر دے لیکن اس نے نہ کیا مجبوراً ان لوگوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور خدا کی قسم ابتداء میں اس کے خون میں طلحہ وزبیر اور عائشہ کے علاوہ کوئی شریک نہیں تھا، اور یہی لوگ تھے جو لوگوں کو اس کے قتل کرنے پر ابھارتے تھے اور ان کے ساتھ عبدالرحمن بن عوف ابن مسعود، عمار اور سب انصار شریک تھے، پھر کہنے لگا خدا کی قسم جب سے میں نے تجھے پہچانا ہے زمانہ جاہلیت اور اسلام میں تو ایک ہی عادت کا مالک ہے، اسلام نے تجھ میں کوئی کمی و زیادتی نہیں کی اور اس کی نشانی واضح ہے کہ تو مجھے علیؑ کی محبت پر ملامت کرتا ہے حالانکہ علیؑ کے ساتھ ہر روزہ دار عبادت گزار مہاجر وانصار میدان جنگ میں آیا تھا اور تیرے ساتھ منافقین طلقاء اور آزاد کردہ لوگوں کے بیٹے تھے تو نے انہیں ان کے دین میں دھوکہ دیا اور انہوں نے مجھے تیری دنیا سے دھوکہ دیا، خدا کی قسم اے معاویہ! تجھ پر پوشیدہ نہیں ہے کہ تو نے کیا کیا، اور نہ ان پر مخفی ہے کہ انہوں نے کیا کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے خدا کو تیری اطاعت میں ناراض کیا ہے خدا کی قسم اللہ اور رسولؐ کے لئے ہمیشہ علیؑ سے محبت رکھوں گا، اور ہمیشہ تجھ سے اللہ اور رسولؐ کے لئے بغض رکھوں گا، معاویہ نے حکم دیا کہ اسے واپس زندان میں بھیج دیا جائے وہ زندان میں رہے یہاں تک کہ وفات پائی (رحمہ اللہ)۔

ابی ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ عمرو بن عاص نے محمد بن ابوحذیفہ کو مصر سے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا اور معاویہ نے انہیں قید کر دیا، وہ قید خانہ سے بھاگ نکلے، قبیلہ خشعم کا ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن عمرو بن خلدم تھا وہ ان کی تلاش میں نکلا اور انہیں ایک غار میں پایا اور وہیں شہید کر دیا، اور محمد کے باپ ابوحذیفہ اصحاب پیغمبر اکرمؐ میں سے تھے اور جنگ بدر میں جب ان کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تب بھی وہ آپ کے صحابہ میں رہے اور یمامہ کی جنگ کے دن جو مسلمیہ کذاب سے ہوئی تھی وہ شہید ہوئے۔

میثم بن یحییٰ تمار

امیرالمومنینؑ کے خواص منتخب اور حوارین میں سے تھے اور حضرت نے جتنی میثم میں قابلیت اور استعداد تھی اس کے مطابق انہیں تعلیم دی تھی، اور انہیں اسرار خفیفہ اور اخبار غیب پر مطلع فرمایا تھا اور کبھی کبھی ان چیزوں کا میثم سے ترشح ہوتا تھا اور اس سلسلہ میں وہ واقعہ کافی ہے کہ جناب ابن عباس جو امیرالمومنینؑ کے شاگرد تھے اور جنھوں نے حضرتؑ سے تفسیر قرآن سیکھی تھی، اور علم فقہ وتفسیر میں بلند مرتبہ پر فائز تھے، جنھیں محمد حنفیہ نے اس امت کا ربانی اور مرد خدا قرار دیا تھا جو رسول خداؐ اور امیرالمومنینؑ کے چچازاد تھے اس مقام ومنزلت کے باجود میثم نے ان سے پار کر کہا کہ اے ابن عباس تفسیر قرآن میں سے جو چاہو مجھ سے سوال کرو، کیونکہ میں نے تنزیل قرآن کی امیرالمومنینؑ کے سامنے قرات کی اور مجھے آپ نے تاویل قرآن کی تعلیم دی، ابن عباس نے پہلوتہی نہیں کی، دوات وکاغذ منگوایا اور ان کے بیانات تحریر کیے اور خداوند ان پر رحم کرے وہ زہاد میں سے تھے اور ان

اشخاص میں داخل تھے جن کی کھال کوعبادت وزہد نے ان کے بدن پرخشک کردیا تھا،ابوخالدتمار سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن میں دریافرات میں کشتی میں جارہاتھا کہ اچانک ہوا چلنے لگی میثم کشتی سے باہر آگئے اوراس ہوا کی خصوصیات کودیکھنے کے بعداہل کشتی سے کہنے لگے کشتی کو مضبوطی سے باندھ لو یہ باد عاصف ہے،(سخت آندھی ہے)ابھی ابھی معاویہ مرگیا ہے دوسرے جمعہ شام سے قاصدآیا ہم نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ معاویہ مرگیا ہےاوراس کی جگہ یزید تخت نشین ہوا ہم نے پوچھا کس دن اس نے کہا کہ گزشتہ جمعہ کے دن رشید ہجری کے حالات میں گزرچکا ہے کہ میثم نے حبیب بن مظاہر کونصرت فرزندرسولؐ میں شہید ہونے کی خبردی تھی،اور یہ بتایا تھا کہ ان کا سرکوفہ لایا جائے گا،اوراس میں اسے پھرائیں گے شیخ شہید محمد بن مکی نے میثم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک رات امیرالمومنینؑ مجھے اپنے ساتھ لے کرکوفہ سے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد جعفی تک پہنچے وہاں قبلہ رخ ہوکر چاررکعت نماز پڑھی جب سلام پھیرا اور تسبیح پڑھی تو ہاتھوں کی ہتھیلیاں پھیلا کرعرض کیا:

الهی کیف ادعوك وقد عصیتك و کیف لا ادعوك وقد عرفتك وحبك فی قلبی مکین مددت الیك یدا بالذنوب مملوة وعیا بالرجاء ممدودة الهی انت مالك العطایا وانا اسیرا الخطایا۔

پھر سجدہ کیااوراپنا رخسارزمین پررکھ دیااورسومرتبہ العفوالعفو پھراٹھ کھڑے ہوئے اورمسجد سے نکلے میں بھی آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ صحرامیں پہنچے پس آپ نے میرے لئے ایک خط کھینچا اورفرمایا اس خط سے باہر نہ نکلنا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے،اوروہ رات بہت تاریک تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ تو نے اپنے مولا کواس صحرامیں تنہا چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ کے دشمن بہت ہیں پس خدااوررسولؐ کے سامنے کیا عذرپیش کرے گا،خدا کی قسم میں ان کے پیچھے جاوٴں گا تا کہ ان سے باخبررہوں اگرچہ اس میں آپ کے حکم کی مخالفت کروں گا،پس آپ کی جستجو میں گیا یہاں تک کہ انہیں اس حالت میں پایا کہ آپ نے اپنا آدھا جسم کنویں میں داخل کیا ہوا تھا اوراس کنوئیں سے خطاب فرمارہے تھے،جیسے آپ کو میرا احساس ہوا تو فرمایا کون ہے،میں نے عرض کیا،میثم،فرمایا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ خط سے تجاوز نہ کرنا،میں نے عرض کیا اے مولا میں آپ کے بارے میں آپ کے دشمنوں سے ڈراتو میرادل بے قابو ہوگیا ،فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا تھا اس میں سے تو نے کچھ سنا ہے میں نے عرض کیا اے میرے مولا نہیں،فرمایا اے میثم

وفی الصدر لبانات اذا ضاق لها صدری۔ نکت الارض بالکف۔واندیت لها سری فهما تنبت الارض۔فذاك النبت من بذری۔

اورسینہ میں کئی ایک حاجات ہیں کہ جن کے لئے میرا سینہ تنگ ہوجاتا ہےتو میں ہاتھ سے زمین کھودتا ہوں اوراس

کے سامنے اپنا راز ظاہر کرتا ہوں، پس جو کچھ زمین سے اگتا ہے تو یہ سبزی میرے بیج سے ہے، علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ کشی مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے، حضرت امیر المومنینؑ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا، پھر پوچھا تمہارا کیا نام ہے کہا کہ سالم، حضرت نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ نے عجمی زبان میں تمہارا نام میثم رکھا تھا، وہ کہنے لگے، خدا اور رسول وامیر المومنینؑ سچ کہتے ہیں خدا کی قسم میرے باپ نے میرا یہی نام رکھا تھا، آپ نے فرمایا سالم کو چھوڑ و اور جس نام کی رسول خدا نے خبر دی ہے وہی نام رکھو تو انہوں نے میثم نام اور ابو سالم اپنی کنیت رکھی، ایک دن حضرت امیرؑ نے ان سے فرمایا میرے بعد تمہیں گرفتار کریں گے اور سولی پر لٹکائیں گے تم پر حربہ لگائیں گے تیسرے دن تمہاری ناک اور منہ سے خون بہے گا اور تمہاری ڈاڑھی اس سے خضاب ہوگی پس اس خضاب کے منتظر رہو اور تمہیں دوسرے نو اشخاص کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب سولی پر لٹکائیں گے، اور تمہاری سولی کی لکڑی باقیوں کی نسبت چھوٹی ہوگی حالانکہ قدر و منزلت میں تم ان سے بہتر ہو گے، میرے ساتھ چلو تا کہ تمہیں وہ درخت دکھاؤں کہ جس کی لکڑی کے ساتھ تمہیں لٹکایا جائے گا، پس وہ درخت آپ نے مجھے دیکھایا، دوسری روایت ہے کہ حضرت نے اس سے فرمایا اے میثم تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب بنی امیہ کا ولد الزنا تمہیں بلائے گا اور تمہیں کہے گا کہ میری بیزاری کا اظہار کرو تو میثم نے کہا خدا کی قسم میں آپ سے بیزاری نہیں کروں گا حضرت نے فرمایا خدا کی قسم وہ تجھے قتل کر کے چھوڑے گا اور سولی پر لٹکائے گا، میثم کہنے لگے میں صبر کروں گا، اور یہ چیز خدا کی راہ میں کم اور آسان ہے حضرت نے فرمایا میثم آخرت میں تم میرے ساتھ میرے درجے میں ہوں گے۔

پس حضرت امیرؑ کے بعد ہمیشہ اس درخت کے قریب آتے اور وہاں نماز پڑھتے اور کہتے اے درخت خدا تجھے برکت دے کیونکہ میں تیرے لئے اور تو میرے لئے پیدا ہوا ہے اور عمرو بن حریث سے کہتے جب میں تمہارا ہمسایہ ہو جاؤں تو میری ہمسائیگی کی رو رعایت کرنا عمر و خیال کرتا کہ میثم چاہتے ہیں میرے نزدیک کا کوئی مکان خریدیں لہذا کہتا خدا مبارک کرے ابن مسعود کا گھر خرید گے یا ابن حکم کا، اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میثم کا مقصد کیا ہے پس جس سال امام حسین علیہ السلام مدینہ سے مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مکہ سے کربلا کی طرف گئے تو میثم مکہ میں گئے اور جناب ام سلمہؑ زوجہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ام سلمہؑ نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا کہ میں میثم ہوں، ام سلمہ نے کہا میں نے بہت دفعہ سنا کہ سرکار رسالتؐ رات کو تمہیں یاد کرتے تھے، امیر المومنینؑ سے تمہاری سفارش فرماتے پس میثم نے امام حسینؑ کے حالات پوچھے تو ام سلمہؑ نے کہا اپنے فلاں باغ میں گئے ہوئے ہیں، میثم نے کہا جب واپس آئیں تو میرا ان سے سلام کہنا اور انہیں کہنا کہ بہت جلدی میں اور آپ بارگاہ ایزدی میں انشاء اللہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، پس ام سلمہؑ نے خوشبو منگائی اور اپنی کنیز سے کہا میثم کی ڈاڑھی پر خوشبو لگاؤ، جب کنیز نے ان کی ڈاڑھی کو خوشبو لگائی تو میثم نے کہا آپ نے میری ڈاڑھی پر خوشبو لگائی ہے، بہت جلدی یہ ڈاڑھی آپ اہل بیتؑ کی محبت کے راستہ میں خون سے خضاب ہوگی، پس ام سلمہؑ نے کہا امام حسینؑ تمہیں بہت یاد کرتے تھے، میثم نے کہا میں بھی انہیں یاد کرتا ہوں اور مجھے جلدی ہے میرے لئے اور ان کے لئے ایک امر مقدر ہو

چکا ہے، کہ جس تک ہم کو پہنچنا ہے جب باہر نکلے تو عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہیں تو میثم نے کہا اے عباس کے فرزند جو چاہو تفسیر قرآن سے متعلق مجھ سے سوال کرو کیونکہ میں نے قرآن امیر المومنینؑ سے پڑھا ہے اور اس کی تاویل آپ سے سنی ہے، ابن عباس نے دوات اور کاغذ منگایا اور میثم سے پوچھ کر لکھتے رہے یہاں تک کہ میثم نے کہا اے ابن عباس تمہارا کیا حال ہوگا جب مجھے دیکھو گے کہ نو افراد کے ساتھ مجھے سولی پر لٹکایا گیا ہے، جب ابن عباس نے یہ سنا تو کاغذ پھاڑ دیا اور کہنے لگے تو کہانت کی باتیں کرتا ہے، میثم نے کہا کاغذ کو نہ پھاڑو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اگر وہ چیز عمل میں نہ آئے تو اس وقت کاغذ پھاڑ دینا، اور جب حج سے فارغ ہوئے تو کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور حج پر جانے سے پہلے معرف (مردم شناس کوفہ) سے کہتے تھے کہ وہ وقت قریب ہے جب بنی امیہ کا حرام زادہ تجھ سے میرا مطالبہ کرے گا اور تو مہلت چاہے گا اور پھر مجھے اس کے پاس لے جائیگا یہاں تک کہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکائیں گے جب عبیداللہ بن زیادہ کوفہ میں آیا تو اس نے معرف (مردم شناس) کو بلایا اور اس سے میثم کے حالات پوچھے، وہ کہنے لگا وہ حج پر گیا ہوا ہے اس نے کہا خدا کی قسم اگر اسے نہیں لاؤ گے تو میں تمہیں قتل کردوں گا، پس اس نے مہلت چاہی اور میثم کے پاس قادسیہ گیا اور وہاں رہا، یہاں تک کہ میثم آئے اور وہ انہیں پکڑ کر اس ملعون کے پاس لے گیا جب اس کے دربار میں داخل ہوئے تو حاضرین نے کہا کہ یہ شخص علیؑ کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب تھا وہ ملعون کہنے لگا وائے ہو تم پر اس عجمی کا ان کے نزدیک اتنا اعتبار و مرتبہ تھا، لوگ کہنے لگے ہاں عبیداللہ نے کہا تیرا پروردگار کہاں ہے، میثم نے کہا ستمگاروں کی کمین گاہ میں اور تو ان میں سے ایک ہے، ابن زیاد نے کہا تجھ میں اتنی جرات ہے کہ اس طرح سے بات کرتا ہے ابھی ابوترابؑ سے بیزاری کا اعلان کر، میثم نے کہا اگر ایسا نہ کروں تو تم کیا کرو گے، تو وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تجھے قتل کردوں گا، میثم نے کہا میرے مولا نے مجھے خبر دی ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا، اور نو افراد کے ساتھ عمرو بن حریث کے دروازہ پر سولی پر لٹکائے گا ابن زیاد نے کہا میں تیرے مولا کی مخالفت کروں گا تا کہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو، میثم نے کہا میرے مولا نے جھوٹ نہیں کہا، جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ رسول خداؐ سے سنا، اور نبی اکرمؐ نے جبریلؑ سے اور جبریلؑ نے خداوند عالم سے سنا ہے پس تو کس طرح ان کی مخالفت کرسکتا ہے مجھے معلوم ہے کہ تو مجھے کس طریقہ سے قتل کرے گا، اور پہلا شخص کہ جسے اسلام میں اس کے منہ میں لگام دی جائے گی وہ میں ہوں، پس اس معلون نے حکم دیا کہ میثم اور مختار کو قید خانہ میں لے جائیں پس میثم نے مختار سے کہا کہ تم قید سے رہائی پاؤ گے اور خروج کرو گے اور امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لو گے اور اس ملعون کو قتل کرو گے جب مختار کو باہر نکالا کہ اسے قتل کریں ، یزید کی طرف سے قاصد آیا اور خط لایا کہ مختار کو رہا کردو، اسے چھوڑ دیا گیا، پس میثم کو منگوایا اور حکم دیا کہ اسے عمرو بن حریث کے دروازے پر سولی پر لٹکادو، اس وقت عمرو سمجھا کہ میثم کا مقصد کیا تھا پس اس نے اپنی کنیز کو حکم دیا کہ سولی کے نیچے جھاڑو دے اور خوشبو جلائے پس میثم نے اہل بیتؑ کے فضائل کی احادیث بیان کرنا شروع کیں اور بنی امیہ پر لعنت کی، اور جو واقعات بنی امیہ کے متعلق ہونے والے تھے انہیں بیان کیا جب ابن زیاد سے کہا گیا کہ اس شخص نے تمہیں رسوا کردیا تو اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کے منہ میں لگام دی جائے اور سولی کی لکڑی پر باندھ دیا تا کہ بات نہ کرسکیں، جب تیسرا دن ہوا تو ایک ملعون آیا جس کے ہاتھ میں حربہ تھا اور کہنے لگا خدا کی قسم یہ حربہ تجھ پر لگاؤں گا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو دن کو روزے رکھتا اور راتیں عبادت خدا میں بسر کرتا تھا، پس اس نے وہ حربہ

آپکی بھتیرگاہ میں مارا جوان کے اندر چلا گیا اور دن کے آخر میں ان کے ناک سے خون بہنے لگا اور ان کی ڈاڑھی اور سینہ پر جاری ہوا، اور ان کا طائر روح ریاض جنان کی طرف پرواز کر گیا ان کی شہادت امام حسینؑ کے عراق میں وارد ہونے سے دس دن پہلے ہوئی اور یہ بھی روایت ہے کہ جب وہ بزرگوار رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تورات کے وقت خرما بیچنے والوں میں سے سات آدمی آئے جو میثم کے ہم پیشہ تھے جب کہ پاسبان بیدار تھے لیکن خداوند عالم نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور وہ میثم کی لاش چرا کر لے گئے اور اسے نہر کے کنارے پر دفن کر کے اوپر پانی پھیر دیا، پاسبانوں نے لاکھ تلاش کیا لیکن اس کا نشان انہیں نہیں مل سکا۔

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص:

جن کا لقب مرقال تھا قاضی نور اللہ کہتے ہیں کہ کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وہی مشہور بہادر ہیں جن کا لقب مرقال تھا اور وہ اس لقب سے اس لیے مشہور تھے کہ ارقال خاص قسم کے دوڑنے کو کہتے ہیں اور وہ میدان جنگ میں دشمن کے سر پر تیزی سے دوڑ کر جاتے تھے، کلبی اور ابن حیان سے منقول ہے کہ وہ شرف صحبت رسول خداؐ سے مشرف ہوئے اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور جنگ ایران میں اپنے چچا سعد بن وقاص کے ساتھ قادسیہ میں موجود تھے اور وہاں جوانمردی اور مردانگی کے جوہر دکھائے اور جنگ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت مآب تھے اور وہاں بھی جہاد کے مراسم بجا لائے اور اعثم کوفی کو فتوح اور کتاب اصابہ میں تحریر ہے کہ جب عثمان کے قتل ہونے اور لوگوں کے امیر المومنینؑ سے بیعت کرنے کی خبر مشہور ہوئی تو اہل کوفہ نے بھی یہ خبر سنی، اور اس وقت موسیٰ اشعری کوفہ کا گورنر تھا، کوفہ کے لوگ ابوموسیٰ کے پاس آئے اور اس سے کہا تم امیر المومنینؑ علی کی بیعت کیوں نہیں کرتے، تو وہ کہنے لگا میں اس معاملہ میں توقف کرتا ہوں اور دیکھوں گا کہ اس کے بعد کیا حادثہ رونما ہوتا ہے اور کیا خبر آتی ہے، ہاشم بن عتبہ نے کہا کیا خبر آئے گی عثمان کو لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور انصار خاص وعام نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کر لی ہے کیا تجھے اس بات کی توقع ہے کہ اگر علیؑ کی بیعت کر لی تو عثمان اس جہان سے واپس آ جائیں گے اور تجھے ملامت کریں گے، ہاشم نے یہ کہہ کر اپنے دائیں ہاتھ سے بایاں ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا ہے اور میرا دایاں ہاتھ امیر المومنینؑ کا ہے آپ کی میں بیعت کرتا ہوں اور ان کی خلافت پر راضی ہوں، جب ہاشم نے بیعت کی تو ابو موسیٰ کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہا، وہ بھی اٹھا اور اس نے بیعت کی اور اس کے پیچھے تمام اکابر سرداروں اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے بیعت کی اور اصابہ میں ہے کہ بیعت کرتے وقت ہاشم نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے جن میں ابوموسیٰ پر طنز تھا۔

ابایع غیر مکترث علیا
ولا اخشی امیر اشعریا ابا یعه
واعلم ان سا ضی بذاك حقا دانبیا

میں کسی کی پرواہ کیے بغیر علیؑ کی بیعت کرتا ہوں اور اشعری امیر سے نہیں ڈرتا، میں علی کی بیعت کرتا

ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ اس سے خدائے برحق اور نبی اکرمؐ راضی ہیں۔

ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے، ان کے بعد عتبہ بن ہاشم نے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا اور چند افراد کو قتل کیا اور اچھے آثار دکھائے اور بلآخر انہوں نے بھی شربت شہادت نوش کیا اور اپنے پدر بزرگوار سے جا ملے، فقیر کہتا ہے کہ اس خبر سے معلوم ہوا کہ ہاشم مرقال جنگ صفین میں درجہ شہادت تک پہنچے لہذا وہ جو مشہور ہے کہ روز عاشور سید الشہداء کی مدد کے لئے آئے اور کہا اے لوگو جو مجھے نہیں پہچانتا میں خود اسے اپنا تعارف کراتا ہوں کہ میں ہاشم بن عتبہ سعد کے چچا کا بیٹا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔الخ، وہ خلاف واقعہ ہے۔واللہ العالم

چوتھا باب

تاریخ ولادت وشہادت سبط اکبر پیغمبر خدا ثانی آئمہ ہدی اقرۃ العین محمد مصطفی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور مختصر حالات آپ کی اولا دواحفاد کے

مشہور یہ ہے کہ آپ کی ولادت منگل کی رات پندرہ رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی۔ بعض نے دو ہجری کہا آپ کا اسم گرامی حسنؑ تھا اور تورات میں شبتر ہے کیونکہ عبرانی زبان میں شبتر کا معنی حسن ہی ہے۔ جناب ہارون کے بڑے بیٹے کا نام بھی شبتر تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کے القاب سید سبط امین۔ حجت بر۔ تقی زکی۔ مجتبیٰ اور زاہد وارد ہوئے ہیں۔ ابن بابویہ نے سند ہائے معتبر کے ساتھ امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے حضرت امیرؑ سے عرض کیا کہ اس بچہ کا کوئی نام تجویز کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں اس کے نام رکھنے میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا کہ بچہ کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹو پس وہ زرد کپڑا آپ نے پھینک دیا۔ حضرت کو سفید کپڑے میں لپیٹا گیا۔ ایک روایت ہے کہ حضورؐ نے اپنی زبان مبارک بچے کے منہ میں دی اور شہزادہ زبان رسولؐ کو چوستا تھا۔ پھر آپ نے امیر المومنینؑ سے پوچھا اس کا کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے عرض کیا اس کے نام رکھنے میں آپ سے ہم سبقت نہیں کر سکتے۔ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا تو میں بھی اپنے پروردگار پر سبقت نہیں کرتا۔ پس خداوند عالم نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا اور سے زمین پر جاؤ اور انہیں میرا سلام کہو اور تہنیت ومبارک باد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا اس کا نام ہارون کے بیٹے والا رکھو۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضرت کو مبارک باد دی اور عرض کیا خداوند عالم فرماتا ہے اس بچہ کا نام ہارونؑ کے بیٹے والا رکھو۔ حضرت نے فرمایا اس کا کیا نام تھا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام حسنؑ رکھیے۔ لہٰذا آپ کا نام حسنؑ رکھا اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو وحی کی کہ محمدؐ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے جا کر تہنیت اور مبارکباد دو اور کہو کہ علیؑ کو آپ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی

لہٰذا اس کا نام ہارون کے دوسرے بیٹے کے نام پر رکھیں۔ جب جبرئیل نازل ہوئے اور ملک علام کا پیغام حضرت خیرالانامؐ کو تہنیت کے بعد پہنچایا تو حضرت نے فرمایا اس لڑکے کا نام کیا تھا۔ جبرئیلؑ نے کہا شبیر۔ حضرت نے فرمایا میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا اس کا نام حسینؑ رکھ دیجئے کہ جس کا معنی شبیر ہے۔ لہٰذا آپ کا نام حسینؑ رکھا۔ شیخ جلیل علی بن عیسیٰ اربلی نے کشف الغمہ میں روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کا رنگ مبارک سرخ و سفید تھا۔ آنکھیں کشادہ اور زیادہ سیاہ تھیں۔ آپ کے رخسار ہموار تھے۔ ابھرے ہوئے نہیں تھے اور آپ کے شکم مبارک کے درمیان میں باریک بالوں کا ایک خط تھا۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی اور سر کے بال بڑے رکھے ہوئے تھے۔ آپ کی گردن نورانیت اور صفائی میں صیقل شدہ چاندی کی طرح تھی۔ آپ کی ہڈیوں کے سرے سخت درشت تھے اور آپ کے کندھوں کے درمیان والا حصہ کشادہ تھا۔ قد میانہ بلندی کی طرف مائل تھا۔ تمام لوگوں سے زیادہ خوش رو تھے۔ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور آپ کے بال گھونگھر والے تھے۔ آپ کا بدن شریف انتہائی لطیف تھا۔ نیز امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ سر سے لے کر سینہ تک تمام لوگوں کی نسبت رسول اللہؐ سے زیادہ شباہت رکھتے تھے اور امام حسینؑ باقی بدن میں آپ سے مشابہ تھے اور ثقۃ الاسلام کلینی نے سند معتبر کے ساتھ حسین بن خالد سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ سے پوچھا کہ بچہ کی مبارکباد کس وقت دینی چاہیے۔ آپ نے فرمایا جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو جبرئیلؑ ساتویں دن مبارکباد دینے کے لیے آئے اور خدا کی طرف سے حکم سنایا کہ بچہ کا نام اور کنیت رکھیں۔ اس کا سر منڈوایا جائے۔ اور عقیقہ کریں اور اس کے کان میں سوراخ کریں اور جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو بھی جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہیں امور کا حکم پہنچایا۔ حضرت نے ان پر عمل کیا اور دونوں کے سر کی بائیں جانب دو گیسو رکھے اور دائیں کان میں سوراخ کیا اور بائیں کان میں اوپر کی طرف اور دوسری روایت ہے کہ وہ دونوں گیسو سر کے وسط میں رکھے گئے اور یہ زیادہ صحیح ہے۔

دوسری فصل

امام حسنؑ کے مختصر فضائل اور مکارم اخلاق کا بیان

صاحب کشف الغمہ نے کتاب حلیۃ الاولیاء سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے ایک دن امام حسنؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور فرمایا جو مجھے دوست رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسے دوست رکھے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی امام حسنؑ کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن میں رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت حسنؑ آئے اور آ کر رسولِ خداؐ کی گود میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کا منہ کھولا اور اپنا منہ ان کے قریب لے گئے اور کہتے جاتے تھے کہ خدایا میں حسنؑ کو دوست رکھتا ہوں۔ اور ہر اس شخص کو جو اسے دوست رکھے یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔

ابنِ شہر آشوب فرماتے ہیں کہ اکثر تفاسیر میں وارد ہے کہ پیغمبر اکرمؐ حسنینؑ کو دوسورتوں قل اعوذ کا تعویذ دیتے تھے اس لیے انہیں معوذتین کہتے ہیں اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت رسول اکرمؐ حسنینؑ کا لعاب دہن چوستے تھے جس طرح کوئی شخص خرمے چوستا ہے اور روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسالتؐ پناہ نماز پڑھ رہے تھے۔ حسنینؑ آئے اور آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو انتہائی لطف و نرمی سے انہیں پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ جب دوبارہ سجدہ میں گئے تو بچے دوبارہ سوار ہو گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہر ایک کو اپنے ایک ایک زانو پر بٹھایا اور فرمایا جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے ان دونوں فرزندوں سے محبت رکھے۔ نیز آنحضرت سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسنینؑ عرش کے دو گوشوارے ہیں اور فرمایا جنت نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی کہ تو نے مجھے ضعفاء اور مساکین کا مسکن قرار دیا ہے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی ہے پس بہشت نے ناز دادا کی جیسے دلہن اپنے اوپر ناز دادا کرتی ہے اور ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسولِ خداؐ منبر پر تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنے دونوں گلہائے رسالت کے رونے کی آواز سنی تو آپ بیتاب ہو کر منبر سے اترے اور جا کر انہیں خاموش کیا اور واپس آئے اور فرمایا میں ان کے رونے سے اتنا بیتاب ہوا کہ گویا مجھ میں عقل ہی باقی نہیں ہے اور یہ احادیث یعنی حسنینؑ سے حضرت رسول اکرمؐ کا محبت کرنا اور انہیں اپنے دوشِ مبارک پر سوار کرنا اور ان سے محبت کرنے کا حکم دینا اور یہ کہنا کہ حسنینؑ جوانان جنت کے دو سردار ہیں اور دونوں میرے گلدستے اور میرے باغ کے گل ہیں۔ شیعہ اور سنی کتب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں اور امام حسینؑ کے حالات کے سلسلہ میں بھی چند احادیث جو اس مقام سے مناسبت رکھتی ہیں ذکر ہوں گی۔ کتاب حلیہ ابونعیم میں منقول ہے کہ حضرت حسنؑ آتے اور رسول خداؐ کی پشت اور گردن پر سوار ہو جاتے کبھی آپ سجدہ میں ہوتے تو رفق و مہربانی سے اپنی پشت سے اتارتے اور کبھی لوگ

نماز سے فارغ ہونے کے بعد عرض کرتے اے خدا کے رسول آپ اس بچہ سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ ایسی محبت کسی بچے سے نہیں فرماتے تو ارشاد ہوتا یہ بچہ میرا گلدستہ ہے۔ میرا یہ بیٹا سید اور بزرگ ہے امید ہے کہ خداوند عالم اس کی برکت سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ شیخ صدوق نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد سے خبر دی ہے کہ حضرت امام حسنؑ اپنے زمانہ میں عبادت اور زہد میں تمام لوگوں سے زیادہ تھے۔ وہ سب سے افضل تھے۔ جب سفر حج کے لیے جاتے تو پیدل جاتے اور کبھی کبھی ننگے پاؤں سفر کرتے۔ جب موت قبر حشر و نشر اور پل صراط سے گزرنے کو یاد کرتے تو رونے لگتے۔ جب اعمال کا بارگاہِ خدا میں پیش ہونا یاد فرماتے تو چیخ مار کر بیہوش ہو جاتے۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو خداوند عالم کے سامنے کھڑا پاتے۔ آپ کا بند بند لرزنے لگتا اور جب بہشت کو دوزخ کو یاد کرتے تو اس طرح مضطرب ہوتے جیسے کسی کو سانپ یا بچھو ڈس جائے اور وہ مضطرب ہوتا ہے۔ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتے اور قرآن مجید میں یا ایھا الذین امنو کی تلاوت کرتے تو کہتے لبیك اللھم لبیك اور جب کوئی شخص آپ سے ملاقات کرتا تو دیکھتا کہ آپ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور آپ تمام لوگوں سے زیادہ سچے اور آپ کی گفتگو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

مناقب شہر آشوب اور روضۃ الواعظین میں روایت ہے کہ امام حسنؑ جب وضو فرماتے تو آپ کے جسم کے جوڑ لرزنے لگتے اور رنگ زرد ہو جاتا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا اس شخص کے لیے سزاوار ہے جو اپنے پروردگار کے دربار میں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو اور اس کے جوڑوں میں رعشہ پیدا ہو اور جب آپ مسجد کی طرف جاتے تو مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہتے الھی ضیفك ببابك یا محسن قد اتاك المسی فتجاوز بمن قبیح ما عندی بجمیل ما عندك یا کریم ۔یعنی خدایا تیرا مہمان تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔ اے اچھے کام کرنے والے برے کام کرنے والا آیا ہے پس اس قبیح سے درگزر کر جو میرے پاس ہے۔ اے کریم اس کو اچھائی کی وجہ سے جو تیرے پاس ہے۔

نیز شہر آشوب نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امام حسنؑ نے پچیس حج پیادہ کیے اور دو مرتبہ یا ایک روایت کے مطابق تین مرتبہ اپنا مال راہ خدا میں اس طرح تقسیم کیا کہ آدھا مال اپنے لیے رکھ لیا اور آدھا فقراء و مساکین کو دے دیا۔ آپ کے حلم و بردباری کے سلسلہ میں کامل مبرد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دن آپ سوار تھے کہ اہل شام میں سے ایک شخص کا آپ سے آمنا سامنا ہوا اور اس نے لگاتار آپ کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ بہت کچھ برا بھلا اس نے کہا لیکن حضرت نے اس کوئی جواب نہ دیا۔ جب وہ شامی گالیاں دینے سے فارغ ہوا تو اس وقت آپ نے اس کی طرف اپنا رخ کیا اور اسے سلام کیا۔ ہنس کر فرمایا۔ میرا خیال ہے تم مسافر ہو اور کچھ باتوں نے تمھیں اشتباہ میں ڈال دیا ہے۔ اب اگر ہم سے رضا مندی کے خواہاں ہو تو ہم تم سے راضی ہونے پر تیار ہیں۔ اگر کوئی چیز مانگو تو تمھیں عطا کریں گے۔ اگر بھوکے ہو تو تمھیں سیر کریں گے اور اگر ننگے ہو تو لباس دیں گے۔ اگر محتاج ہو تو تمھیں بے نیاز کر دیں گے۔ اگر تمھیں نکال دیا گیا ہے تو ہم پناہ دینے

کو تیار ہیں۔ اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو اس کو پورا کریں گے اور اگر اپنا ساز و سامان ہمارے گھر میں لے آؤ اور ہمارے ہاں واپس جانے تک مہمان رہو تو تمہارے لیے بہتر ہوگا کیونکہ ہمارا گھر بہت وسیع ہے اور ہمارے پاس و منال کافی ہے۔ جب شامی نے آپ سے یہ کلمات سنے تو رونے لگا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے کہ نبوت و خلافت کو کہاں قرار دے قبل اس کے کہ میں آپ سے ملاقات کرتا اور آپ کے والد بزرگوار تمام مخلوق سے زیادہ میرے مبغوض تھے اور میں آپ کو زیادہ دشمن سمجھتا تھا۔ اب میرے نزدیک خلق خدا میں زیادہ محبوب ہیں۔ پس وہ اپنا سامان آپ کے گھر لے آیا اور جب تک مدینہ میں رہا آپ کا مہمان رہا اور وہ خاندان رسالتؐ و اہل بیتؑ نبوت کے محب اور معتقد لوگوں میں سے ہوگیا۔ شیخ رضی الدین علی بن یوسف بن مطہر حلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند امیر المومنینؑ میں آپ کو اس خدا کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے آپ کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ میری فریاد رسی کیجیے اور مجھے دشمن کے ہاتھ سے نجات دیجئے کیونکہ میرا دشمن وہ ستم گر ہے جو بڑے بوڑھوں کے احترام خیال نہیں رکھتا اور چھوٹوں پر رحم نہیں کھاتا۔ حضرت اس وقت تکیہ لگائے بیٹھے تھے جب یہ سنا تو سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا بتاؤ وہ دشمن تمہارا کون ہے تاکہ اس سے میں تمہارا بدلہ لوں تو وہ کہنے لگا میرا دشمن فقر و فاقہ و پریشان حالی ہے۔ حضرتؑ نے کچھ دیر کے لیے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر اپنے خادم کو بلایا اور اس نے فرمایا جتنا مال تمہارے پاس موجود ہے وہ لے آؤ۔ وہ خادم پانچ ہزار درہم لے آیا۔ فرمایا یہ مال اس شخص کو دے دو۔ پھر اس شخص کو آپ نے قسم دی کہ جب یہ دشمن تمہارا رخ کرے اور تم پر ظلم و ستم کرے تو اس کی شکایت میرے پاس لے آنا تاکہ میں اس کو دفع کروں۔ نیز منقول ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے فقر و پریشانی کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں یہ دو اشعار پڑھے:

لم يبق لي شئ بدرهم

يلفيك منظر حالتي عن مخبري

الا بقايا ماء وجه صنته

الا يباع وقد وجدتك مشتري

(میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا جو ایک درہم کے بدلے بیچا جائے اور میری حالت دیکھ کر آپ کو امتحان کرنے اور جستجو کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ سوائے میرے چہرہ کی آبرو کے کہ جسے میں نے بچا رکھا تھا کہ اسے نہ بیچا جائے لیکن آپ کو اس کا خریدار پایا ہے۔)

امام حسنؑ نے اپنے خزانچی سے بلا کر فرمایا تیرے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے عرض کیا بارہ ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا وہ اس مرد فقیر کو دے دے اور خدا سے حسن ظن رکھ خداوند عالم تدارک کرے گا پس اس نے وہ مال اسے دے دیا اور حضرت نے

اس فقیر کو بلا کر اس سے معذرت چاہی اور فرمایا ہم تیرا حق ادا نہیں کر سکے لیکن جتنا مال ہمارے پاس تھا وہ ہم نے دے دیا اور یہ دو اشعار اس کے شعار کے مقابلے میں فرمائے۔

عاجتنا فاثاك وابل بدن
طلا ولو امهلتنا لم تمطو
نخذ القليل وكن كانك لم تبع
ما صنته وكانتا لم نشتر

(تو نے جلدی کی تو ہمارے احسان کی تیز بارش کے بجائے بوندا باندی ہوئی اور اگر تو مہلت دیتا تو یہ کم بارش نہ ہوتی پس یہ تھوڑا سا لے لے اور یہ فرض کر کہ.......... نے محفوظ کر رکھا تھا اسے نہیں بیچا اور نہ ہی ہم نے خریدا ہے)۔

علامہ مجلسیؒ نے بعض معتبر کتب کیا ہے جس میں ایک شخص سے روایت ہے جسکا نام نجیح تھا۔ وہ کہتا ہے میں نے امام حسن کو دیکھا وہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے سامنے ایک کتا کھڑا تھا۔ جب آپ اپنے لیے لقمہ اٹھاتے تو ویسا لقمہ کتے کی طرف پھینکتے۔ میں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ کیا اجازت ہے کہ میں اس کتے کو آپ کے کھانے سے دور کر دوں۔ آپ نے فرمایا اسے رہنے دو کیونکہ مجھے خداوند عالم سے شرم آتی ہے کہ ایک جاندار چیز میرے چہرے کی طرف دیکھے اور میں خود تو کھاؤں لیکن اسے نہ کھلاؤں اور یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے ایک غلام نے خیانت کی کہ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق تھا۔ حضرت نے چاہا کہ اسے تادیب کریں۔ غلام نے کہا والکاظمین الغیظ اور غصہ کو پی جانے والے حضرت نے فرمایا۔ میں نے اپنے غصہ کو ضبط کیا۔ اس نے کہا والعافین عن الناس اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے کہا واللہ یحب المحسنین اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فرمایا، میں نے تجھے آزاد کیا اور جو کچھ میں تجھے دیا کرتا تھا اس کا دگنا تیرے لیے مقرر کیا۔ ابن شہر آشوب نے محمد بن اسحاق کی کتاب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے بعد کوئی شخص شرافت وعظمت میں امام حسنؑ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا اور کبھی کبھی آپ کے لیے گھر کے دروازہ پر فرش بچھا دیا جاتا اور آپ وہاں بیٹھ جاتے اور جو لوگ وہاں سے گزرنا چاہتے آپ کی جلالت وعظمت کی وجہ سے رک جاتے اور وہاں سے عبور نہ کرتے یہاں تک کہ گلی کا راستہ آمدورفت سے بند ہو جاتا۔ جب آپ یہ محسوس کرتے تو گھر کے اندر چلے جاتے اور لوگ منتشر ہو جاتے اور اپنے اپنے کام پر چلے جاتے اور اسی طرح حج کے راستہ میں جو شخص آپ کو پیدل چلتے ہوئے دیکھتا آپ کی تعظیم میں وہ پیادہ ہو جاتا اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں آپ کے کچھ اشعار نقل کیے ہیں کہ جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

قل للمقيم بغير دار اقامة
حان الرحيل فود الاحبابا
ان الذين لقيتهم وصبتهم

صاروا جمیعا فی القبور ترابا

(اس شخص سے کہہ دو جو دارالاقامہ میں نہیں رہتا (دنیا دارِ قیام نہیں بلکہ آخرت ہمیشہ رہنے کا گھر ہے) کہ کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے۔پس دوست احباب سے وداع کرلو کیونکہ جن سے تو نے ملاقات کی ہے اور جن کے ساتھ رہا ہے وہ سب قبروں میں جا کر مٹی ہو گئے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ شیخ طوسی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ کی ایک بیٹی فوت ہوگئی تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ افراد نے اس کا تعزیت نامہ لکھا تو حضرت نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا۔امابعد تمہارا خط مجھے ملا جس میں تم نے فلاں لڑکی کی مجھ سے تعزیت کی تھی۔اس کی مصیبت ک اجر میں خدا سے چاہتا ہوں اور میں نے قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا ہے اور ابتلاء پر صبر کرتا ہوں۔بے شک مصائب زمانہ نے میری طرف برارخ کیا ہے اور نوائب دوراں اور مفارقت ودستاں (کہ جن سے میں الفت رکھتا تھا اور وہ بھائی جن سے مجھے محبت تھی اور جن کے دیکھنے سے میں خوش ہوتا تھا اور ان کی نگاہیں مجھے دیکھ کر روشن تھیں) نے مجھے آزردہ کیا ہے۔پس مصائب زمانہ نے انہیں اچانک آ گھیرا اور موت انہیں چھین کر لے گئی۔اور انہیں مردوں کے لشکر میں شامل کر دیا۔پس وہ ایک دوسرے کے پڑوس میں ہیں بغیر اس کے کہ ان کے درمیان کوئی آشنائی ہو اور بغیر اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور بغیر اس کے کہ انہیں ایک دوسرے سے کوئی فائدہ ہو اور ایک دوسرے کی زیارت کریں حالانکہ ان کے گھر ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔ان کے ابدان کے گھر اپنے ساتھیوں سے خالی ہو گئے ہیں اور دوست واحباب ان سے دور ہو گئے ہیں اور ہم نے ان کے گھروں جیسے گھر اور ان کے قرارگاہ جیسے کاشانے نہیں دیکھے۔وہ وحشت انگیز گھروں میں رہتے ہیں اور اپنے مالوف و مانوس گھروں سے دور ہو گئے ہیں اور ان کے دوست دشمنی کے بغیر ان سے جدا ہو گئے ہیں اور انہیں بوسیدہ و کہنہ ہونے کے لیے قبر کے گڑھوں میں چھوڑ گئے ہیں۔یہ میری لڑکی ایک کنیز تھی اپنے مالک کی اور اپنے راستے پر گئی جس پر گزشتہ لوگ جا چکے ہیں اور آئندہ جائیں گے۔والسلام

تیسری فصل

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بعض حالات کے بارے میں

جو حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد رونما ہوئے اور جو معاویہ کے ساتھ حضرت کے صلح کرنے کے اسباب جاننا چاہے کہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی عصمت اور جلالت کے ثابت ہوجانے کے بعد جو کچھ ان سے واقع ہو۔ مومنین کو چاہیے کہ وہ اسے تسلیم کریں اور اس کے مطیع ومنقاد رہیں اور اس پر شبہ واعتراض نہ کریں کیونکہ جو کچھ کرتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اوران پر اعتراض کرنا خدا پر اعتراض کرنا ہے کیونکہ معتبر روایت میں ہے کہ خداوند عالم نے ایک صحیفہ آسمان سے رسالت مآب کی طرف بھیجا اور اس صحیفہ پر بارہ مہریں تھیں۔ ہر امام اپنی مہر کو توڑتا اور جو کچھ اس کے اندر (نیچے) تحریر ہوتا اور اس پر عمل کرتا تو کس طرح جائز ہے کہ انسان اپنی ناقص عقل سے اس گروہ پر اعتراض کرے جو زمین پر خداوند عالم کی حجتیں ہیں ان کی کہی ہوئی بات خدا کی کہی ہوئی ہے اور ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ شیخ صدوق اور شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ بلیغ جو معارف ربانی اور حقائق سبحانی پر مشتمل تھا ادا کیا اور فرمایا ہم اللہ کی وہ جماعت ہیں جو غالب ہے۔ ہم ہیں عترتِ رسولؐ جو تمام لوگوں سے آپ کے زیادہ قریبی ہیں۔ ہم ہیں اہلِ بیت رسالت جو گناہوں اور برائیوں سے معصوم اور پاک ہیں اور ہم ہیں ان دو بزرگ چیزوں میں سے ایک کہ جنہیں رسولِ خدا اپنی جگہ پر امت کے درمیان چھوڑ گئے ہیں اور فرمایا ہے کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی۔ (بے شک میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت۔) ہم ہیں جنہیں رسولؐ نے کتاب خدا کی جفت قرار دیا ہے۔ علم قرآن کی تنزیل اور تاویل ہمیں دی ہے اور ہم قرآن کے متعلق یقینی بات کہتے ہیں اور ظن وگمان سے اس کی آیات کی تاویل نہیں کرتے لہٰذا ہماری اطاعت کرو کیونکہ ہماری اطاعت خدا کی طرف سے تم پر واجب ہے اور خدا نے ہماری اطاعت اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت سے مقرون اور ملا کر بیان کی ہے اور فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول والی الامر منکم (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول والی الامر کی اطاعت کرو) پھر آپ نے فرمایا آج رات دنیا سے ایک ایسا شخص گیا ہے کہ جس پر گزشتہ لوگ کسی عمل خیر میں سبقت نہیں کرسکے اور اس تک بندگان خدا کسی سعادت میں نہیں پہنچ سکتے۔ بتحقیق وہ رسولِ خداؐ کی معیت میں جہاد کرتا تھا اور اپنی جان ان پر قربان کرتا تھا اور حضرت اپنا علم دے کر اسے جس طرف روانہ کرتے تھے تو جبرئیل ان کے دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف ہوتا تھا اور اس وقت تک نہیں لوٹتا تھا جب تک خداوند عالم اس کے ہاتھ پر فتح ونصرت نہ دیتا اور اس رات عالم بقاء کی طرف اس شخص نے رحلت کی ہے کہ جس رات حضرت

عیسیٰ آسمان پر گئے تھے اور جس رات یوشع بن نون وصی موسیٰ نے دنیا سے کوچ کیا تھا اور وہ سیم و زر میں سے کچھ نہیں چھوڑ گیا، سوائے سات سو درہم کے کہ جو اس کی بخششوں اور عطیوں سے بچ گئے تھے کہ جن سے وہ اپنے اہل و عیال کے لیے ایک غلام خریدنا چاہتے تھے پھر گریہ آپ کے گلوگیر ہو گیا اور لوگوں کی بھی چیخیں نکل گئیں۔ پھر فرمایا میں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں خدا کی طرف دعوت دینے والے کا فرزند ہوں۔ میں سراج منیر کا بیٹا ہوں۔ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت خداوند عالم نے اپنی کتاب میں واجب قرار دی اور فرمایا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ

کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے ذی القربیٰ کی مودت کے اور جو نیکی کسب کرے تو ہم اس میں اس کے لیے حسن و نیکی بڑھا دیتے ہیں۔

حسنہ کا لفظ جو خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے وہ ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے اور عبد اللہ بن عباس کھڑے ہو گئے اور کہا اے لوگو! یہ تمہارے پیغمبرؐ کے فرزند ہیں اور تمہارے امام کے وصی ہیں۔ ان کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے اسے قبول کیا اور کہنے لگے یہ بات ہمیں بہت محبوب اور پسند ہے کیونکہ ان کا حق ہم ان سے ایک شرط کی کہ جس سے میں صلح کروں تمہاری اس سے صلح ہوگی اور جس سے میں جنگ کروں گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ لوگوں نے یہ شرط قبول کی۔ یہ واقعہ جمع کے دن اکیس ماہ مبارک رمضان ۴۰ھ کا ہے اور اس وقت آپ کی عمر سینتیس سال تھی۔ پھر امام حسنؑ منبر سے نیچے اترے۔ اپنے اعمال اور کارندے اطراف و اکناف میں بھیجے اور حکام و امراء ہر جگہ نصب کیے اور عبد اللہ بن عباس کو بصرہ کی طرف بھیجا۔ شیخ مفید اور دوسرے محدثین عظام کی روایت کے مطابق جب امیر المومنینؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی بیعت کی خبر معاویہ کو ملی تو اس نے اپنے دو جاسوس بھیجے۔ ایک جو بنی القین میں سے تھا اسے بصرہ کی طرف اور دوسرا جو قبیلہ حمیر سے تھا اسے کوفہ روانہ کیا کہ جو کچھ وہاں ہوا سے تحریر کر کے بھیجیں اور امام حسنؑ کی خلافت کے معاملہ کو بگاڑیں۔ جب امام حسنؑ اس امر پر مطلع ہوئے تو جاسوس حمیری کو بلا کر اس کا سر قلم کر دیا اور بصرہ کی طرف خط لکھا کہ جاسوس قینی کو بھی تلاش کر کے قتل کر دیں۔ اور معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس میں تحریر فرمایا کہ تو جاسوس بھیجتا ہے اور مکر و حیلے کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تو جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بھی اس کے لیے تیار ہوں۔ جب معاویہ کو خط ملا تو اس نے نامناسب جواب لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا اور پے در پے حضرت معاویہ کے درمیان خط و کتابت ہوتی رہی یہاں تک کہ معاویہ ایک بھاری لشکر لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا اور چند جاسوس کوفہ کی طرف منافقین اور خارجیوں کے پاس بھیجے جو امام حسنؑ کے اصحاب میں تھے اور امیر المومنینؑ کی تلوار کے خوف سے مجبوراً اطاعت کیے ہوئے تھے مثلاً عمرو حریث، اشعث بن قیس شبث بن ربیع اور اس قسم کے لوگ جو منافق اور خارجی تھے اور

ہر ایک کو معاویہ نے لکھا کہ اگر امام حسنؑ کو قتل کرو تو میں دو لاکھ درہم تجھے دوں گا اور اپنی ایک بیٹی کا رشتہ بھی اور شام کا ایک لشکر تمہاری کمان میں دوں گا اور ان حیلوں سے اکثر منافقین کو اپنی طرف مائل کر لیا اور حضرتؑ سے منحرف کر دیا۔ یہاں تک کہ حضرتؑ اپنے لباس کے نیچے زرہ پہن کر ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے نماز کے لیے تشریف لائے۔ ایک نماز کی حالت میں ایک خارجی نے آپ کی طرف تیر بھی پھینکا۔ چونکہ آپ نے زرہ پہنی ہوئی تھی لہٰذا وہ موثر نہ ہوا۔ ان منافقین نے معاویہ کو پوشیدہ طور پر خط لکھا اور اس سے اظہار موافقت کیا۔ پس جب امام حسنؑ کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ عراق کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثنا کی اور انہیں معاویہ سے جنگ کرنے کی دعوت دی۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پس عدی بن حاتم منبر کے نیچے سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے سبحان اللہ! کتنے برے ہو تم لوگ کہ تمہارا امام اور تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند تمہیں جہاد کی دعوت دیتا ہے اور تم اسے قبول نہیں کرتے۔ پس کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عدی کی موافقت کی۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو نخیلہ کی طرف چلو جو میرے لشکر کا پڑاؤ ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اپنی کہی ہوئی باتوں پر وفا نہیں کرو گے جیسا کہ تم نے اس سے وفا نہیں کی جو مجھ سے بہتر تھا اور میں تمہاری باتوں پر کس طرح اعتماد کر سکتا ہوں حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ تم نے میرے باپ کے ساتھ کیا کیا۔ پس آپ منبر سے نیچے اترے اور سوار ہو کر لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو جنہوں نے اظہار اطاعت کیا تھا ان میں سے اکثر نے وفا نہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضرت نے خطبہ پڑھا اور فرمایا مجھے تم لوگوں نے دھوکا دیا ہے جس طرح مجھ سے پہلے امام کو دھوکا دیا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کس امام کی معیت میں تم جنگ کرو گے کیا اس شخص کے ساتھ مل کر جہاد کرو گے جو کبھی بھی خدا و رسولؐ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے تلوار کے خوف سے اظہار ایمان کیا تھا پھر آپ نے منبر پر سے نیچے تشریف لائے اور قبیلہ کندہ کے ایک شخص کے ساتھ جس کا نام حکم تھا چار ہزار کا لشکر معاویہ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کیا اور حکم دیا کہ مقام انبار پر رک جانا یہاں تک کہ آپ کا فرمان اسے پہنچے۔ جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اطلاع ملی تو اس نے اپنا قاصد اس کے پاس بھیجا اور اسے خط لکھا کہ اگر میرے پاس آ جاؤ تو شام کا ایک علاقہ تمہیں دے دوں گا اور پانچ ہزار درہم بھی اس کی طرف بھیجے۔ اس ملعون نے جب یہ رقم دیکھی اور حکومت کی بات سنی تو دین کو دنیا کے ساتھ بیچ کر وہ رقم لے لی اور اپنے رشتہ داروں اور مخصوص لوگوں میں سے دو سو افراد کے ساتھ حضرتؑ سے منہ موڑ کر معاویہ سے جا ملا۔ جب یہ خبر حضرتؑ کو پہنچی تو آپ نے خطبہ دیا کہ اس کندی شخص نے مجھ سے مکر کیا ہے اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے اور میں کئی مرتبہ تم سے کہہ چکا ہوں کہ تمہارے معاہدہ میں وفا نہیں تم سب لوگ دنیا کے بندے ہو اب ایک دوسرے شخص کو بھیجتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ بھی ویسا ہی کرے گا۔ پھر آپ نے قبیلہ مراد کے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا انبار کی طرف جاؤ اور چار ہزار کے لشکر کے ساتھ جا کر انبار میں رہو اور لوگوں کے سامنے اس سے عہد و پیمان لیے کہ وہ دھوکہ اور فریب نہیں دے گا۔ اس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اس کے باوجود جب وہ روانہ ہوا تو وہ دھوکہ اور فریب نہیں دے گا۔ اس نے قسمیں کھائیں کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اس کے باوجود جب وہ روانہ ہوا تو امام حسنؑ نے فرمایا وہ بھی

جلدی دھوکہ دے جائے گا۔ اور ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ جب وہ انبار میں پہنچا اور معاویہ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو قاصد اور خط اس کی طرف بھیجے اور پانچ ہزار درہم روانہ کیے اور لکھا کہ جس علاقہ کی چاہو تمہیں حکومت ملے گی۔ وہ شخص بھی حضرت سے پھر گیا اور معاویہ کی طرف جا پہنچا۔ جب اس کی اطلاع حضرتؑ کو ملی پھر آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا میں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم میں وفا نہیں یہ لو وہ مرادی شخص بھی مجھ سے مکر کر گیا ہ اور معاویہ کے پاس چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب آپ مصمم ارادہ کر چکے کہ معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے باہر تشریف لے جائیں تو مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کو کوفہ پر اپنا نائب مقرر کیا اور نخیلہ کو لشکر گاہ بنایا اور مغیرہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو تیار کرے تاکہ وہ آپ کے لشکر سے آملیں۔ لوگ تیار ہو کر فوج درفوج روانہ ہوئے اور امام حسنؑ نخیلہ سے کوچ کر کے دیر عبدالرحمن تک پہنچے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا یہاں تک کہ لشکر جمع ہو گیا۔ جب لشکر کی گنتی کی گئی تو وہ چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے۔ پھر آپ نے عبیداللہ بن عباس کو قیس بن سعد کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر دے کر دیر عبدالرحمن سے معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا عبیداللہ امیر لشکر ہے اور اگر اسے کوئی عارضہ پیش آئے تو قیس بن سعد امیر لشکر ہوگا اور اگر اس کو کوئی عارضہ درپیش ہو تو سعید قیس کا بیٹا امیر ہے پھر آپ نے عبیداللہ کو وصیت فرمائی کہ قیس بن سعد اور سعید بن قیس کے مشورہ سے خارج نہ ہوا اور خود آپ وہاں سے تیاری کر کے ساباط مدائن کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں چاہا کہ اپنے اصحاب کا امتحان لیں اور کفر و نفاق اور بیوفائی ان منافقوں کی دنیا کے سامنے واضح کریں۔ پس آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور حمد وثنا الٰہی بجالائے پھر فرمایا خدا کی قسم یہ خدا کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ جس کی بناء پر میں امید رکھتا ہوں کہ میں مخلوق خدا کے لیے ساری دنیا سے زیادہ خیر خواہ ہوں اور کسی مسلمان کے لیے میرے دل میں بغض وکینہ نہیں ہے اور کسی کے متعلق میرے دل میں برا ارادہ نہیں ہے، ہاں اے لوگو! مسلمانوں کا اتفاق جو بہتر ہے اسے تم پسند نہیں کرتے اور ان کا افتراق تمہیں پسند ہے، حالانکہ وہ بدتر ہے۔ افتراق ہے اور جس چیز میں میں تمہاری مصلحت سمجھتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس میں تم اپنی مصلحت سمجھتے ہو لہٰذا میرے حکم کی مخالفت نہ کرنا اور جو رائے میں نے تمہارے لیے پسند کی ہے اسے رد نہ کرنا۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں بخشے اور جو چیز اس کی محبت اور خوشی کا باعث ہے اس کی طرف ہدایت کرے۔ یہ خطبہ دے کر آپ مبر سے اترے جب ان منافقین نے آپ کی یہ باتیں سنیں تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے حسن (علیہ السلام) کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہ سے صلح کرنا اور خلافت اس کے سپرد کرنا چاہتے ہیں پس وہ منافق جو باطن میں خوارج کا مذہب رکھتے تھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کفر واللہ الرجل خدا کی قسم یہ شخص کافر ہو گیا ہے پس وہ حضرت کے خلاف بھڑک اٹھے اور آپ کے خیمہ پر حملہ کر دیا اور جو سامان انہیں وہاں ملا وہ لوٹ لیا یہاں تک کہ وہ مصلّٰی جو آپ کے نیچے تھا اسے کھینچ لیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ آگے بڑھا اور وہ آپ کے کندھے سے عبا کھینچ کر لے گیا۔ آپ تلوار گلے میں حمائل کیے ہوئے بیٹھے رہے جبکہ آپ کے کندھے پر ردا نہیں تھی۔ پس آپ ن اپنا گھوڑا منگوایا اور اس پر سوار ہوئے آپ کے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپ کے گرد تھے وہ دشمنوں کو آپ سے دفع کرتے تھے۔ آپ مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ نے

چاہا کہ ساباط (دومکانوں کے درمیان کا چھتا ہوا راستہ) مدائن کی تاریکیوں سے عبور کریں تو اچانک قبیلہ بنی اسد کا ایک ملعون جسے جراح بن سنان کہتے تھے آگے بڑھا اور آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کہنے لگا اے حسنؑ تو کافر ہو گیا ہے جس طرح تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیلچہ تھا وہ آپ کی ران پر مارا اور ایک قول ہے کہ زہر آلود خنجر تھا جو آپ کی ران پر مارا جو ہڈی تک چلا گیا آپ نے شدت تکلیف سے اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور دونوں زمین پر گر پڑے پس شیعہ اور موالیوں نے اس ظالم کو قتل کر دیا اور آپ کو ایک چارپائی پر اٹھا کر مدائن میں سعد بن مسعود ثقفی کے گھر لے گئے۔ یہ سعد آپ کی طرف سے اور آپ سے پہلے امیر المومنینؑ کی طرف سے مدائن کے والی اور مختار کے چچا تھے پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہنے لگا آؤ حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیں شاید معاویہ عراق کی گورنری ہمیں دیدے۔ سعد کہنے لگا وائے ہو تجھ پر خدا تیرے چہرہ اور رائے کو قبیح قرار دے میں اب ان کی طرف سے اور ان سے پہلے ان کے والد کی طرف سے والی تھا اور کیا ان کے حق کی یہ بات سنی تو چاہ کہ اسے قتل کر دیں بالآخر اس کے چچا کی سفارش سے مختار کی تقصیر معاف کی گئی۔ [1]

پس سعد ایک جراح کو لے آئے اور حضرتؑ کے زخم کا علاج کرایا اور آپ کے اصحاب کی بیوفائی اس درجہ تک پہنچ گئی کہ اکثر امراء لشکر نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں جلدی عراق کی طرف آؤ جب تم نزدیک آجاؤ گے تو ہم حسنؑ کو گرفتار کر کے تمہارے حوالے کر دیں گے اور یہ خبریں امام حسنؑ تک پہنچتی رہتی تھیں۔ قیس بن سعد کا خط بھی حضرتؑ کو ملا جو کہ عبید اللہ بن عباس کے ساتھ معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے گیا تھا جس میں یہ فقرے تحریر تھے کہ جب عبید اللہ حبوبتیہ بستی میں علاقہ مسکن کے بالمقابل ہے معاویہ کے لشکر کے سامنے لشکر کا پڑاؤ ڈال چکا تو معاویہ نے اس کی طرف قاصد بھیجا اور اسے اپنی طرف بلایا اور اس نے وعدہ کیا کہ اسے دس لاکھ درہم دے گا جن میں سے آدھے فوراً اور نقد ہوں گے اور باقی آدھے اس وقت جب کوفہ میں داخل ہوگا۔ پس اسی رات عبید اللہ اپنے لشکر سے بھاگ گیا اور معاویہ کے لشکر میں چلا گیا جب صبح ہوئی تو لشکر نے اپنے امیر کو خیمہ میں نہ پایا اور قیس بن سعد کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی اس نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اگر یہ خائن اپنے امام سے خیانت کر گیا ہے تو تم خیانت نہ کرنا اور خدا اور رسولؐ کے غضب سے ڈرنا اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کرنا ان لوگوں نے ظاہراً تو قبول کیا لیکن ہر رات ان میں سے گروہ در گروہ بھاگ کر لشکر معاویہ میں جا ملتے تھے پس کلیۃً لوگوں کی اندرونی کیفیت اور بیوفائی امام حسنؑ پر ظاہر ہو گئی اور آپ نے معلوم کر لیا کہ اکثر لوگ منافق ہیں اور جو مخصوص شیعہ اور مومن

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار کوئی دیندار شخص نہیں تھا لیکن اس کی زندگی کے باقی واقعات یہ بتاتے ہیں کہ وہ محب اہل بیتؑ تھا ان میں مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے بنی امیہ نے اس کی شخصیت کو داغدار کرنے کے لیے گھڑا ہے خصوصاً جبکہ ائمہ اہل بیتؑ کے ارشادات بھی اس کی مدح میں موجود ہیں اور قاتلان سید الشہداء سے اس کا بدلہ لینا اظہر من الشمس ہے واللہ اعلم بالصواب مترجم

ہیں وہ اتنے کم ہیں کہ وہ شام کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور معاویہ نے بھی صلح و سازگاری کے سلسلہ میں آپ کو خط لکھا اور حضرتؑ کے ساتھ نفاق کرنے والوں کے خطوط بھی بھیجے کہ جو انھوں نے معاویہ کو لکھے تھے اور ان میں اطاعت و انقیاد کا اس سے اظہار کیا تھا ساتھ اپنا خط بھی بھیجا کہ جو انہوں نے معاویہ کو لکھے تھے اور ان میں اطاعت و انقیاد کا اس سے اظہار کیا تھا ساتھ اپنا خط بھی بھیجا اور اس میں لکھا کہ آپ کے اصحاب نے آپ کے والد کا ساتھ نہیں دیا یہ آپ کا ساتھ بھی نہیں دیں گے یہ ان کے خطوط ہیں۔ جو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ امام حسنؑ نے جب وہ خطوط دیکھے تو سمجھے کہ معاویہ صلح کرنا چاہتا یہ ان کے خطوط ہیں جو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ امام حسنؑ نے جب وہ خطوط دیکھے تو سمجھے کہ معاویہ صلح کرنا چاہتا ہے مجبوراً آپ نے معاویہ سے صلح کرنے کا اقدام بہت سے شرائط کے ساتھ کیا جو معاویہ نے مقرر کی تھیں اگرچہ امام حسنؑ جانتے تھے کہ اس کی باتیں جھوٹ اور کذب کے علاوہ کچھ نہیں لیکن چارہ کار نہیں تھا کیونکہ جو لوگ آپ کی مدد کے لیے جمع ہوئے تھے سوائے چند افراد کے سب نفاق کی راہ پر چل رہے تھے۔ اگر معاملہ جنگ پر جا پڑتا تو ان چند مومنین و شیعہ حضرات کا خون پہلے ہی حملہ میں بہہ جاتا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ علامہ مجلسیؒ جلاء العیون میں فرماتے ہیں کہ جب معاویہ کا خط امام حسنؑ کے پاس پہنچا اور آپ نے معاویہ اور اپنے منافق ساتھیوں کے خطوط پڑھے اور عبید اللہ کے بھاگ جانے اور اپنے لشکر کے سستی کرنے اور ان کے نفاق پر مطلع ہوئے تو پھر بھی اتمام حجت کے لیے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ مکر و فریب کر رہے ہو لیکن تم پر حجت تمام کرنا چاہتا ہوں کل فلاں مقام پر جمع ہو جانا اور بیعت نہ توڑنا اور عقوبات خداوندی سے ڈرنا۔ پس آپ نے اس جگہ پر دس دن توقف کیا چار ہزار افراد سے زیادہ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے تعجب ہے تم ایسے لوگ ہو کہ جن میں شرم و حیا ہے اور نہ دین ہے۔ وائے ہو تم پر خدا کی قسم معاویہ مجھے قتل کرنے کے سلسلہ میں جن چیزوں کا ضامن بن رہا ہے ان میں وہ تم سے وفا نہیں کرے گا میں چاہتا تھا تمہارے لیے دین حق کو قائم کروں۔ تم نے میری مدد نہیں کی میں خدا کی عبادت اکیلا کر سکتا ہوں لیکن خدا کی قسم جب میں امر حکومت معاویہ کے سپرد کر دوں گا تو تم لوگ بنی امیہ کی حکومت میں کبھی خوشی اور سرور نہیں دیکھو گے۔ وہ تم پر قسم قسم کے عذاب وارد کریں گے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری اولاد ان کی اولاد کے دروازے پر کھڑی ہے وہ ان سے کھانے پینے کی چیزوں کا سوال کرے گی اور وہ نہیں دیں گے خدا کی قسم اگر میرے مددگار ہوتے تو میں امر حکومت معاویہ کے سپرد نہ کرتا کیوکہ میں خدا اور رسولؐ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خلافت بنی امیہ پر حرام ہے۔ پس اپنے تف ہے تمہارے لیے اے دنیا کے غلامو! عنقریب تم اپنے اعمال بد کا وبال و عذاب دیکھو گے۔ جب حضرتؐ اپنے اصحاب سے مایوس ہو گئے تو معاویہ کو لکھا میں چاہتا ہوں کہ حق زندہ کروں اور باطل کو مٹا دوں اور کتاب خدا اور سنت رسولؐ جاری کروں لیکن لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا اب چند شرائط پر تجھ سے صلح کرتا ہوں باوجودیکہ میں جانتا ہوں تو ان شرائط کو پورا نہیں کرے گا۔ پس اس پادشاہی پر خوش نہ ہو جو تجھے مل گئی ہے۔ عنقریب تو اس پر پشیمان ہوگا۔ جس طرح دوسرے لوگ جنہوں نے خلافت غصب کی ہے اور پشیمان ہوئے اور اب پشیمانی ان کے لیے سود مند نہیں پھر آپ نے چچازاد

عبداللہ بن حارث کو معاویہ کے پاس بھیجا تا کہ اس سے عہد اور پیمان لے اور صلح نامہ تحریر کرے صلح نامہ اس طرح لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حسنؑ بن علیؑ نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ صلح کی کہ وہ اس سے معترض نہیں ہوں گے بشرطیکہ وہ لوگوں کے درمیان کتابِ خدا، سنتِ رسول اللہؐ کے مطابق عمل کرے گا اور اچھے خلفاء کی سیرت پر عمل کرے گا اور اپنے بعد وہ کسی کو اس امر کے لیے معین نہیں کرے گا اور لوگ دنیا کے جس حصہ میں ہوں گے۔ شام وعراق وحجاز ویمن میں وہ اس کے شر سے محفوظ ہوں گے۔ اصحاب وشیعان علی بن ابی طالبؑ معاویہ سے اپنی جان مال عورتوں اور اولاد کے سلسلہ میں مامون ہوں گے اور ان شرائط پر خدا کا عہد وپیمان لیا گیا ہے اور اس پر عہد لیا گیا ہے کہ معاویہ امام حسنؑ بن علیؑ اور ان کے بھائی حسینؑ اور باقی اہلِ بیتؑ اور رسول خداؐ کے رشتہ داروں کے متعلق کوئی مکروفریب نہیں کرے گا اور آشکارو پنہاں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ ان میں سے کسی کو زمین کے کسی حصہ میں خوف زدہ نہیں کرے گا۔ یہ کہ امیر المومنینؑ پر سب وشتم نہیں کرے گا ورنماز کے قنوت میں حضرت اور آپ کے شیعوں کو ناسزا کلمات نہیں کہے گا جیسا کہ پہلے کرتا تھا۔ جب صلح نامہ لکھا گیا تو خدا اور رسولؐ کو اس پر گواہ بنایا اور اس پر عبداللہ بن حارث، عمرو بن ابی سلمہ، عبداللہ بن عامر، عبدالرحمن بن سمرہ اور دوسرے لوگوں کی گواہی لکھی گئی۔ صلح ہوگئی تو معاویہ کوفہ کی طرف متوجہ ہوا اور جمعہ کے دن نخیلہ میں جا اترا اور وہاں نماز پڑھی اور خطبہ دیا اور اس خطبہ کے آخر میں کہا کہ میں نے تم سے جنگ اس لیے نہیں کی کہ تم نماز پڑھو یا روزے رکھو یا زکوٰۃ ادا کرو بلکہ میں نے تو جنگ اس لیے کی ہے کہ تم پر حکومت کروں اور وہ خدا نے مجھے دے دی ہے اگرچہ تم نہیں چاہتے تھے اور چند شرائط میں نے حسنؑ سے طے کی ہیں جو سب میرے پاؤں کے نیچے ہیں میں ان میں سے کسی شرط کو پورا نہیں کروں گا پس وہ کوفہ میں داخل ہوا اور چند دن کوفہ میں رہنے کے بعد مسجد میں آیا اور امام حسنؑ سے کہا کہ منبر پر جا کر لوگوں سے کہہ دیں کہ خلافت میرا (معاویہ) حق ہے جب حضرتؑ منبر پر تشریف لے گئے تو حمد وثنائے الٰہی بجالائے اور رسالتؐ پناہ اور ان کے اہل بیتؑ پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگو! بہترین زیرکی اور عقلمندی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور بدترین حماقت فسق وفجور اور خدا کی معصیت ہے۔ اے لوگو! اگر جابلقاء اور جابرسا کے درمیان کسی ایسے شخص کو تلاش کرو کہ جس کا نانا رسولِ خداؐ ہو تو وہ میرے اور میرے بھائی حسینؑ کے علاوہ نہیں پاؤ گے۔ خدا نے تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہدایت کی لیکن تم اہلِ بیتِ رسولؐ سے دست بردار ہوگئے۔ تحقیق معاویہ نے مجھ سے ایک ایسے امر میں نزاع اور جھگڑا کیا ہے جو میرے ساتھ مخصوص تھا اور میں اس کا سزاوار ہوں چونکہ میرے مددگار نہیں تھے لہٰذا میں اس سے دست بردار ہوگیا اس امت کی فلاح وبہبود کے لیے اور تمہاری جانوں کی حفاظت کی خاطر۔ تم لوگوں نے مجھ سے بیعت کی تھی کہ جس سے میں صلح کروں تم صلح کرو گے اور جس سے میں جنگ کروں تم جنگ کرو گے میں نے امت کی مصلحت اس میں سمجھی ہے کہ اس سے صلح کرلوں اور تمہارے خون کی حفاظت اس بہانے سے بہتر سمجھی ہے۔ غرض تمہاری بھلائی تھی اور جو کچھ میں نے کیا ہے یہ ہے اس شخص کے لیے حجت جو اس امر کا مرتکب ہوگا اور یہ مسلمانوں کے لیے فتنہ ہے اور تھوڑا سا نفع حاصل کرنا ہے۔ پس معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے تقریر کی اور امیر المومنینؑ کے حق میں بدگوئی کی۔ امام حسینؑ کھڑے ہوئے تا کہ اس کا

جواب دیں۔امام حسنؑ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اورانہیں بٹھا دیا اور خود کھڑے ہوئے اور فرمایا اے وہ شخص جو علیؑ کا ذکر کرتا ہے اور مجھے برا بھلا کہتا ہے میں حسنؑ ہوں۔میرا باپ علیؑ بن ابی طالب ہے۔تو معاویہ ہے۔تیرا باپ صخر ہے۔میری ماں فاطمہؑ ہے اور تیری ماں ہندہ ہے۔میرا نانا رسولِ خداؐ ہے اور تیرا جد حرب ہے۔میری جدہ (نانی) خدیجہؑ ہے اور تیری جدہ فتیلہ ہے۔پس خدا لعنت کرے ہر اس شخص پر جو ہم دونوں میں سے زیادہ گمنام ہو،جس کا حسب نسب پست ہو۔جس کا کفر قدیمی ہو جس میں نفاق زیادہ ہو اور جس کا حق اسلام اور اہلِ اسلام پر کمتر ہو پس تمام اہلِ مجلس نے گونج کر کہا آمین۔روایت ہے کہ جب معاویہ اور امام حسنؑ کے درمیان صلح ہوگئی تو معاویہ نے امام حسینؑ پر زور دیا کہ وہ بیعت کریں تو امام حسنؑ نے معاویہ سے فرمایا کہ ان سے تعرض نہ کرو کیونکہ وہ بیعت نہیں کریں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں اور وہ شہید نہیں ہو سکتے جب تک ان کے سب اہلِ بیتؑ شہید نہ ہوں اور ان کے اہلِ بیتؑ شہید نہیں ہوں گے جب تک اہل،شام کو قتل نہ کریں۔پھر قیس بن سعد کو بلایا کہ وہ بیعت کرے اور وہ بہت قوی تنومند اور بلند قامت جوان تھا۔جب وہ بڑے گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پر لگتے۔پس قیس بن سعد نے کہا۔میں نے قسم کھائی ہے کہ میں معاویہ سے ملاقات نہیں کروں گا مگر یہ کہ میرے اور اس کے درمیان نیزہ اور تلوار ہوں گے۔معاویہ نے اس کی قسم پوری کرنے کے لیے نیزہ اور تلوار منگوائی اور سے بلایا۔وہ چار ہزار افراد کے ساتھ چلا گیا اور معاویہ کا مخالف تھا۔جب دیکھا کہ امام حسنؑ نے صلح کر لی ہے تو بہت مضطرب ہوئے۔معاویہ کی مجلس میں آئے۔امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرتؑ سے پوچھا بیعت کرلوں۔حضرتؑ نے امام حسنؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا امام وہ ہیں اور معاملہ ان کے اختیار میں ہے۔جتنا کہتے تھے وہ ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا یہاں تک کہ معاویہ کرسی سے اترا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔دوسری روایت ہے کہ جب امام حسنؑ نے اس کو حکم دیا تو بیعت کر لی۔شیخ طبرسی نے احتجاج میں روایت کی ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ صلح کر لی تو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بعض نے اس پر آپ کو ملامت کی تو حضرت نے فرمایا،تم پروائے ہو تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے لیے میں کیا کام کیا ہے۔خدا کی قسم جو کچھ میں نے کیا ہے وہ ہمارے شیعوں کے لیے ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع کرتا ہے۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میری اطاعت تم پر واجب ہے اور میں جوانانِ جنت کے سرداروں میں سے ایک ہوں رسول خداؐ کی نص کی رو سے۔لوگوں نے کہا ہاں۔فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ موسیٰؑ کے غضب کا باعث ہوا۔چونکہ موسیٰؑ پر اس کی وجہ حکمت مخفی تھی اور جو کچھ خضر نے کیا تھا وہ خدا کے نزدیک عین حکمت تھا۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کی گردن میں اس کے زمانہ کے خلیفہ......کی بیعت نہ ہو مگر ہمارے قائمؑ کہ جن کے پیچھے حضرت عیسیٰؑ آ کر نماز پڑھیں گے (مترجم کہتا ہے کہ روایت ظاہراًروایت کے خلاف ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر امام حسینؑ شہید کیوں ہوتے اور اکثر آئمہ کی زندگی کیوں قیدخانوں میں گزرتی۔یہ تو واضح تھا کہ اگر اہل بیتؑ طہارت میں سے کوئی چاہے جبراً ہی کسی کی بیعت کر لیتا تو پھر اس خلیفہ کو یہ کھٹکا نہ رہتا کہ یہ میری مخالفت کا علم بلند کریں گے۔ظاہراً یہ الفاظ کلام امام میں داخل کیے گئے ہیں۔واللہ العالم۔مترجم)۔

چوتھی فصل

امام حسن علیہ السلام کی شہادت

معلوم ہونا چاہیے کہ اس امام مظلوم کی شہادت میں اختلاف ہے۔ بعض ماہ صفر کی سات ۵۰ ھ اور بعض اسی ماہ کی اٹھائیس تاریخ بتاتے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک کے سلسلہ میں بھی اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ سینتالیس سال تھی جیسا کہ صاحب کشف الغمہ نے ابن خشاب کی روایت سے حضرت امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف وفات کے وقت سینتالیس سال تھی۔ حضرت اور ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام کے درمیان مدت حمل کا فاصلہ چھ مہینے ہے اور امام حسنؑ اپنے جد بزرگوار رسولِ خداؐ کے ساتھ سات سال رہے۔ ان کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ تیس سال گزارے۔ اپنے پدر بزرگوار کے بعد دس سال زندگی گزاری۔ قطب راوندی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسنؑ نے اپنے اہلِ بیتؑ سے فرمایا کہ میں زہر سے شہید ہوں گا۔ رسول خداؐ کی طرح وہ پوچھتے کہ یہ کام کون کرے گا۔ تو فرماتے کہ میری بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس۔ معاویہ مخفی طور پر اس کے پاس زہر بھیجے گا اور اسے حکم دے گا کہ وہ زہر مجھے کھلائے۔ وہ کہتے کہ پھر اسے گھر سے نکال دیجئے اور اپنے سے دور رکھئے تو فرماتے کہ کیسے میں اس کو گھر سے نکال دوں، ابھی تک تو اس سے یہ کام سرزد نہیں ہوا اور اگر اس کو نکال دوں تو اس کے علاوہ مجھے کوئی قتل نہیں کرے گا اور وہ لوگوں کے سامنے عذر پیش کرے گی کہ بے جرم وخطا مجھے گھر سے نکال دیا ہے پس ایک مدت کے بعد معاویہ نے بہت سا مال زہر قاتل کے ساتھ جعدہ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ یہ زہر امام حسنؑ کو کھلا دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تیری شادی کروں گا۔ پس اس خبیثہ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت کو زہر دے۔ ایک دن امام حسنؑ روزہ سے تھے۔ دن سخت گرم تھا اور پیاس نے آپ پر اثر کیا ہوا تھا۔ افطار کے وقت آپ بہت پیاسے تھے۔ وہ عورت شربتِ شیر آپ کے لیے لائی۔ اس میں وہ زہر ڈال رکھا تھا۔ وہ حضرت کو دیا۔ جب آپ نے اسے نوش فرمایا اور زہر کو محسوس کیا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خداوند عالم کی حمد کی کہ اس جہان فانی سے جہان ودانی کی طرف لے جا رہا ہے۔ فرمایا اب میری اپنے نانا، باپ، ماں، اور دو چچاؤں جعفرؓ وحمزہؓ سے ملاقات ہوگی۔ پھر آپ نے جعدہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا، اے دشمن خدا تو نے مجھے قتل کیا ہے خدا تجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم میر النعم البدل تجھے نہیں مل سکے گا۔ اس شخص نے تجھے دھوکا دیا۔ خدا تجھے اور اس کو اپنے عذاب سے رسوا و ذلیل فرمائے۔ پس حضرتؑ دو دن درد والم میں مبتلا رہے اور اس کے بعد اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی مقدار سے جا ملے۔ معاویہ نے اس ملعونہ کے ساتھ اپنے وعدے پورے نہ کیے۔ ایک روایت ہے کہ وہ مال تو دے دیا جس کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کی شادی یزید سے نہ کی اور کہا جس نے حسنؑ سے وفا نہیں

کی وہ یزید سے بھی وفا نہیں کرے گی۔ شیخ مفید رضوان اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسنؑ اور معاویہ کے درمیان صلح ہوگئی تو حضرتؑ مدینہ تشریف لے گئے اور ہمیشہ ضبط سے کام لیتے رہے۔ اپنے گھر میں رہے اور اپنے خدا کے حکم کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ معاویہ کی حکومت کے دس سال گزر گئے۔ معاویہ نے چاہا کہ اب اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لے۔ چونکہ یہ بات اس صلح کے خلاف تھی جو اس نے امام حسنؑ سے کی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے اور حشمت وجلال امام حسنؑ اور لوگوں کے آپ کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے بھی معاویہ کو خطرہ تھا۔ پس اس نے ایک دلی اور یکجہتی سے پختہ ارادہ کیا کہ حضرتؑ کو قتل کرے۔ اس نے بادشاہ روم سے زہر منگوایا اور ایک لاکھ درہم کے ساتھ وہ زہر جعدہ بنت اشعث بن قیس کے پاس بھیجا اور ضمانت دی کہ اگر جعدہ حضرتؑ کو یہ زہر دے دے اور زہر سے آپ کو شہید کر دے تو اس کو یزید کے نکاح میں لے آئے گا۔ لہٰذا جعدہ نے مال کے لالچ اور اس جھوٹے وعدہ کی بناء پر شربت میں ملا کر آپ کو زہر دے دیا۔ حضرتؑ چالیس دن تک حالت بیماری میں زندہ رہے اور پے در پے وہ زہر آپ کے وجود مبارک میں اثر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ماہ صفر ۵۰ ھ میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کا سن مبارک اڑتالیس سال تھا اور مدت خلافت و امامت دس سال۔ آپ کے بھائی امام حسینؑ نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اپنی دادی جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ کتاب احتجاج میں روایت ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے فرزندِ رسولؐ آپ نے ہماری گردنیں خم کرا دیں اور ہم شیعوں کو بنی امیہ کا غلام بنا دیا۔ آپ نے فرمایا، کس طرح؟ وہ کہنے لگا چونکہ آپ نے خلافت معاویہ کے سپرد کر دی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر میرے مددگار ہوتے تو میں رات دن اس سے جنگ کرتا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان حکم کرتا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچانا۔ ان کا امتحان کیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ لوگ میرے کام کے نہیں ان کے عہد و پیمان میں وفا نہیں اور ان کی گفتار و کردار پر اعتماد نہیں۔ ان کی زبان میرے ساتھ اور دل بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ حضرتؑ یہ بات کر رہے تھے کہ اچانک آپ کے حلق سے خون آیا۔ آپ نے طشت منگوا کر زمین پر نیچے رکھا۔ پے در پے آپ کے حلق مبارک سے خون آتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ طشت خون سے پر ہوگیا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ یہ کیا ہے۔ فرمایا معاوہ نے زہر بھیجا تھا جو مجھے پلا دیا گیا ہے اور میرے جگر تک پہنچ گیا ہے۔ یہ خون جو تم طشت میں دیکھ رہے ہو میرے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا آپ علاج کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا دو مرتبہ پہلے مجھے زہر دیا گیا ہے اس کا علاج کیا ہے یہ تیسری مرتبہ ہے جو کہ قابل علاج ودوا نہیں اور صاحب کفایۃ الاثر سند معتبر کے ساتھ جنادہ بن ابی امیہ سے روایت کرتا ہے کہ میں امام حسنؑ کی اس بیماری میں کہ جس میں آپ نے رحلت فرمائی حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ کے سامنے طشت رکھا ہے اور آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس میں گر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا، مولا آپ اپنا علاج کیوں نہیں کرواتے۔ آپ نے فرمایا، اے بندۂ خدا موت کا کس چیز سے علاج کیا جائے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون تو آپ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ رسولِ خداؐ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کے بعد بارہ خلیفہ اور امام ہوں گے کہ جن میں سے گیارہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد میں سے ہیں اور وہ سب تلوار یا زہر سے شہید ہوں گے

پس آپ کے قریب سے طشت اٹھا دیا گیا۔حضرتؑ رونے لگے۔میں نے عرض کی اے فرزندِ رسولؐ مجھے وعظ ونصیحت کیجیے۔ آپؑ نے فرمایاہاں استعد لسفرك وحصل زادك قبل حلول اجلك۔فرمایا سفرآخرت کے لیے تیار ہوجاؤ اور اس سفر کا زادراہ اجل کے آنے سے پہلے حاصل کرلو......جان لو کہ تم دنیا کوطلب کرتے ہو اور موت تمہیں تلاش کرتی ہے جو دن ابھی نہیں آیا اور اس کے غم واندوہ کا بوجھ اس دن پر نہ ڈالو جس میں تم ہو اور جان لو کہ دنیا کے حلال میں حساب اور اس کے حرام میں عقاب ہے اور اس کے مشتبہات کے ارتکاب مین عقاب وسرزنش ہے پس دنیا کو اپنے نزدیک ایک مردار فرض کرو اور اس س صرف اتنا لو جو تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ وہ مال حلال ہے تو تم نے اس میں اختیار کیا اور اگر حرام ہے تو اس کے بوجھ اور گناہ سے محفوظ رہا کیونکہ جتنا تو لے گا وہ تو تیرے لیے حلال ہے جس طرح کے ضرورت کے وقت مردار حلال ہوتا ہے اور اگر عتاب ہوا بھی تو وہ بہت تھوڑا ہوگا اور دنیا کے لیے اس طرح کام کر گویا تو اس میں ہمیشہ رہے گا اور آخرت کے لیے اس طرح کام کر گویا کل مر جائے گا۔اگر تو چاہتا ہے کہ قوم وقبیلہ کے بغیر تو عزت دار رہے اور سلطنت وحکومت کے بغیر تیری عزت ہو تو گناہ کی ذلت سے نکل کر اطاعت خدا کی عزت کی طرف ہوجا۔اس قسم کے مواعظ اور باتیں کیں یہاں تک کہ آپ کا سانس رک گیا اور رنگ مبارک زرد ہوگیا۔پس امام حسینؑ اسود بن الاسود کے ساتھ دروازے سے آئے اور اپنے بھائی کو گلے لگایا اور ان کے سر اور پیشانی کے بوسے لیے۔ان کے پاس بیٹھ گیا۔بہت سی راز کی باتیں ایک دوسرے سے کرتے رہے۔پھر اسود نے کہا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ گویا اسے امام حسنؑ کی وفات کی خبر ہوگئی تھی۔پس آپ نے امام حسینؑ کو اپنا وصی قرار دیا اور ان سے اسرار امامت کہے اور ودائع خلافت ان کے سپرد کیے اور آپ کی روح مقدس نے ریاض قدس کی طرف پرواز کی (یہ واقعہ) جمعرات کے دن آخر ماہ صفر ۵۰ ھ کو ہوا اور اس وقت آپ کی عمر شریف سینتالیس سال تھی اور بقیع میں دفن ہوئے۔شیخ طوسی اور دوسرے علماء کی روایت کے مطابق جب امام حسنؑ کو زہر دیا گیا اور دنیا سے کوچ کرنے کے آثار آنجناب پر ظاہر ہوئے تو امام حسینؑ ان کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے بھائی آپ اپنے آپ کو کیسا محسوس کررہے ہیں۔حضرتؑ نے فرمایا میں خود کو آخرت کے پہلے دن اور دنیا کے آخری دن میں دیکھ رہا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اپنی اجل سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور میں اپنے بابا اور نانا کے پاس جارہا ہوں۔تمہاری دوستوں اور بھائیوں کی جدائی پسند نہیں کرتا اور اپنی اس گفتگو سے میں استغفار کرتا ہوں بلکہ میں جانا چاہتا ہوں تاکہ اپنے نانا رسولِ خداؐ اور بابا امیرالمومنینؑ اور والدہ گرامی فاطمہ زہراؑ اور دونوں چچا حمزہ وجعفر صلوات اللہ وسلامہ علیہم سے ملاقات کروں۔خدا ہر جانے والے کا بدل ہے اور خدا کا ثواب ہر مصیبت کی تسلی اور وہ فوت ہونے والی چیز کا تدارک کرنے والا ہے اور ہاں بھائی میں نے اپنے جگر کو طشت میں دیکھا ہے مجھے معلوم ہے کہ کس شخص نے یہ سلوک مجھ سے کیا ہے۔کون اس کا ذمہ دار ہے۔اگر تمہیں بتادوں تو کیا کروگے امام حسینؑ نے عرض کیا میں اسے قتل کروں گا۔امام حسنؑ نے فرمایا پس میں تمہیں نہیں بتاتا یہاں تک کہ میں اپنے جد بزرگوار رسولِ خداؐ سے ملاقات کروں لیکن اے بھائی میرا وصیت نامہ اس طرح لکھو کہ یہ وصیت ہے حسنؑ بن علیؑ کی اپنے بھائی حسین بن علیؑ کو میں وصیت کرتا ہوں کہ میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں کہ جس کا خدائی میں کوئی شریک نہیں اور وہ

لائق پرستش ہے اور معبود ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے جو معین و مددگار کا محتاج نہیں، تمام چیزوں کو اس نے خلق کیا ہے، ہر چیز کی تقدیر اس نے کی ہے۔ وہ ان سے عبادت کے زیادہ لائق ہے جن کی عبادت کی جاتی ہے اور جن کی تعریف کی جاتی ہے اور ان سے زیادہ حمد وثنا کا سزاوار ہے جو اس کی اطاعت کرے وہ کامیاب ہے اور جو اس کی معصیت اور نافرمانی کرے وہ گمراہ ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرے وہ ہدایت پاتا ہے پس اے حسینؑ وصیت اور سفارش کرتا ہوں تجھے ان کے حق میں کہ جنہیں اپنے بعد چھوڑے جا رہا ہوں اپنے اہل اور اولاد اور تیرے اہل بیتؑ کے حق میں کہ ان میں سے غلطی کرنے والوں سے گزر کرنا اور نیکوکاروں کی نیکی کو قبول کرنا میں حضرتؐ کے گھر پر ان لوگوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں جو آپ کی اجازت کے بغیر ان کے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ حالانکہ خداوند عالم نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ ملے۔ خدا کی قسم حضرت رسولؐ اکرم نے انہیں اپنی زندگی میں اجازت نہیں دی تھی کہ وہ اذن کے بغیر آپ کے گھر میں داخل ہوں اور نہ انہیں اجازت دے گئے تھے اپنی وفات کے بعد کے لیے لیکن ہمیں اذن ہے اور اجازت ہے کہ ہم ہر اس چیز میں تصرف کریں جو ہمیں وراثۃً آپ سے ملی ہے۔ پس اے بھائی اگر وہ عورت مانع ہو تو تجھے میں قرابت ورحم کی قسم دیتا ہوں کہ میرے جنازے پر بالکل خون خرابہ نہ ہوتا کہ میں رسولِ خداؐ سے ملاقات کروں۔ ان کے سامنے اپنا معاملہ پیش کروں۔ ان چیزوں کی شکایت کروں جو آپ کے بعد لوگوں سے میں نے برداشت کی ہیں۔ کافی وغیرہ کی روایت کے مطابق فرمایا پھر میرا جنازہ بقیع کی طرف لے جانا اور میری ماں فاطمہ علیہا السلام کے پاس مجھے دفن کر دینا۔

جب آپ اپنی وصیتوں سے فارغ ہوئے تو دنیا کو الوداع کہہ کر بہشت کو سدھارے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرتؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت کی تو امام حسینؑ نے مجھے عبداللہ بن جعفر اور میرے بیٹے کو علی کو بلایا اور حضرتؑ کو غسل دیا اور چاہا کہ روضہ منورہ رسولِ خداؐ کا دروازہ کھول کر آپ کو وہاں لے جائیں تو مروان۔ آل ابوسفیان اور اولاد عثمان جمع ہوئے اور مانع ہوئے اور کہنے لگے کہ عثمان مظلوم تو بقیع کی بدترین جگہ میں دفن ہوئے اور حسن رسولِ خداؐ کے ساتھ دفن ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوگا۔ جب تک نیزے اور تلواریں نہ ٹوٹ جائیں اور ترکش تیروں سے خالی نہ ہو جائیں۔ امام حسینؑ سے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس نے مکہ کو حرم محترم قرار دیا ہے، حسنؑ جو علیؑ و فاطمہؑ کے فرزند ہیں وہ رسولِ خداؐ اور اس کے گھر کے زیادہ حقدار ہیں ان لوگوں سے جو بغیر اجازت کے وہاں وائل ہوئے اور خدا کی قسم وہ اس سے بھی زیادہ سزاوار ہیں جو گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوئے تھا جس نے ابو ذر کو مدینہ سے نکالا اور عماد وابن مسعود کے ساتھ جو کچھ کیا اور جس نے مدینہ کے اطراف اور اس کی چراگاہوں کو قرق کر لیا اور رسول خدا کے جلاوطن کیے ہوئے اشخاص کو پناہ دی۔ دوسری روایات کے مضامین کے مطابق مروان اپنے خچر پر سوار ہو کر اس عورت کے پاس گیا اور کہا کہ حسینؑ اپنے بھائی حسنؑ کو لایا ہے تاکہ اسے پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ دفن کرے آؤ اور اس کو روکو۔ پس مروان اپنے خچر سے اتر آیا اور اس کو خچر پر سوار کیا اور رسولِ خداؐ کی قبر کے پاس لے آیا اور وہ چیخ رہا تھا اور بنی امیہ کو ابھارتا تھا کہ

حسنؑ کو ان کے نانا کے پہلو میں دفن نہ ہونے دو۔ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم انہیں باتوں میں تھے کہ اچانک ہم نے آوازیں سنیں اور کسی کو آتے دیکھا کہ فتنہ وشر کے آثار اس سے ظاہر تھے۔جب میں غور سے دیکھا تو فلاں عورت چالیس سواروں کے ساتھ آرہی ہے اور لوگوں کو جنگ کرنے پر اکسارہی ہے۔جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مجھے بلایا اور کہنے لگی،اے ابن عباس تم مجھ پر جری ہوگئے ہو۔ہرروز مجھے تکلیف وآزار پہنچاتے ہواور چاہتے ہو کہ میرے گھر میں اس شخص کو داخل کرو جس کو میں دوست نہیں رکھتی اور نہ اسے چاہتی ہوں۔میں نے کہاہائے افسوس ایک دن اونٹ پر سوار ہوتی ہے اور ایک دن خچر پر اور چاہتی ہے کہ نور خدا کو بجھائے اور دوستانِ خدا کے ساتھ جنگ کرے اور رسولِ خداؐ اور ان کے حبیب ودوست کے درمیان حائل ہوتی ہے۔پس وہ عورت قبر کے قریب آئی اور اپنے آپ کو خچر سے گرادیا اور چلانے لگی خدا کی قسم میں حسنؑ کو یہاں دفن نہیں ہونے دوں گی جب تک ایک بال میرے سر پر ہے اور دوسری روایت ہے کہ حضرتؑ کے جنازہ پر تیروں کی بارش کی گئی یہاں تک کہ ستر تیر آپ کے جنازہ سے نکالے گئے۔پس بنی ہاشم نے چاہا کہ تلواریں نیام سے نکالیں اور جنگ کریں۔امام حسینؑ نے فرمایا تمہیں میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے بھائی کی وصیت کو ضائع نہ کرو اور ایسا نہ کرنا کہ خون بہے۔پھر آپ نے ان لوگوں سے خطاب کیا کہ میرے بھائی کی وصیت نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ میں کس طرح انہیں رسولِ خدا کے پاس دفن کرتا ہوں اور تمہاری ناک خاک میں رگڑتا ہوں۔پس حضرتؑ کا جنازہ اٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے چلے اور انہیں ان کی دادی جناب فاطمہ بنتِ اسدؑ کے پاس دفن کیا۔ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب امام حسنؑ کا جنازہ بقیع کی طرف لے چلے اور فتنہ کی آگ بجھ گئی تو مروان نے بھی تشیع جنازہ کی اور امام حسنؑ کے تابوت کو کندھا دیا۔امام حسین نے فرمایا کیا امام حسنؑ کے جنازہ کو تو اٹھارہا ہے،حالانکہ خدا کی قسم ہمیشہ میرے بھائی کے دل کو ان کی زندگی میں تو خون سے پر کرتا رہا اور ہمیشہ انہیں غیظ وغضب کے گھونٹ پلاتا رہا۔مروان نے کہا میں یہ معاملہ ایسے شخص سے کرتا رہا جس کا حلم وبردباری پہاڑی کے برابر تھا۔ابنِ شہرآشوب روایت کرتے ہیں کہ جس وقت امام حسنؑ کے بدن مبارک کو لحد میں رکھا گیا تو امام حسینؑ نے چند اشعار کہے جن میں سے دوشعر یہ ہیں:

أأدهن راسی ام اطیب محاسی
ورأسك معفور فانت سلیب
بکائی طویل والدموع غزیرة
وانت بعید والمزار قریب

کیا میں اپنے سر میں تیل لگاؤں اور ڈاڑھی کو خوشبودار کروں حالانکہ آپ کا سر خاک آلود ہے۔
آپ ہم سے چھین لیے گئے ہیں۔میرا رونا طویل اور آنسو زیادہ ہیں۔آپ دور چلے گئے ہیں۔
حالانکہ زیارت گاہ تو نزدیک ہے۔

آپ پر گریہ کرنے اور زیارت کی فضیلت

ابنِ عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب میرے بیٹے حسنؑ کو زہر سے شہید کریں گے تو سات آسمانوں کے فرشتے اس پر گریہ کریں گے اور تمام چیزیں اس پر روئیں گی یہاں تک کہ فضا کے پرندے اور دریا کی مچھلیاں۔ جو شخص حسنؑ پر روئے گا اس کی آنکھ اس دن اندھی نہیں ہوگی جس دن آنکھیں بے نور ہوجائیں گی اور جو شخص اس کی مصیبت پر اندوہناک اور غمگین ہوگا تو اس کا دل اس دن غمناک نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل اندوہناک ہوں گے اور جو شخص بقیع میں اس کی زیارت کرے گا وہ پل صراط پر اس وقت ثابت قدم رہے گا جس وقت لوگوں کے قدم اس پر پھسلیں گے۔

پانچویں فصل

شہادت امام حسنؑ کے بعد معاویہ کی سرکشی کا بیان، شیعان علی بن ابی طالبؑ کے قتل کرنے اور ان کے لوٹنے کے سلسلہ میں

مخفی نہ رہے کہ جب تک امام حسنؑ اس جہانِ فانی میں زندہ رہے معاویہ میں یہ جرأت نہ تھی کہ شیعانِ علیؑ کو اپنی دلی آرزو کے مطابق ہلاک کرے کیونکہ دوست و دشمن کے دل امام حسنؑ کی حشمت و ہیبت سے پر تھے اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی شفقت ومحبت تھی اور جو صلح نامہ آپ نے معاویہ سے کیا تھا اس کی بناء پر ہمیشہ لوگ آپ کو ملامت کا نشانہ بناتے اور اپنے حق کے طلب کرنے اور معاویہ سے جہاد کرنے پر اکساتے تھے۔ معاویہ ڈرا ہوا تھا لہٰذا وہ شیعوں کے ساتھ مدارات اور نرمی سے پیش آتا تھا یہاں تک کہ شیعہ اور آپ کے مخصوص محب وموالی شام میں جاتے اور معاویہ کو برا بھلا کہتے اور اس کے باوجود بھی اس سے بیت المال میں سے عطیات لے کر صحیح وسالم واپس آ جاتے اور معاویہ جوان باتوں کو برداشت کرتا اور انہیں عطیات دیتا۔ یہ اس کے حلم وسخاوت کا کرشمہ نہیں تھا بلکہ یہ اس کی بدی اور شیطنت کا شاخسانہ تھا اور وہ اپنے مصالح اور تدبیر مملکت کے لیے یہ کام کرتا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی رہا یہاں تک کہ پچاس ہجری میں امام حسنؑ شہادت کے درجہ رفیعہ پر فائز ہوئے ہیں۔ پس معاویہ اپنے بیٹے یزید کے ساتھ شام سے سفر حج کے لیے نکلا۔ جس دن اس نے مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو کچھ لوگ اس کے استقبال کے لیے گئے۔ معاویہ نے دیکھا کہ تھوڑے لوگ اس کے استقبال کو آئے ہیں اور گروہ انصار میں سے تو بہت ہی کم آئے ہیں۔ کہنے لگا، انصار کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ہمارے استقبال کے لیے نہیں آئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ فقیر ومسکین ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس سواری کے جانور بھی نہیں رہے کہ جن پر وہ سوار ہو کر استقبال کے لیے آتے تو معاویہ نے کہا ان کے پانی کی مشکیں اٹھانے والے اونٹ کہاں ہیں۔ اس سے اس کا مقصد تحقیر وتشنیع انصار تھی کیونکہ نواضح پانی بھرنے والے اونٹوں کو کہتے ہیں۔ اس نے کنایۃً یہ کہا کہ انصار کا شمار تو مزدور لوگوں میں ہے نہ کہ بزرگوں میں، یہ بات قیس بن سعد بن عبادہ پر (جو انصار کے سردار و بزرگ کا بیٹا تھا)۔ گراں گزری وہ کہنے لگا کہ انصار کے اونٹ جنگ بدر واحد اور رسولِ خداؐ کی دوسری جنگوں میں ہلاک ہو گئے ہیں جب کہ وہ تجھ پر اور تیرے باپ پر تلواریں لگاتے تھے اور پے در پے جنگیں کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی تلوار سے اسلام غالب آیا جبکہ تو ایسا نہیں چاہتا تھا اور اس سے کراہت کرتا تھا۔ معاویہ خاموش ہو گیا۔ دوبارہ قیس نے کہا کہ رسول خداؐ نے ہمیں خبر دی تھی کہ ستم گار لوگ ہم پر غالب آ جائیں گے۔ معاویہ نے کہا اس خبر کے تمہیں کیا حکم دیا تھا۔ قیس نے کہا ہم سے فرمایا تھا کہ تم صبر کرنا یہاں تک کہ ان سے ملاقات کریں۔ معاویہ کہنے لگا۔ پھر آپ سے ملاقات کرنے تک صبر کرو۔ اس گفتگو

میں کنایۃً ان کے عقیدہ کا مذاق اڑایا ہے یعنی کتنے سادہ ہیں یہ لوگ جن کا گمان ہے کہ اگلے جہان میں پیغمبرؐ سے ملاقات کریں گے۔ پھر قیس نے کہا اے معاویہ ہمیں آب کش اونٹوں کا طعنہ دیتا ہے حالانکہ خدا کی قسم ہم نے جنگِ بدر میں دیکھا کہ تو پانی بھرنے والے اونٹوں کے ساتھ جنگ کر رہا تھا۔ تو چاہتا تھا کہ نور خدا کو بجھا دے۔ تو نے اور تیرے باپ ابوسفیان نے پوری ناپسندیدگی کے باوجود ہماری تلواروں سے ڈر کر اسلام قبول کیا۔ پھر قیس نے امیر المومنینؑ کے فضائل ومناقب کی طرف گفتگو کا رخ موڑا اور آپ کے بہت سے فضائل بیان کیے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جس وقت انصار جمع ہوئے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ میرے باپ کی بیعت کریں تو قریش نے ہم سے مخاصمت اور نزاع کی اور رسول خداؐ کی قرابت کے ساتھ احتجاج کیا۔ اس کے بعد انصار اور آل محمدؐ دونوں پر ظلم وستم کیا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ انصار وقریش عرب وعجم میں علیؑ واولادِ علیؑ کے علاوہ خلافت میں کسی کا کوئی حق نہیں۔ معاویہ اس گفتگو سے غصہ میں آ گیا اور کہا، اے پسر سعد تو نے یہ باتیں کس سے سیکھی ہیں کیا تیرے باپ نے تجھے بتایا ہے اور اس سے تو نے یاد کی ہیں۔ قیس نے کہا یہ باتیں میں نے اس سے سنی ہیں جو مجھ سے اور میرے باپ سے بہتر ہے۔ اور اس کا حق مجھ پر میرے باپ کے حق سے بہت زیادہ ہے۔ کہنے لگا وہ کون ہے۔ قیس نے کہا، وہ ہیں علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اس امت کے عالم، اس امت کے صدیق اور وہ شخص ہیں جن کے حق میں خداوند عالم نے یہ آیت بھیجی ہے۔ قل کفی باللہ شھیدا بینی و بینھم ومن عندہ علم الکتاب۔ اور بہت سی آیات جو امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی تھیں، وہ پڑھیں۔ معاویہ کہنے لگا۔ صدیق امت ابوبکر اور فاروق امت عمر ہے اور جس کے پاس علم کتاب ہے وہ عبداللہ بن سلام ہے۔ قیس کہنے لگا ایسا نہیں بلکہ ان اسماء اور ناموں کا زیادہ حقدار اور اولیٰ وہ شخص ہے کہ جس کی شان میں خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی ہے۔ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ وگواہ رکھتا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے اس کا گواہ ہے جو اس میں سے ہے اور وہ شخص احق واولیٰ ہے جسے رسول خداؐ نے غدیر خم کے مقام پر مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا من کنت مولاہ اولیٰ بہ من نفسہ فعلی اولی بہ من نفسہ اور جسے جنگ تبوک میں فرمایا تھا انت منی بمنزلہ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی۔ جب قیس کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو معاویہ نے فرمان جاری کیا کہ منادی لوگوں کو خبر دے کہ جو شخص فضائل علیؑ میں گفتگو کرے اور مدح علیؑ میں زبان کھولے۔ اس کی فضیلت بیان کرے اور اس سے بیزاری اختیار نہ کرے تو اس کا مال ضائع اور خون رائیگاں ہے۔

بہرحال پھر معاویہ قریش کے ایک گروہ کے قریب سے گزرا۔ وہ سب لوگ سوائے عبداللہ بن عباس کے اس کے رعب وحشمت کے کھڑے ہو گئے۔ یہ بات معاویہ کو ناگوار گزری۔ کہنے لگا، اے ابن عباس تجھے میری تعظیم وتکریم سے کس چیز نے روکا۔ جس طرح تیرے ساتھی میری تعظیم کو کھڑے ہوئے کیا وہ بغض وکینہ تیرے دل میں باقی ہے کہ میں نے صفین میں تجھ سے جنگ کی تھی۔ اے ابن عباس! اس سے تجھے آزردگی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم نے تو عثمان کے خون کا مطالبہ کیا تھا جو کہ ظلم وستم سے مارا گیا تھا۔

ابنِ عباسؓ نے کہا: ''عمر بھی مظلوم مارا گیا تھا اس کے خون کا تو نے مطالبہ کیوں نہ کیا؟''
معاویہ نے کہا: ''اسے تو کافر نے قتل کیا تھا۔'' ابن عباسؓ نے کہا اور عثمان کو کس نے قتل کیا؟ کہنے لگا اسے مسلمانوں نے قتل کیا۔ ابن عباس کہنے لگے، اس بات نے تو تیری دلیل کو باطل کر دیا کہ اگر عثمان کو تمام مسلمانوں نے اتفاق و اجماع کر کے قتل کیا ہے تو پھر تو کیا کہہ سکتا ہے۔ معاویہ کہنے لگا، میں نے تمام شہروں کو لکھ دیا ہے کہ لوگ مناقب علیؑ سے زبان بند رکھیں۔ تم بھی اپنی زبان کو روک لو۔ انہوں نے کہا معاویہ کیا تو ہمیں قرآن پڑھنے سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا نہیں۔ کہا پھر ہمیں تاویل قرآن سے منع کرتا ہے۔ کہنے لگا، ہاں قرآن کی قرأت کرو لیکن اس کا معنی بیان نہ کرو۔ ابنِ عباس نے کہا کونسی چیز زیادہ ضروری ہے قرآن کا پڑھنا یا اس کے احکام پر عمل کرنا کہنے لگا عمل کرنا زیادہ ضروری ہے۔ ابن عباس کہنے لگے اگر کسی شخص کو یہ علم نہ ہو کہ خدا نے کلماتِ قرآن سے کیا مراد لی ہے تو اس پر کس طرح عمل کرے گا۔
معاویہ کہنے لگا، قرآن کا معنی اس سے پوچھ لو جو قرآن کی وہ تاویل نہیں کرتا جو تم اور تمہارے اہل بیت کرتے ہو۔ ابن عباس کہنے لگے، قرآن تو اترا ہے میرے اہلِ بیتؑ پر اور تو کہتا ہے کہ میں اس کا معنی آل ابوسفیان، آل ابی معیط یہود و نصاریٰ و مجوس سے جا کر پوچھوں۔ معاویہ کہنے لگا تو نے مجھے ان گروہوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔ فرمایا، ہاں۔ چونکہ تو لوگوں کو قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ خدا کی اطاعت حکم قرآن کے مطابق نہ کریں اور ہمیں...... حلال و حرام قرآن پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ حالانکہ اگر امت کے لوگ معنی قرآن نہ پوچھیں اور اس کی مرد کو نہ سمجھیں تو دن میں ہلاک ہو جائیں گے۔ معاویہ کہنے لگا قرآن کی تلاوت کرو اور اس کی تاویل کرو لیکن خدا نے جو کچھ تمہارے حق میں کہا وہ لوگوں کو نہ بتاؤ۔ ابن عباس نے کہا، خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ اپنے نور کو بکمال و تمام روشن رکھے اگرچہ کافر اس کو برا سمجھیں۔ معاویہ کہنے لگا، اے ابنِ عباس اپنی حالت پر رہو اور اس قسم کی باتیں کرنے سے اپنی زبان کو باز رکھو اور اگر کہنے پر مجبور ہو تو اس طرح کہو کہ واضح نہ ہو اور لوگ نہ سنیں۔ یہ کہہ کر اپنے مکان میں چلا گیا اور ایک لاکھ درہم اور ایک روایت کے مطابق پچاس ہزار درہم ابنِ عباس کے لیے بھیجے اور فرمان جاری کیا کہ منادی مدینہ کے گلی کوچہ میں ندا کرے کہ معاویہ کے عہد و امان سے وہ شخص خارج ہے جو علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے مناقب میں کوئی حدیث بیان کرے اور یہ اعلان نشر کیا کہ ہر خطیب جس منبر پر جائے وہ علیؑ پر لعنت کرے اور علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرے اور حضرتؑ کے اہلِ بیتؑ پر بھی لعنت کرے۔ خلاصہ یہ کہ معاویہ مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد شام کی طرف لوٹ گیا اور اپنی حکومت کی بنیادیں پختہ کرنے لگا۔ اور امیر المومنینؑ کے شیعوں کو تباہ کرنے کی ابتداء شروع کر دی اور ایک ہی مضمون کا خط تمام شہروں میں اپنے حکام و عمال کی طرف روانہ کیا کہ اچھی طرح چھان بین کرو۔ جس شخص کے متعلق صحیح ثابت ہو کہ وہ علیؑ کے دوستوں اور اس کے اہل بیتؑ کے حبداروں میں سے ہے اس کا نام بیت المال کے وظائف و عطیات لینے والے دفتر سے مٹا دو اور اسی پر راضی نہ ہوا بلکہ دوبارہ ایک خط لکھا کہ جس شخص

کو علیؑ اور اہلِ بیتؑ کی دوستی و محبت میں متہم سمجھو اگرچہ یہ بات پورے طور پر ثابت نہ ہو پھر بھی اسی تہمت کی بناء پر اسے قتل کر دو اور اس کا سر تن سے جدا کر دو۔

معاویہ کا یہ حکم منتشر ہوا تو اس کے عمال و حکام شیعوں کو قتل کرنے لگے اور بہت سے لوگوں کو صرف تہمت لگا کر قتل کر دیا۔ان کے گھر ویران و مسمار کر دیئے۔اور شیعان علیؑ پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ اگر کوئی شیعہ چاہتا کہ اپنے ہم مسلک سے کوئی بات کرے تو اسے اپنے مکان کے اندر لے جاتا اور پردوں کے پیچھے جا بیٹھتا اور خادم و غلام سے بھی دروازہ بند کر لیتا۔پھر اسے سخت قسم کی قسمیں کھلاتا کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہے گا۔پھر ڈرتے ڈرتے حدیث بیان کرتا۔دوسری طرف بہت سی جھوٹی احادیث اور بہت سے جھوٹ بنا لیے اور امیر المومنینؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ کو بہتان و تہمت کا نشانہ بنایا۔اور لوگ ان بنائی ہوئی باتوں کو پڑھنے اور پڑھانے لگے۔معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ریا کار دنیا پرست فقہا اور قاضی احادیث گھڑنے لگے اور اسے والیوں اور حکام کے قریب کا ذریعہ و وسیلہ بنایا اور اس سبب سے ان کے اموال و عطایا سے بہرہ مند ہوئے اور بالآخر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ لوگ ان جعلی اور بناوٹی احادیث کو حق سمجھنے لگے یہاں تک کہ وہ دیندار لوگ جن کے دامن کبھی جھوٹ کی نجاست سے آلودہ نہیں ہوئے تھے ان روایات کو باور کرنے لگے اور انہیں روایت کرتے۔یہاں تک کہ کلیۃً حق نے باطل کا لباس پہن لیا اور باطل حق کے لباس میں ظاہر ہوا۔اور امام حسنؑ کی وفات کے بعد اس فتنہ کو زیادہ فروغ ہوا۔شیعان علیؑ کے لیے زمین کے کسی حصہ میں امان نہیں تھی اور ان کے جان و مال خطرے میں تھے اور پست و بلند زمین میں وہ پراگندہ تھے۔اگر کسی کو یہودی یا نصرانی کہا جاتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ اسے شیعہ علیؑ کہا جائے۔روایت ہے کہ عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زمانہ میں ایک شخص (منقول ہے وہ اصمعی کا دادا تھا) حجاج کے سامنے پیش ہوا اور اس نے فریاد کی۔اے امیر میرے ماں باپ نے مجھے عاق کر دیا ہے اور میرا نام علی رکھا ہے۔اور میں ایک فقیر و مسکین آدمی ہوں اور امیر کی بخشش کا محتاج ہوں۔حجاج ہنسا اور اسے خوش کیا۔

خلاصہ یہ کہ معاویہ کی تدبیر شوم کی وجہ سے معاملہ یہاں تک پہنچا کہ جو خطیب جس جگہ اور جس شہر میں کسی منبر پر جاتا پہلے علیؑ و اہلِ بیت علی علیہم السلام سب و شتم سے زبان کھولتا اور حضرت سے تبرا اور بیزاری چاہتا۔اہلِ کوفہ پر باقی شہروں کی نسبت مصیبت زیادہ تھی کیونکہ باقی جگہوں کی نسبت یہاں شیعہ زیادہ تھے اور زیاد بن ابیہ ملعون جو اس وقت کوفہ اور بصرہ کا گورنر تھا شیعان علیؑ کو خواہ وہ مرد ہو کہ عورت۔بڑا ہو کہ بچہ سب کو اچھی طرح پہچانتا تھا کیونکہ کئی سال تک اس کا شمار عمال امیر المومنینؑ میں رہا اور وہ آپ کے شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا اور ان کی منزل و ماوی چاہے کسی گوشہ و کنار ہی میں کیوں نہ تھی پورے طور پر جانتا تھا۔پس اس منافق ظالم نے ظلم و ستم کا جھنڈا بلند کیا اور سب کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا اور ایک گروہ کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں کھجوروں کے تنوں کے ساتھ لٹکا دیا اور مسلسل شیعوں کی تلاش میں رہا اور انہیں قتل کرتا رہا۔یہاں تک کہ مشہور و معروف شیعہ علی عراق میں ایسا کوئی نہ تھا جو قتل نہ ہوا ہو یا سولی پر نہ لٹکایا گیا ہو یا اسے قید نہ کر دیا گیا ہو۔یا وہ پراگندہ اور آوارہ وطن نہ ہوا ہو۔اسی طرح جو معاویہ نے اپنے دیگر امراء و عمال کو تمام شہروں میں لکھا کہ علیؑ اور اہل بیت علیؑ کے کسی شیعہ کی گواہی

قبول نہ کی جائے اور جو عثمان کا شیعہ اس کا محب اور اس کے خاندان کا دوست ہو اور سی طرح وہ اشخاص جو مناقب وفضائل عثمان کو روایت کریں۔ پس انہیں اپنا مقرب بناؤ، انہیں اپنے نزدیک بٹھاؤ اور ان کی عزت وتکریم کرو اور جو شخص اس کے مناقب میں کوئی حدیث بنائے یا روایت کرے اس کا اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ کا نام مجھے لکھ کر بھیجو تا کہ میں اسے خلعت دوں اور انعام واکرام سے نوازوں۔ پس منافقین اور دنیا پرست لوگوں نے بہت سی احادیث عثمان کی فضیلت میں وضع کیں اور عظیم خلعتیں جائزے اور انعام معاویہ نے ان کے لیے بھیجے۔ پس اس قسم کی روایات کی ہر شہر میں بھرمار ہوگئی۔ لوگ مال ودولت کے لیے احادیث بناتے جو شخص کسی شہر سے آتا اور عثمان کے حق میں کوئی منقبت یا فضیلت کی روایت کرتا اس کا نام لکھ لیتے اور اسے مقرب بارگاہ قرار دیتے۔ جائزے وانعام بخشتے اور جاگیریں اور املاک اسے عطا کرتے۔ ایک مدت تک یہ کیفیت رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اپنے عمال کو لکھا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں بہت ہوگئی ہیں اور تمام شہروں میں پھیل چکی ہیں۔ اب لوگوں کو ترغیب دلاؤ کہ وہ میری شان میں حدیثیں گھڑیں کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند ہے۔ اور مجھے خوش کرنے والی ہے اور اہلِ بیت محمدؐ کے لیے بہت تکلیف دہ ہے اور ان کی حجت کو زیادہ توڑنے والی ہے۔ پس معاویہ کے فضائل میں احادیث گھڑنے لگے۔ ہر دیہات اور شہر میں یہ حدیثیں لکھ کر مکتب میں پڑھانے والوں کو دی جاتیں تا کہ وہ بچوں کو اس طرح تعلیم دیں جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے اور اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو بھی تعلیم دیں تا کہ معاویہ اور اس کے خاندان کی محبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا یہاں تک کہ معاویہ کی موت سے ایک سال پہلے امام حسینؑ نے حج کا ارادہ کیا اور مکہ کی طرف تشریف لے گئے۔ عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عباس اور بنی ہاشم کے مرد اور عورتیں نیز آپ کے شیعوں اور موالیوں کا ایک گروہ بھی آپ کے ہمرکاب تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک دن مقام منیٰ میں ایک گروہ کو کہ جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی۔ بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں میں سے جمع کیا اور ایک خیمہ نصب کیا۔ پھر آپ نے عام لوگوں صحابہ تابعین اور انصار میں سے جو لوگ صلاح وسداد اور نیکی میں مشہور تھے اور ان کی اولاد میں سے جن تک دسترس ہوسکی سب کو بلایا۔ جب یہ لوگ جمع ہوگئے تو حضرت کھڑے ہوگئے اور خطبہ شروع کیا۔ حمد وثنائے الٰہی اور درود بر رسالت پناہؐ کے بعد فرمایا، معاویہ نے سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر ہمارے ساتھ اور ہمارے شیعوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تمہیں معلوم ہے۔ تم لوگ موجود تھے اور اسے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تمہیں خبر ملی ہے اور تم نے سنا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کروں۔ اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا ورنہ میری تکذیب کرنا۔ سنو میں کیا کہتا ہوں اور میری باتوں کو یاد رکھو اور جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جن لوگوں پر تمہیں وثوق واعتماد ہو ان سے یہ باتیں بیان کرو اور جو کچھ مجھ سے سنو ان کے سامنے نقل کرو کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں دین خدا مٹ نہ جائے اور حکم حق مجہول نہ ہو جائے حالانکہ خدا اپنے نور کے شعلہ کو روشن رکھے گا اور کافروں کے جگر بند کو آگ میں ڈالے گا۔ جب یہ وصیت کر چکے تو گفتگو شروع کی اور امیر المومنینؑ کی ایک ایک فضیلت کو بیان کیا اور ہر ایک کی طرف اشارہ کیا اور جو آیت امیر المومنینؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی تھی اس کو

قرأت کیے بغیر نہ چھوڑا اور سب نے تصدیق کی پھر فرمایا یہ بات یاد رکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے جبکہ وہ علیؑ کو دشمن رکھتا ہو وہ جھوٹا ہے۔ علیؑ کا دشمن میرا دوست نہیں ہوسکتا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے کہ ایک شخص آپ سے محبت رکھتا ہو اور وہ علیؑ کا دشمن ہو۔ آپ نے فرمایا، یہ اس لیے کہ میں اور علیؑ ایک جسم و جاں ہیں۔ علیؑ میں ہوں اور میں علیؑ ہوں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی تن و بدن کو انسان دوست رکھتا ہو اور دشمن بھی لہٰذا جو شخص علیؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے بھی دوست رکھتا ہے اور جو علیؑ سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی دشمنی رکھتا ہے اور جو مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ وہ خدا کا دشمن ہے پس سب حاضرین نے حضرتؑ کی تصدیق کی جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ صحابہ نے کہا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے اور ہم موجود تھے اور تابعین نے کہا، ہم نے بھی ان سے سنا ہے جنہوں نے ہم سے روایت کی ہے اور جن کے قول پر ہمیں اعتماد تھا۔ پھر حضرت نے آخر میں فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جب اپنے شہروں میں واپس جاؤ تو جو کچھ میں نے کہا ہے وہ ان اشخاص کے سامنے نقل کرو کہ جن پر تمہیں اعتماد ہو۔ پس حضرتؑ نے خطبہ ختم کیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

چھٹی فصل

امام حسنؑ کی اولاد کے تذکرے اور ان میں سے بعض کے حالات کی تفصیل

معلوم ہونا چاہیے کہ علماءِ فن خبر اور ارباب تاریخ و سیر نے امام حسنؑ سبط اکبر حضرت سید البشر کی اولاد کی تعداد میں بہت سی باتیں کہی ہیں اور بے حد اختلاف کیا ہے۔ واقدی اور قلبی نے پندرہ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں شمار کی ہیں۔ ابنِ جوزی نے سولہ بیٹے اور چار بیٹیاں بیان کی ہیں۔ ابن شہر آشوب نے پندرہ بیٹے اور چھ بیٹیاں کہی ہیں۔ اور شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں تحریر کی ہیں۔ ہم نے ان کے قول کو مقدم قرار دیا ہے اور بقیہ کو دوسری کتب سے شمار کریں گے۔ شیخ اجل ارشاد میں فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ ہے۔ ۱، ۲، ۳ زید بن حسنؑ اور اس کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین ان تینوں کی ماں ام بشیر بنت ابو مسعود عقبہ خزرجی ہے۔ (۴) حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ ان کی والدہ خولہ بنت منظور فزاریہ ہے۔ ۵، ۶، ۷ عمر بن حسنؑ اور ان کے دو سگے بھائی قاسم اور عبداللہ۔ ان کی ماں ام ولد (کنیز) ہے۔ (۸) عبد الرحمن اس کی ماں بھی ام ولد ہے۔ ۹، ۱۰، ۱۱ حسین اثرم طلحہ و فاطمہ اور ان تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تمیمی ہے اور بقیہ چار بیٹیوں کے نام یہ ہیں ام عبداللہ فاطمہ ام سلمہ اور رقیہ ہر ایک کی الگ الگ ماں ہے۔ اور جو باقی کتب سے جمع کیے ہیں۔ وہ بیس بیٹے اور گیارہ بیٹیاں ہیں۔ (گزشتہ کے علاوہ) مزید علی اکبر، علی اصغر، عبداللہ اکبر، جعفر، احمد اسماعیل، یعقوب، محمد اکبر، محمد اصغر، حمزہ، ابوبکر، سکینہ، ام الخیر۔ ام عبد الرحمن اور رملہ ہیں۔ ان میں سے اکثر کے حالات معلوم نہیں ہوئے اور نہ کسی نے لکھے ہیں۔ البتہ جن کے حالات مل سکے ہیں یہ احقر اختصار کے ساتھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرے گا۔ ان میں سے ایک زید بن الحسنؑ ہیں جو کہ امام حسنؑ کے سب سے پہلے بیٹے ہیں۔ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ رسول خداؐ کے صدقات کے متولی اور اولاد حسنؑ میں سب سے بڑے تھے جلیل القدر شریف الطبع پاکیزہ نفس اور زیادہ احسان کرنے والے تھے۔ شعراء نے ان کی مدح کی ہے اور ان کے فضائل میں بہت گفتگو کی ہے۔ لوگ احسان مند ہونے کے لیے اطراف دنیا سے ان کا قصد کرتے تھے اور صاحبان تاریخ و سیر نے بیان کیا ہے کہ جب سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر بیٹھا تو اس نے حاکم مدینہ کو خط لکھا، امابعد جب میرا یہ خط تجھے ملے تو زید کو صدقات رسولِ خداؐ سے معزول کر دے اور وہ صدقات فلاں بن فلاں اپنی قوم کے مرد کو دیدے اور جس چیز وہ تیری مدد طلب کرے اس کی اعانت کرے...... والسلام

حاکم مدینہ نے سلیمان کے حسب الامر زید کو تولیتِ صدقات سے معزول کر دیا اور دوسرے شخص کو متولی بنایا اور جب خلافت عمر بن عبدالعزیز تک پہنچی تو اس نے حاکم مدینہ کو تحریر کیا۔ امابعد زید بن حسنؑ بنی ہاشم کے سن رسیدہ اور شریف

بزرگ ہیں۔جب میرا یہ خط تمہیں ملے تو رسول اللہؐ کے صدقات انہیں واپس کردو۔اور جن امور میں وہ تمہاری مدد چاہیں ان کی اعانت کرو۔پس تولیت صدقات زید کے سپرد ہوئی اور زید بن حسن نوے سال زندہ رہے اور جب دنیا سے گئے تو شعراء کے ایک گروہ نے ان کا مرثیہ کہا اور ان کے آثارِ خیر کا مرثیہ میں ذکر کیا اور قدامہ بن موسیٰ نے آپ کے مرثیہ میں قصیدہ کہا کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے

فان يك زيد غالت الارض شخصه

فقد بان معروف هناك وجود

اگر زمین نے زید کے بدن کو چھپا دیا ہے تو یہاں ان کی نیکی اور سخاوت واضح ہے یہ واضح ہو کہ زید بن حسنؑ کبھی امامت کے دعویدار نہیں شیعہ اور غیر شیعہ میں سے کسی نے یہ نسبت ان کی طرف نہیں دی کیونکہ شیعہ کے دو گروہ ہیں۔ایک امامیہ اور دوسرے زیدی امامیہ تو بغیر منصوصہ کے کسی کی امامت کو درست نہیں سمجھتے اور باتفاق علماء اولاد امام حسنؑ میں نص نہیں ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس چیز کا دعویدار ہے۔باقی رہے زیدی تو وہ حضرت علی وحسن وحسین علیہم السلام کے بعد اس شخص کو امام کہتے ہیں۔جو امر امامت وخلافت میں جہاد کرے اور زید بن حسنؑ نے بنی امیہ سے کبھی بھی تقیہ کی جانب کو نہیں ترک کیا اور وہ بنی امیہ کے ساتھ رفق ومدارات سے رہے اور ان کے اعمال کے متقلد رہے اور یہ چیز زیدی امامت کے ساتھ منافات اور تضاد رکھتی ہے اور ایک جماعت حشویہ کی ہے۔وہ بنی امیہ کے علاوہ کسی کو امام نہیں کہتے اور اولاد رسولؐ میں سے کسی کو امام نہیں سمجھتے۔معتزلہ امامت کو جماعت کے انتخاب اور حکم شوریٰ سے قائم کرتے ہیں اور خوارج اس شخص کو امام نہیں سمجھتے جو امیر المومنینؑ کا موالی ہو۔لہٰذا ان گروہوں کا اتفاق ہے کہ زید امام نہیں تھے اور یہ بھی معلوم رہے کہ مشہور یہ ہے کہ زید سفر عراق میں اپنے چچا کے ہمرکاب نہیں تھے۔الخ ابوالفرج اصفہانی کہتا ہے کہ زید کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ گئے تھے اور باقی اہلِ بیتؑ کے ساتھ قید ہو کر یزید کے پاس گئے اور اس کے بعد اہلِ بیتؑ کے ساتھ مدینہ واپس آئے اور زید کی اولاد کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے اور صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ زید سو سال ایک قول کے مطابق پچانوے سال اور ایک قول کے مطابق نوے سال زندہ رہے اور مکہ و مدینہ کے درمیان حاجز نامی مقام پر وفات پائی اور حسن بن حسنؑ کہ جنہیں حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔وہ شخص جلیل ورئیس صاحب فضل و ورع تھے۔اور اپنے زمانہ میں اپنے جد بزرگوار امیر المومنینؑ کے صدقات کے متولی تھے۔جب حجاج عبدالملک کی طرف سے امیر مدینہ ہوا تو اس نے چاہا کہ عمر بن علی کو ان کے باپ کے صدقات میں حسن کے ساتھ شریک کرے۔حسن نے قبول نہ کیا اور کہنے لگے یہ خلاف شرط وقف ہے۔حجاج کہنے لگا چاہے قبول کرو یا نہ کرو۔میں تولیت صدقات میں اسے تمہارا شریک قرار دوں گا۔حسن خاموش ہو گئے۔جب حجاج ان سے بے خبر تھا تو اس کو اطلاع کیے بغیر حسن نے مدینہ سے شام کا سفر کیا اور عبدالملک کے پاس گئے۔عبدالملک نے ان کے آنے کو مبارک جانا اور انہیں مرحبا کہا اور مجلسی سوالات کے بعد ان سے آنے کا سبب پوچھا۔حسن نے حجاج کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا۔عبدالملک نے کہا کہ حجاج کو فیصلہ کا حق نہیں اور وہ اس معاملہ میں تصرف نہیں کرسکتا

ہیں اسے خط لکھوں گا کہ وہ شرط وقف سے تجاوز نہ کرے۔ پھر اس نے حجاج کو خط لکھا اور حسن کو اچھا صلہ دیا اور مراجعت کی اجازت دی۔حسن بہت سے عطیات لے کر عزت وآبرو کے ساتھ اس کے دربار سے نکلے۔واضح ہو کہ حسن کربلا میں اپنے چچا امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے اور جب حضرت شہید ہو گئے اور اپ کے اہلِ بیتؑ کو قید کیا گیا۔حسن بھی گرفتار ہو گئے۔اسماء بن خارجہ فزاری جو حسن کی والدہ کی طرف سے ان کا رشتہ دار تھا۔وہ انہیں اہلِ بیتؑ کے قیدیوں میں سے نکال لے گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں خولہ کے بیٹے سے بدی اور سختی نہیں ہونے دوں گا۔عمر سعد نے حکم دیا کہ ابواحسان کی بہن کے بیٹے حسن کو اس کے سپرد کر دیا جائے اور یہ بات اس لیے کہی۔چونکہ حسن مثنٰی کی والدہ خولہ قبیلہ فزار سے تھیں جیسا کہ ابوحسان کہ جس کا نام اسماء بن خارجہ تھا وہ بھی فزاری اور خولہ کے قبیلہ سے تھا۔اور بعض اقوال کے مطابق حسن کے بدن پر بہت سے زخم تھے۔اسماء انہیں اپنے ساتھ کوفہ لے گیا اور ان کے زخموں کا علاج کرایا۔یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو گئے اور وہاں سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور حسن مثنٰی سید الشہداء کے داماد تھے۔جناب فاطمہ ان کے چچا کی بیٹی ان کی بیوی تھی۔روایت ہے کہ جب حسن نے چاہا کہ امام حسینؑ کی دو بیٹیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ شادی کرے تو سیدالشہداء نے فرمایا میری دو بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ ہیں جس کو چاہو منتخب کرلو۔حسن کو حیا دامن گیر ہوئی اور کوئی جواب نہ دیا۔امام حسینؑ نے فرمایا،میں تیرے لیے فاطمہ کو پسند کرتا ہوں۔جو کہ میری ماں دختر پیغمبرؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے پس حسن نے فاطمہ سے نکاح کیا اور ان سے چندلڑکے پیدا ہوئے کہ جن کے حالات بعد میں ذکر ہوں گے۔حسن کو فاطمہ سے بڑی محبت تھی اور فاطمہ بھی ان پر بہت مہربان تھیں۔حسن کو عمر پینتیس برس تھی جب مدینہ میں وفات پائی اور اپنے مادری بھائی ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو اپنا وصی قرار دیا۔انہیں بقیع میں دفن کیا گیا۔فاطمہ نے ان کی قبر پر خیمہ نصب کرایا اور ایک سال تک اپنے شوہر کی سوگوار رہیں۔دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو عبادت کرتیں۔جب ایک سال کی مدت ختم ہوئی۔تو اپنے غلاموں سے کہا کہ جب رات تاریک ہو جائے تو خیمہ حسن کی قبر سے اکھاڑ لینا۔جب رات تاریک ہوئی۔تو کسی کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا هل وجدوا ما فقدوا کیا پالیا انہوں نے جو مفقود ہوا تھا۔دوسرے نے اسے جواب دیا۔بل یئسوا فانقلبوا بلکہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ لبید کا یہ شعر پڑھا:

الی الحول ثم اسم السلام علیکما
ومن یبك حولاً کاملاً فقد اعتذر

ایک سال تک پھر تم پر سلام ہو اور جو ایک سال مکمل رو لے اس نے اپنا عذر پورا کیا۔

اور فاطمہ کے حالات کی تفصیل انشاءاللہ امام حسینؑ کی اولاد کے تذکرہ میں آئے گی۔خلاصہ یہ کہ اپنی زندگی میں حسن نے کبھی امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی نے یہ نسبت ان کی طرف دی ہے۔جس طرح کہ ان کے بھائی زید کے حالات میں تفصیل آ چکی ہے اور عمر قاسم اور عبداللہ یہ تینوں میدان کربلا میں اپنے چچا کے ہمرکاب تھے۔شیخ مفید فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اپنے چچا کی خدمت میں شہید ہوئے۔لیکن جو کتبِ مقاتل وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے وہ قاسم اور عبداللہ کی شہادت ہے اور عمر بن

حسن شہید نہیں ہوئے بلکہ انہیں اہل بیتؑ کے ساتھ قید کیا گیا۔اور مجلس یزید میں ان کا ایک واقعہ ہے جو ان شاء اللہ اپنے مقام پر ذکر ہوگا۔واضح ہو کہ ان تین حضرات اور حسن مثنٰی کے علاوہ جو امام حسنؑ کے فرزند کربلا میں حاضر تھے اور شہید ہوئے ان کی تعداد تین ہے۔ایک ابوبکر بن حسن۔ان کی شہادت بیان ہوگی۔دوسرے ہیں عبداللہ اصغر۔ان کی شہادت بھی بیان ہوگی۔تیسرے ہیں احمد بن حسن۔چنانچہ بعض مقاتل میں ان کی شہادت کا روز عاشورہ بڑی تفصیل سے ذکر ہے اور زید بن حسن کے حالات میں مذکور ہے کہ ابوالفرج کہتا ہے کہ زید بھی کربلا میں موجود تھے۔پس امام حسنؑ کی اولاد کی مجموعی تعداد جو کربلا کے سفر میں امام حسینؑ کے ہمرکاب تھے۔آٹھ ہے اور عبدالرحمن بن حسن نے اپنے چچا کے ساتھ سفر حج کے لیے کوچ کیا اور منزل ابواء میں حالتِ احرام میں دنیا کو الوداع کہا اور حسین بن حسنؑ اگرچہ وہ صاحب شرف وفضل ہیں۔لیکن ان کا تذکرہ اور واقعات مذکور نہیں۔اس حسین کا لقب اثرم تھا۔اثرم اسے کہتے ہیں جس کے اگلے دو دانت گر گئے ہوں یا جس کے اگلے چار دانتوں میں سے کوئی ایک گر جائے اور طلحہ بن حسنؑ بزرگ آدمی تھے اور سخاوت وبخشش میں مشہور ومعروف تھے اور انہیں طلحۃ الجود کہتے تھے اور وہ ان چھ طلحہ نامی اشخاص میں سے ایک تھے جو جود وسخا اور بخشش میں مشہور تھے۔اور ہر ایک کا مخصوص لقب تھا۔امام حسنؑ کی بیٹیوں میں ان چند خواتین کا نام لیتے ہیں کہ جن کی شادی ہوئی ہے۔پہلی فاطمہ ہیں جو زید کی سگی بہن ہیں اور وہ عبداللہ بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور عبداللہ کے قتل کے بعد زید نہیں مدینہ لے آیا اور دوسری ام عبداللہ ہیں جو امام حسنؑ کی شہزادیوں میں سے جلالت وعظمت شان اور بزرگی میں ممتاز ہیں۔یہ امام زین العابدینؑ کی زوجہ ہیں اور ان سے چار شہزادے پیدا ہوئے۔امام محمد باقرؑ حسن۔حسین وعبد اللہ باہر اور ہم امام باقرؑ کے حالات میں ام عبداللہ کی جلالت مرتبہ کی طرف اشارہ کریں گے۔تیسری بیٹی ام سلمہ ہے جو بعض علماء نساب کے قول کے مطابق عمر بن زین العابدینؑ کے نکاح میں تھیں۔چوتھی بیٹی رقیہ ہیں۔وہ عمرو بن زبیر کے نکاح میں تھیں اور امام حسنؑ کی بیٹیوں میں سے ان چار کے علاوہ کسی کی شادی نہیں ہوئی اگر ہوئی ہے تو اس کی اطلاع نہیں ہو سکی۔واللہ العالم۔

امام حسن علیہ السلام کے پوتوں کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ امام حسنؑ کے بیٹوں میں سے حسین اثرم۔عمر۔زید اور حسن مثنٰی کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اور حسین وعمر کی اولاد مذکور نہیں ہوئی۔اور ان کی نسل منقطع ہوگئی اور امام حسنؑ کے پوتے پڑپوتے صرف زید اور حسن مثنی سے ہوئے ہیں لہٰذا سادات حسنی سب کے سب زید وحسن کے توسط سے امام حسنؑ سے جا ملتے ہیں اور اب میں زید بن حسن کے لڑکوں اور کچھ ان کی سیرت کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور جب زید کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے تو ان شاء اللہ حسن مثنی کی اولاد کا ذکر کریں گے۔

ابوالحسن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی اولاد کا تذکرہ

معلوم رہے کہ زید کی بیوی لبابہ بنت عبداللہ بن عباس ہیں۔ لبابہ پہلے ابوالفضل عباس بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں۔ جب حضرت میدانِ کربلا میں شہید ہو گئے تو زید نے لبابہ سے شادی کر لی اور زید سے ان کے دو بچے ہوئے پہلے حسن اور دوسری نفیسہ، جس کی شادی ولید بن عبدالملک سے ہوئی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب زید ولید کے پاس گئے تو اس نے انہیں اپنے تخت پر بٹھایا اور فوراً انہیں تیس ہزار دینار دیئے۔

حسن بن زید اور ان کی اولاد کا ذکر

حسن بن زید کی کنیت ابومحمد ہے اور منصور دوانقی نے انہیں مدینہ اور رساتیق کی حکومت دی تھی اور علویوں میں سے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے بنی عباس کے طریقہ پر سیاہ لباس پہنا۔ یہ اسی سال زندہ رہے اور منصور، مہدی، ہادی اور ہارون، رشید کا زمانہ دیکھا۔ یہ حسن اپنے چچازاد بھائیوں عبداللہ محض اور اس کے بیٹوں سے الگ تھلگ تھے اور جس وقت ابراہیم کو شہید کیا گیا اور ان کا سر منصور کے سامنے آیا تو حسن بن زید وہاں موجود تھے۔ منصور نے کہا اس سر والے شخص کو پہچانتے ہو حسن نے کہا ہاں پہچانتا ہوں۔

فتی کان یحمیه من الضیم سیفه
وینجیه من دار الهوان اجتنابها

یہ ایسا شخص تھا کہ جس کی تلوار اسے لوگوں کے ظلم سے بچاتی تھی اور ذلت کی جگہ سے اسے ذلت سے اجتناب کرنا نجات دیتا تھا۔

یہ کہہ کر رونے لگے۔ منصور کہنے لگا، میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مارا جائے لیکن اس نے چاہا کہ وہ میرا سر بدن سے جدا کرے، میں نے اس کا سر جدا کر دیا ہے۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں کہا ہے کہ حسن بن زید اسخیا میں سے ایک ہے۔ یہ منصور کی طرف سے پانچ سال مدینہ کا حاکم رہا۔ اس کے بعد منصور اس پر ناراض ہو گیا۔ اور اسے معزول کر دیا اور اس کا مال چھین لیا اور اسے بغداد میں قید کر دیا۔ اور وہ مسلسل منصور کی قید میں رہا۔ جب منصور مرا اور مہدی خلیفہ ہوا تو مہدی نے اسے نکالا اور جو مال اس سے لیا گیا وہ واپس کیا اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ مقام حاجز میں جو حج کے راستہ میں ایک جگہ ہے اس وقت وفات پائی۔ جبکہ حج کے ارادہ سے جا رہا تھا۔ خطیب نے اسماعیل بن زید کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ میرا باپ صبح کی نماز اول وقت میں جبکہ فضا

تاریک ہوتی ہے۔ پڑھا کرتا تھا۔ایک دن نماز صبح ادا کی اور سوار ہوا کہ اپنی زمین کی طرف جائے جو غابہ میں تھی۔ اچانک اس کے پاس مصب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر اور اس کا بیٹا عبداللہ بن مصعب آیا اور میرے باپ سے کہا میں نے شعر پڑھا ہے آپ سنیئے۔ میرے باپ نے کہا یہ شعر پڑھنے کا وقت نہیں۔ مصعب نے کہا آپ کو اس قرب اور رشتہ داری کا واسطہ دیتا ہوں جو آپ کو رسول اللہؐ سے ہے کہ میرا شعر سنیں۔ پس اس نے یہ شعر پڑھا:

یاابن بنت النبی وابن علی
انت انت المجیر من ذی الزمان

اے نبیؐ کی بیٹی اور علیؑ کے بیٹے صرف تم ہی اس زمانہ سے پناہ دے سکتے ہو۔ اس کا مقصد اس شعر سے یہ تھا کہ حسن اس کا قرض ادا کر دے تو حسن نے اس کا قرض ادا کر دیا۔ حسن بن زید کے آٹھ بیٹے تھے۔ پہلا ابومحمد قاسم اور وہ اولاد حسن میں سب سے بڑا تھا اور اس کی ماں ام سلمہ حسین اثرم کی بیٹی تھی اور وہ شخص پارسا اور پرہیز گار تھا اور بنی عباس کی موافقت میں محمد بن عبداللہ نفس زکیہ سے خصومت ونزاع رکھتا تھا۔ اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح تھے۔

عبدالرحمن بن شجری

عبدالرحمن بن شجری وہ منسوب ہے شجرہ کی طرف جو مدینہ کی بستیوں میں سے ایک ہے۔ وہ کئی قبائل کا باپ تھا اور صاحب اولاد وعشیرہ تھا اور اس کی اولاد میں سے داعی صغیر ہے۔ وہ قاسم بن حسن بن علی بن عبدالرحمان شجری ہے۔ اس کا بیٹا محمد ہے جو معزل الدولہ ویلمی کے زمانہ میں نقیب تھا اور اس سے کئی ایک واقعات متعلق ہیں۔ جو عمدۃ المطالب میں مذکور ہیں۔ اور داعی کبیر اس کے چچازاد بھائیوں میں سے تھا۔ جس کا نسب اسماعیل بن حسن بن زید تک جا پہنچتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے حالات بیان ہوں گے۔

محمد بطحانی

محمد بطحانی۔ اور ایک روایت کے مطابق بطحانی (نون کے ساتھ بروزن سبحانی)۔ یہ مدینہ کے ایک محلہ کا نام ہے اور بعض نے اس کو بطحاء کی طرف منسوب کیا ہے اور نون کے متعلق کہا ہے کہ یہ یونہی ہے جس طرح اہلِ صنعاء کو صنعانی کہتے ہیں۔ بہرحال محمد بن قاسم کو بطحاء و یا بطحان میں زیادہ قیام کی وجہ سے بطحانی کہتے تھے اور وہ فقیہ اور کئی قبائل کا باپ اور صاحب اولاد و عشیرہ تھا اور اس کی نسل میں سے ابوالحسن علی بن حسین اخی مسمعی داماد صاحب بن عباد ہے اور وہ اہل علم وفضل وصاحب ادب اور ہمدان میں رئیس تھا اور جب صاحب بن عباد کی بیٹی سے اس کا لڑکا پیدا ہوا تو صاحب بن عباد خوش ہوا۔ اور کچھ اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ ہے:

الحمد للہ حمداً دائما ابدا

قد صار سبط رسول اللہ لی ولدا

اللہ کے لیے دائمی اور ابدی حمد وثناء ہے کہ رسول خداؐ کا نواسہ میرا بیٹا ہوگیا ہے...... نیز اصفہانی سادات جو سادات گلستانہ کے نام سے مشہور ہیں ان کا نسب محمد بطحانی سے جا ملتا ہے۔ کیونکہ سادات گلستانہ کا جد ۳ جو کہ صاحب بن عباد کی بیٹی کی اولاد میں سے ایک ہے اس کا نسب اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہ ہے شرفشاہ بن عباد بن ابوالفتوح محمد بن ابوالفضل حسین بن علی بن حسین بن حسن بن قاسم بطحانی اور اس کی اولاد میں سے ہے۔ سید عالم فاضل مصنف جلیل محمد الدین عباد بن احمد بن اسماعیل بن علی بن حسن بن شرفشاہ مذکور جو کہ سلطان اولجایتو محمد بن ارغون کے زمانہ میں اصفہان کا قاضی تھا اور صاحب عمدۃ المطالب کہتے ہیں ان لوگوں میں سے جو میں نے بطحانی کی طرف منسوب پائے ہیں۔ ناصر الدین علی بن مہدی بن محمد بن حسین بن زید بن محمد بن احمد بن جعفر بن عبدالرحمان بن محمد بطحانی ہے جو قم کے بازار میں مدرسہ میں دفن ہے جو مدرسہ محلہ سوارانیک میں واقع ہے اور بطحانی کی اولاد میں سے ہے۔ ابوالحسن ناصر بن مہدی بن حمزہ رازی المنشا کا وزیر جو مازندران میں پیدا ہوا اور سید نقیب عزیز الدین یحییٰ بن محمد نقیب ری قم اور آمل کے قتل ہونے کے بعد بغداد گیا اور اس کے ساتھ نقیب مذکور کا بیٹا محمد بن یحییٰ تھا۔ پس نقابت اس کے سپرد ہوئی اور اس کے بعد نیابت و وزارت بھی اس کے سپرد ہوئی پھر اس نے نقابت محمد بن یحییٰ کو دے دی اور امیر وزارت اس کے اپنے لیے کامل وتمام ہوا اور وہ ان چار وزراء میں سے ایک ہے کہ جن کی وزارت خلیفہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ میں کامل ہوئی اور وہ ہمیشہ جلالت تسلط اور نفاذ امر میں باقی رہا یہاں تک کہ معزول ہوا اور ۶۱۷ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ تیسرا حمزہ چوتھا حسن۔ اور بعض نے اولاد قاسم میں حسن نام کا کوئی شخص شمار نہیں کیا بلکہ قاسم کے تین بیٹوں کے قائل ہوئے ہیں اور اس کی دو بیٹیوں میں سے ایک تو خدیجہ ہے جو اپنے چچازاد جناب عبدالعظیم حسنی مدفون ری کی زوجہ ہے اور دوسری عبیدہ جو اپنے چچازاد طاہر بن زید بن حسن بن زید بن حسن کی زوجہ ہے۔

حسن بن زید بن حسن

حسن بن زید بن حسنؑ کے بیٹوں میں سے ابوالحسن علی شدید ہے۔ اس کی والدہ ام ولد (کنیز) اور اس کا لقب شدید ہے۔ اس نے منصور کی قید میں وفات پائی اور اس کی ایک بیٹی تھی۔ جس کا نام فاطمہ تھا اور اس کی ایک کنیز بھی تھی جس کا نام تھا ہیفاء اور وہ اس سے حاملہ تھی۔ اس کے وضع حمل سے پہلے علی شدید کی وفات ہوگئی۔ جب مدت حمل ختم ہوئی ہیفا سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ حسن نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس سے حسن کو بہت محبت تھی اور اسے اپنا جانشین کہتا تھا۔ اور جب عبداللہ حد رشد کو پہنچا اور اس نے شادی کی تو خداوند عالم نے اسے نو بیٹے عطا فرمائے۔ احمد، قاسم، حسن، عبدالعظیم، محمد، ابراہیم، علی اکبر، علی اصغر اور زید عبد العظیم کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی قبر ری میں مشہور ومعروف ہے اور وہ علو مقام اور جلالت شان میں معروف ہیں۔ وہ اکابر

محدثین اعاظم علماء وزہاد وعباد میں سے تھے اور حضرت تقی جوادؑ اور نقی ہادیؑ کے صحابہ میں سے تھے اور محقق داماد نے کتاب رواشح میں فرمایا ہے کہ بہت سی احادیث فضیلت اور زیارت حضرت عبدالعظیم میں روایت ہوئی ہے اور منقول ہے کہ جو اس کی زیارت کرے۔ بہشت اس پر واجب ہو جاتی ہے اور ابن بابویہ اور ابن قولیہ نے روایت کی ہے کہ اہل ری میں سے ایک شخص حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو کہاں تھا۔ اس نے عرض کیا۔ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے گیا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اگر عبدالعظیم کی قبر کی زیارت کرتا جو تیرے نزدیک ہے تو تو اس شخص کی طرح ہوتا جس نے امام حسینؑ کی زیارت کی ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں اور حقیر نے تحیۃ الزائر اور ہدیۃ الزائرین میں ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا ہے اور صاحب بن عباد نے ایک مختصر سا رسالہ ان کے حالات میں لکھا ہے۔ اور شیخ مرحوم محدث متجر نوری نور اللہ مرقدہٗ نے وہ رسالہ مستدرک کے خاتم میں نقل فرمایا ہے اور میں نے اس کا خلاصہ مفاتیح میں ذکر کیا ہے اور جناب عبدالعظیم کا ایک بیٹا تھا محمد نام وہ بھی مرد جلیل القدر زہد اور کثرت عبادت میں معروف تھا۔

واضح ہو کہ یہ احقر جس زمانہ میں ارض مقدس غری (نجف اشرف) میں مجاور تھا۔ اور شیخ جلیل علامۃ عصرہ فریدہ دہر جناب آقا میرزا فتح اللہ جو شریعت اصفہانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ وام ظلہ العالی سے جس وقت استفادہ کر رہا تھا تو میں نے آنجناب سے سنا انہوں نے فرمایا کہ علماء نسابہ میں سے ایک شخص نے ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام ہے منتقلہ۔ اس کتاب میں ان سادات کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے ہیں۔ منجملہ اس کے یہ لکھا ہے کہ محمد بن عبدالعظیم سامرہ کی طرف منتقل ہوئے ہیں اور بلد و دجیل کے علاقہ میں وفات پائی اور چونکہ پورے طور پر ان کے الفاظ مجھے یاد نہیں لہٰذا ان کا خلاصہ میں نے لکھ دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنجناب نے یہ واقعہ کتاب منتقلہ سے نقل کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ قبر جو امام زادہ سید محمد کے نام سے بلد کے قریب سامرہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے اور جلالت شان اور ظہور کرامات میں مشہور ہے۔ یہ انہیں محمد بن عبدالعظیم حسنی کی قبر ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ محمد بن علی ہادی علیہ السلام کی قبر ہے جو کہ جلالت شان میں ممتاز ہیں۔ اور یہی وہ بزرگوار ہیں کہ جن کی وفات پر امام عسکریؑ نے اپنا گریبان چاک کیا اور یہی اعتقاد تھا۔ شیخ مرحوم علامہ نوری طاب ثراہ اور باقی علماء کا بلکہ علماء عصر سابق کا جیسا کہ حموی نے معجم البلدان میں شہر بلد کے متعلق کہا وقال عبد الکریم بن طائوس بہا قبرا بی جعفر محمد بن علی الھادی علیہ السلام بالاتفاق۔ یعنی عبدالکریم ابن طاؤس نے فرمایا ہے کہ اس میں اتفاق ہے کہ شہر بلد میں جناب ابوجعفر محمد بن علی نقی ہادیؑ کی قبر ہے۔

بیٹا حسن بن زید بن حسن علیہ السلام

بیٹا حسن بن زید بن حسن علیہ السلام کا ابو طاہر زید ہے اور زید کے تین بچے ہیں۔ (۱) طاہر اس کی والدہ اسماء بنت ابراہیم مخزومیہ ہے اور اس کے دو بیٹے ہیں۔ محمد اور علی اور محمد کی تین بیٹیاں ہیں۔ خدیجہ، نفیسہ اور حسنا اور ان کے بیٹے نہیں ہوئے

اوران میں تین شہزادیوں کی ماں اہل صنعاء میں سے تھیں۔اورانہوں نے صنعاء میں سکونت اختیار کی۔(۲)علی بن زیداور(۳) ام عبداللہ۔

حسن بن زید بن حسن

اولاد حسن بن زید بن حسن میں اسحاق ہے اوراسحاق کوبکی کے لقب سے مشہور تھا۔اوراس کے تین بیٹے ہیں۔حسن حسین اور ہارون۔ہارون کا بیٹا تھا۔جعفراورجعفر کا بیٹا تھا۔محمد اوراسے مازندان کے شہر آمل میں رافع بن لیث نے شہید کیا اور کہتے ہیں کہ ان کی قبرزیارت گاہ ہے۔

حسن بن زید حسن علیہ السلام

حسن بن زید حسن علیہ السلام کی اولاد میں ابراہیم ہے۔ابراہیم نے سادات حسینی کی ایک خاتون سے شادی اور اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔جس کا نام اپنے نام پرابراہیم رکھا۔اوردوسرا بیٹا پیدا ہوا اس کا نام علی تھا اورامتہ الحمید سے جوکہ ام ولد(کنیز)تھی اوراس کا نسب عمرسے جاملتا تھا۔ایک بیٹا پیدا ہوا،جس کا نام زیدرکھا اورابراہیم کے دو بیٹے تھے محمد اور حسن اورمحمد کے سلمہ بنت عبدالعظیم مدفون رَیّ سے تین بیٹے تھے اوران کے نام حسن،عبداللہ اوراحمد ہیں۔

حسن بن زید بن حسین علیہ السلام

اولاد حسن بن زید بن حسین علیہ السلام سے عبداللہ ہے۔عبداللہ کے پانچ بیٹے تھے۔اس ترتیب سے علی،محمد،زیداور اسحاق۔ابونصر بخاری کہتا ہے کہ زید کے علاوہ کسی کی اولاد نہیں ہوئی اورزید کی ماں کنیز تھی اورزیداپنے زمانہ کا سب سے زیادہ بہادر تھا۔اوروہ کوفہ کے باہرابوسرایا کے ساتھ تھا۔جب معاملہ اس پرسخت ہوگیا تو اہواز کی طرف چلا گیا اوروہاں گرفتار ہوا اور اسے باندھ کرقتل کیا گیا۔اورزید کے چار بیٹے تھے۔محمد،علی،حسین اورعبداللہ۔ان کی والدہ سادات علویہ میں سے تھیں اورمحمد بن زید کے تین بیٹے تھے۔جن کے نام حسن،علی اورعبداللہ ہیں۔یہ حجاز میں ساکن رہے۔

حسن بن زید حسن علیہ السلام

حسن بن زید حسن علیہ السلام کے بیٹوں میں سے ابومحمد اسماعیل ہے۔اسماعیل حسن بن زید کا آخری بیٹا ہے اور اسے جالب الحجارہ کہتے تھے۔اس کے تین بیٹے ہیں (۱) حسن (۲) علی اسماعیل کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔علی کے چھ بیٹے تھے۔جن کے نام یہ ہیں۔حسین۔حسن۔اسماعیل۔محمد۔قاسم اوراحمد۔اسماعیل کا تیسرا بیٹا محمد ہے۔اس کی والدہ سادات حسینی میں سے ہے۔اس کے چار بیٹے ہیں۔(۱)احمد اس نے بخارا کا سفر کیا اوروہاں اس کا بیٹا ہوا اوروہیں قتل ہوا (۲)علی

اوراس کی نسل نہیں چلی ۔(۳) اسماعیل اس کی والدہ خدیجہ بنت عبداللہ بن اسحاق بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام تھی ۔ اس کا لقب ابیض البطن تھا۔ اور اس کی بھی کوئی اولاد نہ تھی ۔(۴) زید بن محمد۔ عمری کی روایت ہے کہ اس کی والدہ عبدالرحمن شجری کی اولاد سے تھی اور اس کے دو بیٹے تھے ۔ ایک امیر حسن جس کا لقب داعی کبیر تھا۔ اور دوسرا محمد اس کا بھی اپنے بھائی کے بعد داعی لقب ہوا۔

داعی کبیر امیر حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب کے حالات

حسن بن زید کو داعی کبیر اور داعی اول کہتے ہیں اس کی والدہ عبداللہ بن عبیداللہ عرج بن حسین اصغر بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی بیٹی ہے۔ ۲۵۰ ہجری میں طبرستان خروج کیا اور دوسوستر میں وفات پائی۔ اس کی سلطنت کی مدت بیس سال ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے لکھا ہے کہ داعی کبیر نے دوسو باون ۵۲ ہجری میں سلیمان بن طاہر پر حملہ کیا اور اسے طبرستان سے نکال دیا اور اس علاقہ پر پورا تسلط قائم کرلیا اور وہ لوگوں کے قتل کرنے اور شہروں کے برباد کرنے میں کوئی عیب و ملامت نہیں سمجھتا تھا اس کے ایام سلطنت میں بہت سے بڑے لوگ اور اشراف سادات قتل ہوئے۔ ان میں سے دو افراد سادات حسینی کو قتل کیا۔ ایک حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ الباہر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔ اور یہ دونوں داعی کی طرف سے قزوین وزنجان کے حاکم تھے۔ جس وقت موسیٰ بن بغا زنجان وقزوین کو ان سے چھڑوانے پر اور عمدہ لشکر کے ساتھ اس نے حملہ کیا تو ان میں اس کے مقابلہ میں ہمت نہ رہی۔ مجبوراً طبرستان کی طرف بھاگ گئے۔ داعی نے شکست کھانے اور بھاگ آنے کے جرم میں دونوں کو حاضر کیا اور گہرے پانی میں غرق کیا۔ یہاں تک کہ ان کی جان نکل گئی پھر ان کی لاشیں ایک سرداب میں ڈالدیں اور یہ واقعہ ۲۸۵ ہجری میں ہوا۔ خلاصہ یہ کہ جب یعقوب بن لیث، طبرستان میں آیا اور داعی ویلم کی طرف بھاگ نکلا تو یعقوب نے ان دونوں کی لاشیں سرداب سے نکال کر دفن کر دیں اور داعی کے مقتولیں میں ایک عقیقی ہے جو کہ داعی کی خالہ کا بیٹا تھا۔ جس کا نام حسن بن محمد بن جعفر بن عبیداللہ بن الحسین الاصغر بن علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہے۔ یہ داعی کی طرف سے شہرسازی کا حاکم تھا۔ داعی کی عدم موجودگی کے زمانہ میں اس

نے سیاہ لباس پہنا جو کہ عباسیوں کا شعار ہے اور سلاطین خراسان کے نام کا خطبہ پڑھا۔ جب داعی نے قوت پکڑی اور دوبارہ لوٹا تو سید عقیقی کے ہاتھ گردن سے باندھ کر ان کا سر قلم کر دیا۔ اور طبرستان کے کچھ لوگوں کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس سے کینہ ومکر و بغض رکھتے ہیں۔ اس نے چاہا کہ ان سب کو تہ تیغ کر دے۔ پس اپنے آپ کو مریض ظاہر کیا اور چند دن کے بعد اپنی موت مشہور کرا دی۔ پس اسے ایک تابوت میں ڈال کر مسجد میں لے آئے۔ تا کہ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ جب لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو اچانک وہ لوگ کہ جن سے اس نے ساز باز کر رکھی تھی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے مسجد کے دروازے بند کر دیئے اور داعی بھی ہتھیاروں سے لیس تابوت سے باہر کود پڑا۔ اور تلوار نکال لی اور بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ داعی اگر چہ خونریز اور جری تھا مراتبِ فضائل میں بلند مقام رکھتا تھا اور علماء وشعراء کے لیے اس کا دربار محبطِ رجال تھا۔ اور علماء نسابہ کا اتفاق ہے کہ اس کی اولاد نہیں تھی سوائے اس کے کہ ایک کنیز سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام کریم تھا اور وہ شادی ہونے سے پہلے وفات پا گئی۔

داعی کے بھائی محمد بن زید حسنی کے حالات

محمد بن زید اپنے بھائی حسن کے بعد داعی کے لقب س ملقب ہوا۔ داعی کبیر کے بہنوئی جو کہ ابوالحسین احمد بن ابراہیم بن علی بن عبدالرحمن شجری حسنی ہے نے سلطنت کا علم بلند کیا اور طبرستان کے ملک پر غالب آیا۔ محمد بن زید جرجان سے لشکر لے کر آیا اور ابوالحسن سے جنگ کی اور اسے قتل کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا اور دوسوا کہتر ۲۷۱ ہجری سے لے کر سترہ سال اور سات مہینہ تک طبرستان میں اس کی حکومت برقرار رہی اور اس کی سلطنت اتنی مضبوط ہوگئی کہ رافع بن ہرثم نیشاپور میں ایک مدت تک اس کے نام کا خطبہ پڑھتا رہا اور ابو مسلم محمد اصفہانی کاتب معتزلی اس کا وزیر و دبیر تھا۔ آخر کار محمد بن ہرون سرخسی صاحب اسماعیل بن احمد سامانی نے جرجان میں محمد کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سر لے کر اس کے بیٹے کے ساتھ جو کہ قید کر لیا تھا۔ مرو بھیجا اور وہاں سے بخارا منتقل کیا گیا اور اس کی لاش گرگان میں محمد بن امام جعفر صادقؑ کی قبر کے پاس جن کا لقب دیباج تھا۔ دفن کر دی اور محمد بن زید علم و فضل میں جوانمرد اور سخاوت وشجاعت میں شخص بزرگ تھا۔ علماء وشعراء اس کے دربار کو ملجا و ماویٰ سمجھتے تھے اور اس کا دستور تھا کہ وہ سال کے اختتام پر بیت المال کا حساب و کتاب دیکھتا۔ جو کچھ اخراجات سے زائد ہوتا وہ قریش انصار فقہاء فقراء اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیتا اور ایک دمڑی بھی باقی نہ رکھتا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک سال جب اس نے بنی عبد مناف کو عطا کرنے کی ابتداء کی اور بنی ہاشم کے عطیات سے فارغ ہوا تو اس نے عبد مناف کی اولاد کے دوسرے طبقہ کو بلایا۔ ایک شخص عطیہ لینے کی غرض سے کھڑا ہوا، محمد بن زید نے پوچھا تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا اولاد عبد مناف سے۔ فرمایا شاید اولاد معاویہ میں سے ہے۔ کہنے لگا۔ ایسا ہی ہے۔ فرمایا، معاویہ کے کس بیٹے سے تیرا نسب ملتا ہے۔ وہ پھر خاموش ہوا۔ فرمایا یزید کی اولاد میں سے ہے۔ اس نے کہا، جی ہاں۔ فرمایا کیا احمق و بیوقوف شخص ہے کہ تو طمع آ ز روئے بخشش وعطا اولاد ابوطالبؑ سے رکھتا ہے حالانکہ وہ

تجھ سے خون کا بدلہ چاہتا ہے۔اگر تجھے اپنے دادا کے کردار کا پتہ نہیں تو تو کتنا جاہل و غافل ہے اور اگر تو ان کے کردار سے واقف ہے تو جان بوجھ کر تو نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔سادات علوہ نے جب یہ سنا تو اسے گھور کر دیکھنے لگے اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔محمد بن زید نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اس کے حق میں برا ارادہ نہ کرنا کیونکہ جو اس کو آزار پہنچائے گا مجھ سے اپنا انجام دیکھے گا۔کیا تمہارا خیال ہے کہ امام حسن علیہ السلام کے خون کا بدلہ اس سے لیا جائے گا۔خداوند عالم کسی شخص کو دوسرے کے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہیں کرتا۔اب غور سے سنو میں تمہیں ایک بات سناتا ہوں جو تمہارے کام آئے گی مجھے میرے باپ زید نے بتایا ہے کہ منصور خلیفہ جن دنوں مکہ معظّمہ گیا ہوا تھا۔اس کے قیام کے دوران اس کے پاس ایک بہت قیمتی گوہر لایا گیا تاکہ وہ اسے خرید کرے۔منصور نے غور سے اسے دیکھا اور کہا کہ اس گوہر کا مالک ہشام بن عبدالملک تھا اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ اس کا بیٹا محمد نامی باقی ہے اور یہ گوہر اس نے بیچنے کے لیے پیش کیا ہے۔اس وقت منصور نے ربیع حاجب کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب کل صبح کی نماز لوگوں کو مسجد الحرام میں پڑھا لو تو فرمان جاری کرو کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں۔اس کے بعد ایک دروازہ کھلا رکھو اور لوگوں کو ایک ایک کر کے اچھی طرح پہچانو اور چھوڑتے جاؤ جب محمد کو پہچان لو تو اس کو گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔جب دوسرے دن ربیع نے یہ کام اس طرح کیا۔محمد سمجھ گیا کہ وہ مجھے تلاش کرنا چاہتے ہیں۔دہشت زدہ اور حیران ہو کر وہ ہر طرف دیکھنے لگا۔اس وقت محمد بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ کا اس سے آمنا سامنا ہوا اور اس کے دلی اضطراب کو وہ بھانپ گئے اور کہنے لگے اے شخص میں تجھے سخت حیرت میں دیکھ رہا ہوں تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے کہنے لگا میں ہوں محمد بن ہشام بن عبدالملک۔اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔فرمایا، میں ہوں محمد بن زید بن علی اور اے پسر عم تو خوف نہ کھا۔کیونکہ تو زید کا قاتل نہیں اور تیرے قتل ہونے سے زید کے خون کا تدارک نہیں ہو سکتا۔اور اب تیری خلاصی اور چھٹکارے کی میں ایک تدبیر کرتا ہوں اگرچہ وہ تجھے ناپسند ہے لیکن پروا نہ کرو۔یہ کہہ کر اپنی عبا محمد بن ہشام کے سر پر اور چہرہ پر ڈال دیا۔اسے کشاں کشاں لے چلے اور تھپڑ پر تھپڑ مارے جارہے تھے یہاں تک کہ ربیع کے پاس دروازے تک پہنچ گئے اور چیخ کر کہا: اے ابوالفضل یہ خبیث شتربان ہے، اہل کوفہ میں سے۔اس نے ایک اونٹ مجھے آنے جانے کے لیے کرایہ پر دیا اور پھر مجھ سے بھاگ گیا تھا اور وہ اونٹ کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا ہے اور میرے پاس اس سلسلہ میں دو عادل گواہ موجود ہیں۔وہ ملازم و خادم میرے ساتھ کر دو تاکہ میں اسے قاضی کے پاس لے جاؤں۔محمد نے دو پاسبان زید کے ساتھ کر دیئے۔اور یہ مسجد سے نکل گئے۔جب کچھ راستہ طے کیا تو محمد نے محمد بن ہشام کی طرف رخ کیا اور کہا اب اگر میرا حق دے دو تو حارس و قاضی کی زحمت تمہیں نہ دوں گا۔محمد بن ہشام نے کہا، فرزندِ رسول خدا میں اطاعت کروں گا۔محمد بن زید نے ربیع کے ملازمین سے فرمایا: اب اس نے ذمہ اٹھا لیا ہے۔اب تم زحمت نہ اٹھاؤ اور واپس چلے جاؤ۔جب وہ لوگ چلے گئے تو محمد بن ہشام نے محمد بن زید کے سر اور منہ کے بوسے لیے اور کہا خداوند عالم بہتر جانتا تھا کہ اس نے رسالت ایسے گھرانے میں قرار دی ہے اور ایک گوہر نکالا اور کہنے لگا اس گوہر کو قبول کر کے مجھے عزت بخشیں۔فرمایا: اے پسر عم! ہم ایسے خاندان کے

لوگ ہیں کہ ہم نیکی بدلے کچھ نہیں لیتے۔میں نے تیرے حق میں زید کے خون سے چشم پوشی کی ہے تو اس گو ہر کو میں کیا کروں گا۔ اب اپنے آپ کو چھپاؤ کیونکہ منصور تمہاری تلاش میں کوشش کر رہا ہے۔

جب داعی نے گفتگو یہاں تک پہنچائی تو حکم دیا کہ اس اموی شخص کو بھی عبدالمناف میں سے ایک شخص کے برابر عطیہ دیا جائے اور اپنے لوگوں میں سے چند افراد کو حکم دیا کہ وہ اسے رَیّ کے علاقہ تک سلامتی کے ساتھ پہنچائیں اور اس کی تحریر سلامتی لے کر واپس آئیں۔وہ اموی کھڑا ہوا اور اس نے داعی کے سر کا بوسہ لیا اور چلا گیا۔اور اس داعی کے کہ جس کا نام محمد بن زید ہے دو بیٹے ہیں۔ایک زید جس کا لقب رضی ہے اور اس کا بھی ایک بیٹا ہے جس کا نام محمد تھا اور دوسرا حسن اور جبکہ ہم زید بن حسن کی اولاد کے ذکر سے فارغ ہوئے ہیں اب حسن مثنیٰ کی اولاد کو شروع کرتے ہیں۔

حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد

ابو محمد حسن بن حسن کہ جسے حسن مثنی کہتے ہیں اس کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد دس شمار کی گئی ہے۔

(۱) عبداللہ (۲) ابراہیم (۳) حسن مثلث (۴) زینب (۵) ام کلثوم اور یہ پانچ افراد جناب فاطمہ بنت الحسین سے پیدا ہوئے۔(۶) داود (۷) جعفران دو کی والدہ اہل روم میں سے ایک کنیز تھی جس کا نام حبیبہ ہے۔(۸) محمد اس کی والدہ کا نام رملہ ہے (۹) رقیہ (۱۰) فاطمہ ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ حسن کی ایک اور بھی بیٹی تھی جس کا نام قسمیہ تھا۔حسن کی بیٹیوں میں سے ام کلثوم اور رقیہ کے حالات تو نہیں مل سکے۔زینب سے عبدالملک بن مروان نے شادی کی اور فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا اور اس سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی اور ان کے نام اس طرح ثبت ہیں۔یزید۔صالح۔حماد۔حسین اور زینب اور حسن مثنیٰ کے بیٹے سوائے محمد کے سب صاحب اولاد تھے۔اب ہم ان کی اولاد کا تذکرہ کرتے ہیں اور آخر میں ان سے جو معروف ہیں ان کے مقتل بیان کریں گے۔ان شاءاللہ تعالیٰ

عبداللہ بن حسن بن حسن مجتبیٰ کی اولاد کا تذکرہ

ابو محمد عبداللہ بن حسن کو عبداللہ محض اس لیے کہتے ہیں چونکہ اس کا باپ حسن بن حسنؑ ہے اور ماں فاطمہ بنت الحسین علیہ السلام ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتا تھا اور وہ بنی ہاشم کا بزرگ تھا اور زیادہ خوبصورت زیادہ کریم اور

سب لوگوں سے زیادہ سخی تھا اور قوی النفس وشجاع و بہادر تھا اسے منصور نے قتل کیا۔جیسا کہ اس باب کے آخر میں ان شاءاللہ العزیز ذکر ہوگا۔

محمد بن عبداللہ

محمد بن عبداللہ جس کا لقب نفس زکیہ تھا۔جو احجار زیت مدینہ میں ایک سو پینتالیس ۱۴۵ ھ میں شہید ہوا۔اور اس کی شہادت کی تفصیل آخر باب میں ان شاءاللہ بیان ہوگی اور ان کی گیارہ اولادیں ہیں۔چھ بیٹے اور پانچ بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔عبداللہ،علی،طاہر،ابراہیم،حسن،یحییٰ،فاطمہ،زینب،ام کلثوم،ام سلمہ۔نیز ام سلمہ اور عبداللہ کا لقب اشتر تھا۔اسے ہندوستان کے ملک میں شہید کر کے اسکا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔اور علی بن محمد بن عبداللہ محض نے منصور کی قید میں وفات پائی اور طاہر کے صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے۔اور ابراہیم کا ایک بیٹا محمد نامی تھا اور چند بیٹیاں تھیں کہ جن کی ماں امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک خاتون تھیں۔محمد کی چند اولادیں ہوئیں لیکن ختم ہوگئیں۔یہ حسن حسین بن علی علیہ السلام کی ہمرکابی میں واقعہ فخ میں موجود تھے۔ایک گہرا زخم انہیں لگا۔عباسیوں نے انہیں امان دی۔جب انہوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا تو ان کی گردن اڑا دی۔جیسا کہ بعد میں ان کے حالات تفصیل سے بیان ہوں گے اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی اور یحییٰ بھی لاولد تھے۔مدینہ میں رہے اور وہیں وفات پائی اور فاطمہ بلند مرتبہ خاتون ہیں۔یہ اپنے چچازاد حسن بن ابراہیم کے نکاح میں تھیں اور زینب سے محمد بن سفاح نے جس رات زینب کے والد محمد شہید ہوئے شادی کی اور اس کے بعد عیسیٰ بن علی عباسی نے اس سے شادی کی اور آخر میں ابراہیم بن حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ نے اس سے نکاح کیا جس طرح تذکرہ سبط میں تفصیل سے مذکور ہے۔خلاصہ یہ کہ نفس زکیہ کی اولاد اور نسل عبداللہ اشتر سے باقی رہی۔

بیٹا عبداللہ محض کا ابراہیم

بیٹا عبداللہ محض کا ابراہیم ہے اور اسے قتیل باخمری کہتے ہیں اور ان کی شہادت کی تفصیل آخرِ باب میں ان شاءاللہ بیان ہوگی اور ان کے دس بیٹے تھے اور ان کے نام اس طرح شمار ہوتے ہیں۔محمد اکبر،طاہر،علی،جعفر،محمد اصغر،احمد اکبر،احمد اصغر،عبداللہ،حسن اور ابوعبداللہ اور محمد اکبر جو قشاش کے لقب سے معروف ہے۔لاولد تھا۔اور اسی طرح طاہر،علی،ابوعبدالہ اور احمد اصغر بھی۔اور عبداللہ نے مصر میں وفات پائی۔اس کا بیٹا محمد تھا جو لاولد فوت ہوگیا۔اور احمد اکبر کے دو بیٹے ہو کر فوت ہو گئے۔اور جعفر کا ایک بیٹا زید نامی ہو کر فوت ہوگیا۔اور محمد اصغر کی والدہ ابراہیم غمر فرزند حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی سات اولادیں تھیں۔ابراہیم،عبداللہ،ام علی،زینب،فاطمہ،رقیہ اور صفیہ ابراہیم سے اولاد ہو کر ختم ہوگئی۔خلاصہ یہ کہ ابراہیم قتیل باخمری کی نسل حسن کے علاوہ اور کسی سے باقی نہیں رہی اور وہ شخص وجیہہ بزرگوار تھا۔اور اگر ہم اس کے بیٹوں اور پوتوں کا ذکر کرنا چاہیں تو مقصد

کتاب سے نکل جائیں خواہشمند حضرات کتاب مشجرات اور انساب طالبین کی طرف رجوع کریں۔

بیٹا عبداللہ محض کا ابوالحسن موسیٰ

بیٹا عبداللہ محض کا ابوالحسن موسیٰ ہے۔موسیٰ بن عبداللہ کا لقب جون تھا۔اور یہ لقب اسے ماں سے ملا۔کیونکہ وہ کالا سیاہ ماں سے پیدا ہوا۔وہ شخص شاعر اور ادیب تھا اور جس وقت منصور نے اس کے باپ عبداللہ کو قید کیا تو اسے بلایا اور حکم دیا کہ اسے ہزار تازیانہ مارا جائے۔اس کے بعد کہنے لگا تم حجاز میں جاؤ اور اپنے بھائی محمد وابراہیم کی مجھے اطلاع دو۔موسیٰ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ محمد وابراہیم میرے سامنے آئیں اور اپنا پتہ نشان نہیں۔جبکہ تیرے جاسوس میرے ساتھ ہوں گے۔منصور نے حاکم حجاز کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص موسیٰ سے تعرض نہ کرے اور اسے حجاز روانہ کیا۔موسیٰ نے حجاز کی راہ لی اور مکہ چلا گیا اور وہیں رہا۔یہاں تک کہ اس کے بھائی محمد وابراہیم شہید ہوگئے اور خلافت مہدی تک پہنچی۔اسی سال مہدی مکہ کی زیارت کے لیے آیا۔جس وقت مہدی مشغول طواف تھا۔موسیٰ نے پکار کر کہا۔اے امیر مجھے امان دو تو میں موسیٰ بن عبداللہ کو تمہارے سامنے پیش کردوں۔مہدی نے کہا، تجھے اس شرط پر امان دیتا ہوں۔موسیٰ نے کہا میں ہی موسیٰ بن عبداللہ ہوں۔مہدی نے کہا، کون تجھے پہچانتا ہے اور کون تیری بات کی تصدیق کرتا ہے۔وہ کہنے لگا، یہ حسن بن زید موسیٰ بن جعفر حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی ابی طالبؑ میرے گواہ ہیں۔پس ان سب حضرات نے گواہی دی کہ یہی موسیٰ جون بن عبداللہ ہے تو مہدی نے اسے امان نامہ لکھ دیا۔اور موسیٰ رشید کے زمانہ تک اس طرح رہا۔ایک دن ہارون کے سامنے آیا۔اور ہارون کے فرش پر اس کا پاؤں پھسلا اور گر گیا تو ہارون ہنسنے لگا۔موسیٰ نے کہا یہ کمزوری روزہ کی وجہ سے ہے نہ کہ بڑھاپے سے اور عبداللہ بن مصعب زبیری کا اس کی رشید سے شکایت کرنا اور موسیٰ کا اسے قسم کھلانا۔اور عبداللہ کا اس قسم کی وجہ سے مرجانا۔مسعودی نے مروج الذہب میں تفصیل سے لکھا ہے۔اور موسیٰ نے سویقہ مدینہ میں وفات پائی اور اس کی اولاد واحفاد صاحب ریاست اور امارت تھے اور اس کے پوتوں میں سے تھا۔موسیٰ بن عبداللہ بن جون کہ جسے موسیٰ ثانی کہتے تھے۔اس کی ماں امامہ بنت طلحہ فزاری ہے اور اس کی کنیت ابوعمرو وہ راوی حدیث ہے اور ۲۵۶ھ میں اس نے وفات پائی۔مسعودی نے فرمایا ہے کہ سعید صاحب اسے معتز باللہ کے زمانہ میں مدینہ لے گیا اور موسیٰ زہاد وعباد میں سے تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا ادریس بن موسیٰ بھی تھا جب ملک عراق کے ذبالہ نامی مقام پر پہنچے تو بنی فزارہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ جمع ہوا تاکہ وہ موسیٰ کو سعید حاجب سے چھین لیں۔سعید نے موسیٰ کو زہر دیا۔اور وہیں فوت ہوگیا۔پس انہوں نے اس کے بیٹے ادریس کو سعید سے لے لیا۔اس کی بہت اولاد ہے۔حجاز کی امارت ان سے متعلق تھی۔منجملہ موسیٰ جون کے پوتوں میں سے صالح بن عبداللہ بن جون ہے۔صالح کی ایک بیٹی تھی جس کا ام دلفاء تھا۔اس کے چار بیٹے تھے۔جن میں سے تین لاولد تھے۔اس کا ایک بیٹا ابوعبداللہ محمد جو شہید کے لقب سے مشہور تھا۔صاحب اولاد ہے۔بغداد میں اس کی قبر مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ابن معیہ حسنی نسابہ کہتا ہے کہ وہ محمد بن صالح ہے کہ جسے محمد الفضل کہتے ہیں۔اس کی

قبر بغداد میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔ یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ کی قبر ہے۔ یہ درست نہیں۔ صاحب عمدۃ المطالب کہتا ہے کہ محمد بن صالح مرد دلیر و بہادر تھا۔ اچھے شعر کہتا تھا چونکہ لوگوں کو غاصبین حقوق اہلِ بیتؑ کی بیعت اور اتباع میں دیکھتا تھا لہٰذا ان کے قتل میں دریغ نہ کرتا۔ متوکل عباسی کے زمانہ میں مکہ کے راستہ میں گزرنے والوں سے اس کا آمنا سامنا ہوا۔ اس گیرودار میں گرفتار ہوگیا، قید ہو کر متوکل کے پاس لایا گیا۔ تو اسے سامرہ میں قید کر دیا گیا اس کی قید کی مدت طویل ہوگئی تو اس نے قید خانہ میں بہت سے اشعار کہے۔ متوکل کی تعریف میں چند قصیدے لکھے۔ اس کی خلاصی اور چھٹکارے کا سبب یہ ہوا کہ ابراہیم بن مدبر نے جو کہ متوکل کا ایک وزیر تھا محمد بن صالح کے کچھ اشعار متوکل کے سامنے ایک گانے والی کو یاد کرائے اور کہا کہ یہ متوکل کے سامنے پڑھنا۔ جب متوکل نے یہ اشعار سنے تو پوچھا کہ یہ کس نے کہے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ محمد بن صالح بن موسیٰ بن جون نے۔ اس نے ذمہ داری لی کہ موسیٰ پھر خروج نہیں کرے گا۔ متوکل نے اسے رہا کر دیا۔ لیکن وہ دوبارہ حجاز کی طرف نہ جا سکا اور سرمن رای (سامرہ) میں عالم بقا کو سدھار گیا۔

ابراہیم کے محمد کے حق میں سفارش کرنے کا سبب یہ تھا کہ محمد بن صالح کہتا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حجاز کے راستہ میں ایک قافلہ پر حملہ کیا۔ انہیں مغلوب و مقہور کیا۔ میں ایک ٹیلے کے اوپر کھڑا ہوگیا تا کہ دیکھوں کہ میرے ساتھی مال غنیمت کے لوٹنے میں مشغول ہیں۔ اچانک ایک عورت جو ایک ہودج میں بیٹھی ہوئی تھی، میرے قریب آئی اور کہنے لگی اس لشکر کا رئیس کون ہے۔ میں نے کہا رئیس سے کیا چاہتی ہے۔ وہ کہنے لگی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس لشکر میں اولادِ رسولؐ میں سے ایک شخص موجود ہے۔ مجھے اس سے ایک حاجت ہے۔ میں نے کہا میں حاضر ہوں تم کیا چاہتی ہو۔ اس نے کہا: اے شریف، میں ابراہیم بن مدبر کی بیٹی ہوں۔ اور قافلہ میں میرا بہت سا مال ہے، اونٹ، ریشم اور دوسری چیزیں۔ نیز میرے اس ہودج میں بہت سے جواہر شاہوار ہیں۔ میں آپ کے جد رسولِ خداؐ اور والدہ فاطمہ زہراؑ کا واسطہ دیتی ہوں کہ یہ اموال مجھ سے حلال طریقہ سے لیں اور کسی کو میرے ہودج کے قریب نہ آنے دیں۔ اور اس کے علاوہ جتنا مال چاہتے ہیں میں اپنے ذمہ لیتی ہوں کہ تجار حجاز سے قیمتاً لے کر آپ کے سپرد کر دوں گی۔ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لوٹ مار سے ہاتھ کھینچ لو اور جو کچھ لے چکے ہو میرے پاس لے آؤ جب وہ سب سامان لے آئے تو میں نے کہا یہ سب کچھ میں نے تجھے بخشا اور باقی قافلہ کے مال و اسباب سے چشم پوشی کی اور اس میں سے کم و زیادہ کچھ بھی نہ لیا اور میں چلا گیا، جس وقت میں سامرہ میں قید تھا ایک رات زندان بان میرے پاس آیا اور کہنے لگا چند عورتیں اجازت چاہتی ہیں کہ تمہارے پاس آئیں، میں نے دل میں کہا مرے عزیزوں اور رشتہ داروں میں سے کوئی ہوں گی، لہذا میں نے اجازت دے دی، یہاں تک کہ وہ آئیں اور کھانے کی چیزیں اور بہت سے ہدیے اپنے ساتھ لائیں اور مجھ سے مہر و شفقت سے پیش آئیں اور زندان بان کو بھی عطیہ دیا تا کہ وہ مجھ سے رفق و نرمی برتے، ان میں سے ایک عورت کو میں نے دیکھا جو باقی کی نسبت زیادہ صاحب حشمت تھی، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے، کہنے لگی کیا مجھے آپ نہیں جانتے میں نے کہا نہیں، کہنے لگی میں ابراھیم بن مدبر کی بیٹی ہوں، میں نے آپ کے احسان کو نہیں بھلایا اور آپ کے احسا

ن کا شکر یہ ادا کرنا میں نے واجب جانا ہے، پھر الوداع کہہ کر چلی گئی اور جب تک میں زندان میں رہا وہ میری دیکھ بھال سے دستبردار نہ ہوئی، اور اس نے اپنے باپ کو تیار کیا اور وہ میری نجات کا سبب بنا، خلاصہ یہ کہ ابراہیم نے مدبر نے اپنی بیٹی کا نکاح محمد بن صالح سے کر دیا اور محمد بن صالح کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن محمد ہے جو حسن شہید کا باپ ہے اور حجاز میں اس کی کافی اولاد ہے کہ جنہیں صالحیون کہتے ہیں وہ اس سلسلہ میں سے ہے، آل ابی الضحاک اور آل ہزیم اور یہ عبداللہ بن محمد بن صالح کی اولاد ہیں۔

چوتھا بیٹا عبداللہ محض کا یحییٰ صاحب دیلم

چوتھا بیٹا عبداللہ محض کا یحییٰ صاحب دیلم ہے، یحییٰ بن عبداللہ بہت جلالت اور بے شمار فضائل کا مالک ہے اور اس نے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام اور ابان بن تغلب اور دوسرے لوگوں سے بہت روایات نقل کی ہیں اور اس سے بھی ایک جماعت نے روایت کی ہے اور واقعہ فخ میں یہ حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ تھا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک مدت تک بیابان کی خاک چھانتا رہا، خود کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا یہاں تک کہ ہارون الرشید کے خوف سے ویلم کے علاقہ میں چلا گیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور ایک بڑے گروہ نے اس کی بیعت کر لی، اس کا معاملہ خوب بڑھا، یہاں تک کہ ہارون کے دل میں اس کا بہت ڈر پیدا ہو گیا، پس ہارون نے فضل بن یحییٰ بن خالد برمکی کو لکھا کہ یحییٰ بن عبداللہ میری آنکھ کے لئے خار بنا ہوا ہے، اس سے میں سو نہیں سکتا جس طرح ہو سکے اس کا معاملہ نپٹاؤ اور میری کفایت کرو اور میرے دل کو اس کی فکر سے نجات دو، فضل لشکر تیار کر کے ویلم کی طرف روانہ ہوا اور سوائے رفق و مدارات و نرمی کے اور کوئی راستہ اختیار نہ کیا اور اسے تحذیر و ترغیب اور ہم ورجا کے متواتر خطوط لکھے، اور یحییٰ بھی چونکہ فضل کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اور اسے شکست نہیں دے سکتا تھا لہذا طالب امان ہوا، فضل نے رشید کی طرف سے امان نامہ لے کر اسے بھیجا اور عہد و پیمان کیے، کرا سے بھیجا اور عہد و پیمان کئے، بلآخر یحییٰ افضل کے ساتھ ۱۷۶ھ میں رشید کے پاس آیا، رشید نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور اسے دو لاکھ دینار خلعت کے ساتھ دیگر اموال کے علاوہ دیئے اور یحییٰ نے اس مال کے ساتھ حسین بن علی شہید کے قرضے ادا کئے کیونکہ حسین کے ذمہ دو لاکھ دینار قرض تھا۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ کے آجانے کے بعد ہارون ایک مدت تک خاموش رہا، لیکن بغض و کینہ کی آگ اس کے دل میں بھڑکتی رہی، لہذا ایک دفعہ یحییٰ کو بلایا اور اسے سرزنش و عتاب کرنے لگا، یحییٰ نے وہ امان نامہ نکالا، اور کہا کہ اس امان نامہ کے ہوتے ہوئے یہ بہانہ کیا اور کس طرح تم عہد و پیمان کو توڑ گے، رشید نے وہ امان نامہ لے لیا اور محمد بن حسن قاضی ابو یوسف کے ساتھی کو دیا کہ اسے پڑھو، اس نے کہا کہ امان نامہ یحییٰ کی صریح امان ہے اور حیلہ و بہانہ سے صاف ہے اس وقت ابو البختری وہب بن وہب نے ہاتھ بڑھایا اور تحریر لے کر کہنے لگا اس خط میں فلاں فلاں خامی ہے جس کی وجہ سے یہ باطل

ہے اور یحییٰ کی امان کے لئے فائدہ مند نہیں، اور حکم دیا کہ یحییٰ کا خون بہا دیا جائے اور اس کا خون میری گردن پر رکھ دیجئے، رشید نے سرور خادم سے کہا کہ ابوالبختری سے کہو کہ یہ امان نامہ اگر باطل ہے تو اس کو پھاڑ ڈالو، ابوالبختری ملعون نے وہ امان نامہ لیا اور چھری سے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انتہائی غصہ اور خشم کے باعث اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، ہارون اس سے بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ابوالبختری کو ایک کروڑ اور چھ لاکھ درہم دیئے جائیں، اور اس کا قاضی مقرر کیا، پھر حکم دیا اور یحییٰ کو قید خانہ میں لے گئے کچھ دن اس کو قید خانہ میں رکھ کر دربار میں قاضیوں اور گواہوں کے ساتھ بلایا اور چاہا کہ یہ ظاہر کرے کہ اسے قید خانہ میں کوئی تکلیف واذیت نہیں دی گئی، اور اس کا قتل ہارون کو منظور نہیں اور نہ ہی اس کے قتل کا حکم دیا ہے، اس وقت یحییٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر ایک نے باتیں کہیں لیکن یحییٰ خاموش رہا اور کسی کا کوئی جواب نہ دیا، وہ لوگ کہنے لگے تم جواب کیوں نہیں دیتے اس نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا کہ بولنے کی طاقت نہیں رہی اور اپنی زبان باہر نکالی جو کوئلہ کی طرح سیاہ تھی، رشید نے کہا یہ جھوٹ بولتا ہے کہ اسے زہر دیا گیا ہے، دوبارہ اسے قید میں بھیجا وہاں کچھ دن کے بعد شہید ہو گیا،

اور ابوالفرج کی روایت میں ہے کہ ابھی گواہوں کا وہ گروہ مکان کے وسط میں بھی نہیں پہنچا تھا کہ یحییٰ زہر کی شدت اور بوجھ سے زمین پر گرا، اس کی شہادت میں مختلف روایات ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اسے زہر دے کر مارا گیا ہے، اور بعض دوسرے کہتے ہیں کہ اسے کھانا نہ دیا گیا، یہاں تک کہ وہ بھوک سے وفات پا گیا، اور ایک گروہ کہتا ہے کہ رشید نے حکم دیا کہ اسے زندہ لٹا کر پتھر اور گارے سے ستون بنا دیا جائے اور اس سے اس نے جان دے دی، ابوالفراس نے جس قصیدہ میں بنی عباس کے مثالث وعیوب بیان کئے ہیں، اس میں یحییٰ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے، ترجمہ اشعار

''اے وہ شخص جو ان کی برائیوں کا انکار کرتا ہے اور انہیں چھپاتا ہے، رشید کا یحییٰ سے عذر اور دھوکا کرنا کیسے چھپ سکتا ہے، زبیری نے غلط قسم کا انجام چکھا اور فرزند فاطمہ سے غلط باتیں اور تہمتیں دور ہو گئیں۔''

اس شعر میں اشارہ ہے عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر کے رشید سے شکایت کرنے کا کہ یحییٰ بیعت لینا چاہتا ہے اور مجھ سے بھی بیعت کا تقاضا کیا ہے، یحییٰ نے اس کو قسم دی قسم کھانیکے بعد عبداللہ کے بدن پر ورم ہو گیا، اور وہ سیاہ ہو گیا اور جہنم واصل ہوا اور یحییٰ کے ہاں گیارہ اولادیں ہوئیں، چار بیٹیاں اور سات بیٹے اور اس کے پوتے پڑپوتے بہت ہیں۔

اس کے بہت سے پوتوں کو شہید کیا گیا، یحییٰ کے بیٹوں میں سے ایک محمد بن یحییٰ ہے کہ جسے بکار زبیری نے مدینہ میں زنجیر وسلاسل میں جکڑ کر قید کر دیا اور اس نے اس کی قید ہی میں وفات پائی، ان کا ایک پوتا محمد بن جعفر بن یحییٰ ہے جس نے مصر کا سفر کیا اور وہاں سے مغرب کے علاقہ میں گیا، کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کے فرمانبردار ہوئے، اس نے ان کے درمیان عدل وانصاف سے حکومت کی اور آخر میں اسے زہر دیا گیا، اس سے وہ فوت ہوا کچھ نسل یحییٰ کی اس کے بیٹے محمد سے تھی جو ہمیشہ ہارون کی قید میں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔

پانچواں بیٹا عبداللہ محض کا ابو محمد سلیمان

پانچواں بیٹا عبداللہ محض کا ابو محمد سلیمان ہے، سلیمان بن عبداللہ کی عمر ترپن (۵۳) سال تھی یہ حسین بن علی کے ساتھ میدان فخ میں تھے، اور وہیں شہید ہوئے اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک عبداللہ اور دوسرا محمد اور سلیمان کی نسل محمد سے چلی ہے، اور محمد بھی جنگ فخ میں موجود تھا اور صاحب عمدہ نے کہا ہے کہ محمد باپ کی شہادت کے بعد مغرب کے علاقہ میں بھاگ گیا، وہاں اس کی اولاد ہوئی اور اس کی اولاد میں سے عبداللہ بن سلیمان بن محمد بن سلیمان ہے جو کہ کوفہ میں آیا اور اس نے روایت حدیث کی اور وہ شخص جلیل القدر اور راوی حدیث تھا اور اولاد سلیمان کے سلسلہ کو بیان کرنے کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

چھٹا بیٹا عبداللہ محض کا ابو عبداللہ

چھٹا بیٹا عبداللہ محض کا ابو عبداللہ ادریس ہے، ادریس بن عبداللہ کی شہادت میں مورخین کی آراء مختلف ہیں اور جو کچھ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات انہوں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ ادریس نے حسین بن علی کی خدمت میں مقام فخ پر عباسیوں کے لشکر سے جنگ کی، حسین اور اپنے بھائی سلیمان کی شہادت کے بعد جنگ سے پہلو تہی کر کے اپنے غلام راشد کے ساتھ جو پختہ عقل اور عمدہ رائے رکھتا تھا، شہر فاس وطنجہ اور مصر کی طرف گیا، اور وہاں سے مغرب کے علاقہ کا سفر کیا مغرب کے لوگوں نے اس کی بیعت کر لی اور اسے بڑی سلطنت حاصل ہوئی جب یہ خبر رشید کو پہنچی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہوگئی، اس کے مقابلے میں لشکر تیار کرنے اور جنگ کرنے سے ڈرتا تھا، کیونکہ جو شجاعت اور حشمت ادریس میں تھی اس سے جنگ کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا، بالآخر سلیمان بن جریر کو (جو متکلم زیدیہ تھا) اپنی طرف سے غیر رسمی طریقہ سے مرکب عطر کی شیشی میں زہر ملا کر بھیجا تا کہ وہ ادریس کو زہر دے، سلیمان جب ادریس کے پاس گیا تو ادریس نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کے آنے کو مبارک قرار دیا کیونکہ وہ ادیب اور زباں داں تھا اور ندیم مجلس کے لئے شائستہ اور شایان تھا، سلیمان نے بھاگنے کا راستہ ہموار کرنے کے لئے سواری تیار کی ہوئی تھی، اور وہ اس تلاش میں رہتا ایک دن اس نے مجلس کو راشد وغیرہ سے خالی پایا تو وہ عطر مرکب زہر آلود ادریس کو ہدیہ کے طور پر دیا، ادریس نے اس میں سے کچھ جسم پر لگایا اور اسے سونگھا سلیمان فوراً باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا، ادریس کی طبیعت خراب ہوئی اور وہ لوٹنے لگا اور جب راشد پہنچا اور یہ کیفیت دیکھی تو آندھی کی طرح اس کے پیچھے گیا، اور اس کو پا لیا اور اسے تلوار ماری اور کئی زخم اس کے سر اور چہرہ اور انگلیوں پر لگائے اور واپس آ گیا، ادریس بن عبداللہ کی وفات ہوگئی جب ادریس نے وفات پائی تو اس کی ایک کنیز بربریہ حاملہ تھی، مغرب کے لوگوں نے راشد کی صوابدید پر تاج سلطنت اس کنیز کے شکم پر رکھ دیا، جب وضع حمل ہوا اور لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام باپ کے نام پر ادریس رکھا، وہ باپ کے فوت ہونے کے چار ماہ بعد فوت ہوا، بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ راشد کا بیٹا نہیں تھا اس نے بہانہ بنایا تا کہ یہ ملک اس کے قبضہ میں آ جائے لیکن یہ بات درست نہیں

کیونکہ داوٗد بن قاسم جعفری جو بزرگ علماء میں سے ہے اور معرفت انساب میں یدطولی رکھتا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ میں ادریس بن عبداللہ کی وفات اور ادریس بن ادریس کی ولادت کے وقت جو اس کے باپ کے فرش پر ہوئی موجود تھا اور میں علاقہ مغرب میں اس کے ساتھ رہا، جمال وجلادت (بہادری) جود وسخا اور عمدگی طبع میں میں نے اس جیسا شخص نہیں دیکھا اور امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا رحم کرے ادریس بن ادریس کے نسب کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں اس کی سلطنت اور اولاد کے حالات اپنے مقام پر تفصیل سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی اولاد میں سے بعض افراد مصر میں رہے ہیں اور وہ فواطم کے نام سے مشہور ہیں، اور سید شہید قاضی نور اللہ نے مجالس میں ادریس بن عبداللہ کی شہادت کے سلسلہ میں اس طرح لکھا ہے کہ ہارون نے داوٗد نامی شخص کو جو شماخ کے لقب سے مشہور تھا وہاں بھیجا وہ ادریس کی خدمت میں پہنچا اور مکر وفریب سے اس کے خواص کے زمرہ میں منسلک ہوگیا، یہاں تک کہ ایک دن ادریس نے دانت کے درد کی شکایت کی اس نے انہیں کوئی چیز دی کہ یہ دانت کی دوا ہے، ادریس نے سحر کے وقت اسے استعمال کیا اور اسی سے اس کی وفات ہوئی اور اس کی ایک کنیز حاملہ تھی، ارکان حکومت نے تاج حکومت اس کے شکم پر رکھ دیا اور اسلامی دنیا میں اس کے علاوہ کسی شخص کو شکم مادر میں سلطنت کے لئے نہیں موسوم کیا گیا، پیغمبر اکرمؐ نے اس کے حق میں فرمایا تھا: ''علیکم بادریس بن ادریس فانه تجیب اهل البیت و شجا عهم ''تم پر لازم ہے ادریس بن ادریس کا ساتھ دینا کیونکہ وہ نجیب وشریف اہل بیت اور ان کا بہادر شخص ہے۔

ابراہیم بن حسن بن الحسن المجتبیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حالات

ابوالحسن ابراہیم عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں، زیادہ جود وسخا بلند مرتبہ اور شرافت کی وجہ سے ان کا لقب غمر تھا، رسول اللہؐ سے پوری شباہت رکھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ وہ اور ان کے بھائی عبداللہ راویان حدیث میں سے ہیں اور کوفہ میں ان کا صندوق قبر تھا، اور ان کا مزار قریب وبعید کے لوگوں کی زیارت گاہ تھا منصور نے انہیں ان کے بھائی عبداللہ اور دوسرے بھائیوں کو گرفتار کرکے کوفہ میں قید کررکھا اور پانچ سال برابر انتہائی رنج وتکلیف میں قید کی سختی میں گزارے اور ابراہیم نے ماہ ربیع الاول ۱۴۵ھ میں زندان میں ہی دار جناں کی طرف انتقال کیا اور قیدیوں میں سے وہ پہلے شخص تھے جو شہید ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کی مدت عمر انہتر ۶۹ سال تھی، ان کے فضائل زیادہ تھے اور محاسن مشہور تھے، سفاح اپنی حکومت کے دنوں میں ان کی بڑی عزت کرتا تھا اور ابراہیم کی گیارہ اولادیں تھیں، ان کے نام اس طرح گنے گئے ہیں۔(۱) یعقوب (۲) محمد اکبر (۳) محمد اصغر (۴) اسحاق (۵) علی (۶) اسماعیل (۷) رقیہ (۸) خدیجہ (۹) فاطمہ (۱۰) حسنہ (۱۱) ام اسحاق۔

ابراہیم کی نسل اسماعیل دیباج اور محمد اصغر سے چلی ہے جس کی ماں کنیز تھی اور اسکا نام عالیہ تھا، اور محمد کو کمال حسن کی وجہ سے دیباج اصغر کہتے تھے جب اس کو گرفتار کر کے منصور دوانقی کے پاس لے گئے تو منصور نے کہا کہ دیباج اصغر تو ہے، کہا ہاں، کہنے لگا خدا کی قسم تجھے اس طرح قتل کروں گا کہ تیرے رشتہ داروں میں سے کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا ہے، پھر حکم دیا کہ ایک ستون تیار کریں اور محمد کو اس میں کھڑا کر دیں اور اس پر ستون تیار کرایا اور وہ زندہ ہی ستون میں چنے گئے اور وہیں رحمت خدا میں جا پہنچے اور اسماعیل کی کنیت ابوابراہیم اور لقب دیباج اکبر تھا، وہ جنگ فخ میں موجود تھا اور ایک مدت تک منصور کی قید میں رہا اور اس کی ایک بیٹی تھی کہ جس کا نام ام اسحٰق تھا اور دو بیٹے تھے ایک کا نام حسن اور دوسرے کا ابراہیم تھا اور حسن بن اسماعیل جنگ فخ کے غازیوں میں سے ہے اور اسے ہارون الرشید نے بائیس سال قید رکھا۔اور اس کی اولاد میں سے ہے سید سندنسابہ عالم فاضل جلیل القدر وسیع الروایہ ابوعبداللہ تاج الدین محمد بن ابوجعفر قاسم بن حسین حسنی دیباجی حلی معروف با بن معیہ انساب۔معرفت الرجال۔فقہ۔حساب۔حدیث وغیرہ میں ان کی تصانیف ہیں۔ان سے سید سندنسابہ جمال الدین بن علی بن حسین حسنی داودی نے استفادہ کیا ہے اور صاحب عمدۃ الطالب نے فرمایا ہے کہ اب پر علم نسب منتہی تھا۔ان کے زمانہ میں اوران کے پاس سندات عالیہ اور سماعت شریفہ ہیں۔میں نے ان کے بڑھاپے میں ان کو دیکھا تھا اور بارہ سال تقریباً میں نے ان کی خدمت کی اور ان سے حدیث،نسب،فقہ،حساب،ادب،تاریخ اور شعر وغیرہ پڑھا۔جیسا کہ ممکن تھا۔پھر ان کی تصانیف ،کچھ ان کے حالات کے ساتھ بیان کی ہیں۔اس کے بعد فرمایا ہے کہ نقیب تاج الدین محمد کے فضائل کو بیان کرنا تفصیل کا محتاج ہے اور اس مختصر کتاب میں اس کی گنجائش نہیں۔فقیر کہتا ہے کہ سید جلیل بن معیہ شیخ شہید کے بھی استاد ہیں۔شہید ان سے روایت کرتے ہیں اور اپنے ایک اجازہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَنَّہٗ اُعْجُوْبَۃٌ فِیْ جَمِیْعِ الْفَضَائِلِ وَالْمَاٰثِرِ کہ وہ اپنے فضائل اور آثار میں عجیب شخصیت تھے اور اپنے مجموعہ میں ان کے حق میں فرمایا ہے کہ آٹھ ربیع الثانی ۷۷۶ ہجری میں ابن معیہ نے حلہ میں وفات پائی۔ان کا جنازہ مشہد امیر المومنین میں لے جایا گا اور اس سید بزرگوار نے مجھے اور میرے دونوں بیٹوں ابوطالب محمد ابوالقاسم علی کو اپنی وفات سے پہلے اجازہ روایات دیا۔فقیر کہتا ہے معیہ ابوالقاسم علی بن حسن بن حسن بن اسماعیل دیباج کی والدہ ہے اور وہ محمد بن حارثہ بن معاویہ بن اسحاق کی بیٹی بنی عمرو بن عوف سے کوفہ کی رہنے والی ہیں اور اس کا اصلی وطن بغداد ہے اور ابراہیم بن اسماعیل دیباج بن ابراہیم غمر کی ماں کنیز تھی اور اس کا لقب طباطبا تھا۔ابوالحسن عمری سے منقول ہے کہ جب ابراہیم بچہ تھا اس کے باپ اسماعیل نے چاہا کہ اسے کیلئے کپڑا سلوایا جائے تو اس سے کہا اگر چاہو تو تمہارے لئے قمیض نبوئی جائے ورنہ قبا بنا دیں۔چونکہ اس کی زبان مخارج حروف کے ابھی نکالنے میں صاف نہیں تھی تو اس نے چاہا کہ کہے قبا قبا تو کہا طباطبا۔لہٰذا یہی لفظ اس کا لقب ہو گیا۔لیکن اہل سواد کہتے ہیں قبطی زبان میں طباطبا کا معنی ہے سید السادات۔خلاصہ یہ کہ ابراہیم شخص باوقار اور جلیل القدر تھا۔اس نے اپنے عقائد امام رضاؑ کی خدمت میں پیش کیے اور انہیں شک وشبہ کے شوائب سے پاک وصاف کیا اس کے گیارہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں (۱) جعفر (۲)

ابراہیم (۳) اسماعیل (۴) موسیٰ (۵) ہاروں (۶) علی (۷) عبداللہ (۸) محمد (۹) حسن (۱۰) احمد ۱۱۰) قام (۱۲) لبابہ (۱۳) فاطمہ اور عبداللہ ایک والدہ سے ہیں جو کہ جمیلہ بنت موسیٰ بن عیسیٰ بن عبدالرحیم ہے وہ عبداللہ کی اولاد سے ۔ احمد نے ۲۷۰ ہجری میں خروج کیا اور اسے احمد بن طولون نے قتل کیا وراس کی اولاد ختم ہوگئی اور محمد بن ابراہیم نے جس کی کنیت ابوعبداللہ ہے ۱۹۹ ہجری میں مامون کے زمانہ خلافت میں ابوالسرایا کی مدد سے کوفہ میں خروج کیا اور کوفہ کو اپنی بیعت میں لے لیا اور اس کا معاملہ آگے بڑھا اچانک اسی سال فوت ہوگیا، اور زمین غری (نجف اشرف) میں دفن ہوا، اور ابوالفرج حضرت باقرؑ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا ۱۹۹ھ ماہ جمادی الاول میں اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کوفہ پر متصرف ہوگا اور وہ منبر کوفہ پر خطبہ پڑھے گا، خداوند عالم اپنے ملائکہ کے ساتھ اس سے فخر ومباہات کرے گا اور قاسم بن ابراہیم طباطبا کی کنیت ابومحمد ہے اور اسے رسی کہتے ہیں کیونکہ وہ جبل رس میں رہتا تھا اور وہ سید غصیف النفس زاہد و پرہیزگار اور صاحب تصانیف تھا ودعٰی الی الرضا من آل محمد علیہم السلام اس نے رضا آل محمد کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ۲۴۶ھ میں وفات پائی اور اس کی اولاد بہت ہے ان میں سے بہت سے رئیس اور بڑے لوگ ہیں، ان میں کچھ زیدیہ مذہب کے امام تھے، مثلا بنوحمزہ اور ابوالحسن یحییٰ ہادی بن حسین بن قاسم رستی جو معتضد کے زمانہ میں ۲۸۰ھ میں یمن میں ظاہر ہوئے اور اس کا لقب ہادی الی الحق ہوا، اس کی فقہ میں بڑی بڑی ضخیم تصنیفات ہیں جو کہ مذہب ابوحنیفہ کے قریب ہے ۲۹۸ھ میں وفات پائی، اس کی اولاد مذہب زیدیہ کے امام اور یمن کے بادشاہ ہیں اور قاسم رسی کی اولاد میں سے ہے زید الاسود بن ابراہیم بن محمد بن الرسی کو جسے عضدالدولہ دیلمی نے بیت المقدس میں بلایا اور اس سے اپنی بہن کی شادی کی اور جب اس کی بہن فوت ہوگئی تو اپنی بیٹی شاہاندخت کی اس سے تزویج کی اور شیراز میں اس کی بہت اولاد ہے جو صاحب وجاہت وریاست ہیں اور انہیں میں سے شیراز کے نقباء اور قاضی ہیں، خلاصہ یہ کہ الحمدللہ اس وقت سادات طباطبا کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور مشرق ومغرب عالم کے ہر شہر اور بستی میں ان کی بہت سی تعداد ہے۔

ابو علی حسن بن حسن بن حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور ان کی اولاد اور واقعہ فخ کی تفصیل اور حسین بن علی کی شہادت کے حالات

حسن بن حسن مثنیٰ کو حسن مثلث کہتے ہیں کیونکہ وہ تیسرے بیٹے ہیں کہ بلا واسطہ جن کا نام حسن ہے اور وہ عبداللہ محض کے سگے بھائی ہیں اور ان کی وفات بھی منصور کی قید میں شہر کوفہ میں ۱۴۵ھ میں ہوئی اور ان کی عمر اڑسٹھ (۶۸ سال) تھی، ابوالفرج روایت کرتا ہے کہ جب عبداللہ حسن مثلث کے بھائی کو قید کیا گیا تو حسن نے قسم کھائی کہ جب تک عبداللہ قید میں ہے میں نہ اپنے بدن پر تیل اور نہ آنکھوں میں سرمہ لگاؤں گا، نہ اچھے کپڑے پہنوں گا نہ لذیذ غذا کھاؤں گا، اسی جعفر منصور انہیں حاد کہتا تھا یعنی زینت کو چھوڑنے والا اور وہ شخص فاضل اللہ والا اور صاحب ورع تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مذہب زیدیہ کی طرف مائل تھا، اس کے چھ بیٹے تھے:

(۱) طلحہ (۲) عباس (۳) حمزہ (۴) ابراہیم (۵) عبداللہ (۶) علی۔ طلحہ کی تو کوئی اولاد نہ تھی، عباس کی بیوی طلحہ الجواد کی بیٹی عائشہ نامی تھی، وہ بنی ہاشم کے ان نوجوانوں میں سے ایک تھا کہ جسے قید کے لئے لے چلے اس کی ماں نے فریاد کی کہ ذرا رک جاؤ میں اس کی خوشبو سونگھ لوں اور گلے لگا لوں تو وہ خبیث کہنے لگا تیری یہ مراد زندگانی دنیا میں پوری نہیں ہوگی، عباس نے تین ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ کو قید خانہ میں وفات پائی، اس وقت اس کی عمر پینتیس سال تھی وہ صاحب اولاد تھا لیکن وہ ختم ہوگئی، اس کی اولاد میں سے علی بن عباس تھا جو بغداد میں آیا اور لوگوں کو اپنی طرف دعوت دی، ایک گروہ زیدیہ نے اس کی دعوت قبول کی، مہدی عباسی نے اسے قید کر دیا، حسین بن علی صاحب فخ کی سفارش نے اسے قید سے نکال دیا لیکن مہدی نے اسے زہر آلود شربت دیا جو اس نے پیا تو پے در پے زہر اس میں اثر کرتا رہا یہاں تک کہ وہ جب مدینہ میں آیا تو اس کے بدن کا گوشت زہر کے اثر سے فاسد ہو چکا تھا اور اس کے اعضا بدن ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے اور تین دن سے زیادہ مدینہ میں نہ رہ سکا کہ وفات پائی، حمزہ کی وفات باپ کے زمانہ میں ہوگئی تھی اور ابراہیم کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ عبداللہ کی کنیت ابوجعفر ہے اس کی ماں ام عبداللہ عامر بن عبداللہ بن بشر بن عامر ملاعب الاسنہ کی بیٹی ہے اسے منصور دوانقی نے اس کے بھائی علی اور چند افراد سادات بنی حسن کے ساتھ گرفتار کیا، جب مدینہ سے باہر نکال کر کوفہ کی طرف چلے تو ربذہ کے قریب قصر نفیس میں جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے لوہاروں کو حکم دیا گیا کہ انہیں طوق اور زنجیریں پہنا دیں، پس ہر ایک کو طوق و زنجیر پہنائے گئے عبداللہ کی ہتھکڑیوں کے کڑے بہت تنگ تھے اور انہیں بہت تکلیف ہو رہی تھی عبداللہ کی آہ نکل گئی ان کے بھائی علی نے جب یہ دیکھا تو قسم دی کہ ان کی ہتھکڑی اور بیڑی ان سے بدل دی جائے کیونکہ علی کی ہتھکڑی کے حلقے وسیع تھے پس علی نے اس کی زنجیر لے لی اور اپنی اسے دے دی، عبداللہ کی عمر چالیس سال تھی جب کہ قید خانہ میں عید قربان کے دن

۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

علی بن حسن عبداللہ کے سگے بھائی کی کنیت ابوالحسن اور لقب علی الخیر اور علی العابد تھا، وہ عبادت میں اتنا حضور قلب رکھتا تھا کہ ایک دفعہ مکہ کے راستہ میں وہ نماز میں مشغول تھا کہ ایک سانپ اس کے لباس میں داخل ہو گیا لوگ چیخے چلائے کہ سانپ تیرے لباس میں چلا گیا لیکن وہ اسی طرح نماز میں مشغول رہا، یہاں تک کہ سانپ باہر نکل گیا لیکن اس کی حالت میں کوئی اضطراب یا تغیر حال پیدا نہ ہوا، روایت ہے کہ ابوجعفر منصور نے بنی حسن کو ایسے قید خانہ میں قید کیا کہ وہ رات اور دن میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے اور اوقات نماز کا تعین علی بن حسن کی تسبیح اور اوراد سے کرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور رات اور دن ے مقررہ اوراد کی وجہ سے وہ تبدیلی اوقات کو سمجھتے تھے ایک دفعہ عبداللہ برادر حسن مثلث نے قید خانہ کی سختی اور سختی قید و بند کے بوجھ کی وجہ سے علی سے کہا کہ آپ ہماری مصیبت دیکھ رہے ہیں خدا سے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اس زندان اور مصیبت سے نجات دے، علی نے کافی دیر تک کوئی جواب نہ دیا پھر کہنے لگا اے چچا ہمارے لئے جنت میں ایک درجہ ہے کہ جس تک ہم بغیر اس مصیبت کے نہیں پہنچ سکتے، منصور کے لئے جہنم میں ایک درجہ ہے کہ وہ اس تک بغیر اس ظلم کے نہیں پہنچ سکتا جو آپ دیکھ رہے ہیں ہم ان شدائد پر صبر کرتے ہیں اور بہت جلدی ہمیں راحت و آرام حاصل ہو جائے گا کیونکہ ہماری موت قریب ہے اور اگر آپ چاہیں تو قید سے خلاصی و نجات کی دعا کرتا ہوں لیکن منصور کے لئے جو جہنم میں مقام ہے وہ اس تک نہیں پہنچے گا وہ کہنے لگے ہم صبر کریں گے پس تین دن سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ زندان میں جان دے کر راحت و آرام حاصل کر گئے، اور علی بن الحسن نے تو حالت سجدہ میں رحلت فرمائی عبداللہ کو خیال تھا کہ وہ سو گیا ہے لہذا کہا کہ میرے بھتیجے کو بیدار کر دو جب اسے حرکت دی گئی تو دیکھا کہ وہ تو بیدار نہیں ہوتا، لہذا سمجھ گئے کہ وہ فوت ہو گیا ہے اس کی وفات چھبیس محرم ۱۴۶ھ میں واقع ہوئی اور اس کی عمر پینتالیس سال تھی بعض سادات بنی حسن جو اس کے ساتھ منصور کی قید میں تھے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب کو بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑا گیا تھا اور ہماری بیڑیوں کے حلقے وسیع تھے جب نماز پڑھنا چاہتے تھے یا سونے لگتے تو پاؤں حلقوں سے نکال لیتے اور جب زندانبان آنے لگتے تو ان کے ڈر سے اپنے پاؤں حلقوں میں داخل کر لیتے لیکن علی بن حسن کے پاؤں ہمیشہ حلقوں کے اندر رہتے تھے، اس کے چچا عبداللہ نے کہا اے بیٹا کیا وجہ ہے کہ ہماری طرح تم پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالتے، کہنے لگے خدا کی قسم میں اپنے پاؤں بیڑیوں سے باہر نہیں نکالوں گا یہاں تک کہ اسی حالت میں وفات پاؤں اور خدا مجھے اور منصور کو جمع کرے اور پوچھے کہ کس وجہ سے اس نے مجھے قید و بند میں رکھا۔

خلاصہ یہ کہ علی بن حسن کے پانچ بیٹے تھے اور چار بیٹیاں تھیں اور ان کے نام اس طرح مرقوم ہے (۱) محمد (۲) عبداللہ (۳) عبدالرحمن (۴) حسن (۵) حسین (۶) رقیہ (۷) فاطمہ (۸) ام کلثوم (۹) ام الحسن ان کی والدہ زینب عبداللہ محض کی بیٹی تھی، اور زینب اور اس کے شوہر علی بن الحسن کو ان کی عبادت و صالحیت کی وجہ سے صالح کہتے تھے جب منصور نے اس کے چچاؤں اور چچا زاد بھائیوں اور اس کے شوہر کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ پلاس کے لباس پہنی رہی یہاں تک کہ دنیا سے رحلت کی اور ہمیشہ گریہ کرتی رہی اور

کبھی بھی منصور کے لئے بددعا نہیں کی کہ کہیں اس کی تشفی وتسلی کا باعث نہ بنے، اور اس کے ثواب میں کمی واقع ہو مگر یہ کہ وہ کہا کرتی تھی یا فاطر السموات والارض یا علم الغیب واشھادۃ والحاکم بین عبادہ احکم بین عبادہ احکم بیننا وبین قومنا بلحق وانت خیر الحاکمین اور محمد وعبداللہ تو باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے البتہ عبدالرحمن کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام رقیہ تھا، عبدالرحمن حسن مکفوف کے لقب سے معروف ہے اور وہ صاحب اولاد تھا اور حسن مثلث کی نسل سوائے اس کے کسی سے نہیں چلی، حسین بن علی صاحب فخ کی جلالت وفضیلت بہت زیادہ ہے اور اس کی مصیبت نے دوستوں کے دلوں میں بہت اثر کیا اور فخ ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے جہاں حسین اپنے اہل بیت کے ساتھ شہید ہوئے اور ابونصر بخاری سے نقل ہوا ہے کہ اس نے جواد علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ واقعہ کربلا کے بعد ہم اہل بیت کے لئے فخ سے بڑی قتل گاہ نہیں دیکھی گئی، ابوالفرج نے اپنی سند کے ساتھ ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام فخ سے گزرے، وہاں نزول اجلال فرمایا اور نماز میں مشغول ہو گئے جب آپ دوسری رکعت میں پہنچے تو رونے لگے اور آپ کے گریہ کی وجہ سے لوگ بھی رونے لگے جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں سے رونے کا سبب پوچھا وہ کہنے لگے ہم تو آپ کے گریہ کی وجہ سے رو رہے تھے فرمایا میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ جب میں پہلی رکعت میں تھا تو جبریلؑ مجھ پر نازل ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ آپ کی اولاد میں سے ایک شخص شہید ہوگا کہ جس کے ساتھ شہید ہونے والے کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا، اور نصر بن قرواش سے بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن محمد علیہ السلام کو کچھ جانور کرایہ پر مدینہ سے مکہ تک کے لئے دیئے جب ہم نے بطن مرسے (جو کہ ایک منزل کا نام ہے) کوچ کیا تو حضرت نے فرمایا جب مقام فخ پر پہنچیں تو مجھے بتانا، میں نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فخ کون سی جگہ ہے فرمایا، کیوں نہیں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے نیند نہ آ جائے اور ہم اس جگہ سے گزر جائیں، راوی کہتا ہے کہ جب ہم مقام فخ پر پہنچے تو میں نے حضرت کے محمل کو حرکت دی اور کھنکارا، آپ سوئے ہوئے تھے وہ بیدار ہوئے میں نے عرض کیا، یہ جگہ فخ ہے، فرمایا میرا اونٹ قطار سے باہر کرو اور اونٹوں کی قطار کو متصل کر دو، میں نے ایسا ہی کیا اور آپ کا اونٹ سڑک سے الگ لے گیا اور اسے بٹھا دیا حضرت محمل سے باہر آئے اور فرمایا کہ پانی کا ظرف لے آؤ، جب میں نے آبخورہ آپ کو دیا تو آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی پھر آپ سوار ہوئے اور ہم وہاں سے چل دیئے، میں نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں یہ نماز مناسک حج میں داخل ہے فرمایا، نہیں، لیکن اس جگہ ایک شخص ہم اہل بیت میں سے شہید ہوگا کہ جن کی ارواح جسموں سے پہلے بہشت میں جائیں گی۔

خلاصہ یہ کہ حسین بن علی شخص جلیل القدر سخی الطبع تھے اور ان کے جود وسخا اور بخشش کے واقعات مشہور ہیں، حسن بن ہذیل سے مروی ہے کہ حسین بن علی کا ایک باغ تھا کہ جسے چالیس ہزار دینار پر فروخت کیا اور وہ رقم آپ نے اپنے گھر کے دروازے پر ڈال دی اور مٹھیاں بھر بھر کر مجھے دینے لگے کہ میں فقراء اہل مدینہ میں جا کر تقسیم کر دوں، وہ رقم فقراء کو بخش دی اور

اس میں سے ایک دمڑی بھی اپنے گھر نہ لے گئے یہ بھی روایت ہے کہ شخص آنجناب کی خدمت میں آیا اوران سے کسی چیز کا سوال کیا حسین کے پاس کچھ نہیں تھا اس سے کہنے لگے بیٹھ جاؤ تا کہ میں تیرے لئے کچھ تحصیل کروں پھر کسی کو گھر بھیجا کہ میرے کپڑے لے آؤ تا کہ دھونے کے لئے دیئے جائیں جب ان کا لباس لا یا گیا تو وہ اس شخص دے دو دیے جائیں جب ان کا لباس لا یا گیا تو وہ اس شخص کو دے دیا، ان کی شہادت کی کیفیت مختصر ایوں ہے کہ جب موسیٰ ہادی عباسی تخت سلطنت پر بیٹھا تو اسحاق بن عیسیٰ بن علی کو والی مدینہ بنادیا، اسحاق نے بھی ایک شخص کو (جو عمر بن الخطاب کی اولاد میں سے عبدالعزیز بن عبداللہ کے نام سے مشہور تھا) مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کیا، وہ شخص عمری علوئین کے ساتھ سخت برتاؤ اور بدسلوکی کرتا تھا اس نے یہ دستور مقرر کیا تھا کہ علوئیین ہر روز اس کے پاس آئیں اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل مقرر کیا تھا ان میں سے حسین بن علی یحییٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن محمد بن عبداللہ محض کو کفیل وضامن قرار دیا کہ علوئیین میں سے جس کو وہ عمری چاہے یہ حضرات اس کے پاس لے آئیں گے یہ کیفیت یوں ہی رہی یہاں تک کہ ستر آدمی شیعوں میں سے اپنے شہروں سے حج کے لئے روانہ ہوئے جب وہ مدینہ آئے تو بقیع میں ابن افلح کے گھر ان کا قیام تھا اور وہ ہمیشہ حسین بن علی اور باقی علوئیین سے ملاقات کرتے رہتے، یہ خبر اس عمری کو ہوئی تو اسے اچھا نہ لگا اور اس سے پہلے بھی عمری حسن بن محمد بن عبداللہ کو ابن جندب ہذلی شاعر اور عمر بن خطاب کے ایک غلام کے ساتھ گرفتار کر چکا تھا اور اس نے مشہور کیا تھا کہ انہوں نے شراب پی ہے اوران پر حد شراب جاری کی جائے حسن بن محمد کو اسی کوڑے لگائے اور حکم دیا تھا کہ ان کی گردن میں رسی ڈالی جائے اور انہیں ننگی پشت کے ساتھ مدینہ میں پھرایا جائے تا کہ یہ رسوا وذلیل ہوں، خلاصہ یہ کہ جب عمری نے شیعوں کے مدینہ میں آنے کی خبر سنی تو علوبین کی روزانہ کی پیشی میں سختی کر دی اور ابوبکر بن عیسیٰ جولا ہے کو ان کا نگران مقرر کیا، پس جمعہ کے دن انہیں پیشی کے لئے حاضر کیا گیا اور انہیں اجازت نہ دی کہ وہ اپنے گھروں کو جائیں یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، تو ان کو حکم دیا کہ جا کر وضو کریں اور مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوں نماز کے بعد دوبارہ ابن حائک (جولاہا) نے انہیں جمع کیا اور مقصورہ میں نماز عصر تک انہیں قید رکھا پھر انہیں بلایا تو حسن بن محمد کو نہ پایا یحییٰ اور حسین سے کہا کہ حسن کو حاضر کرو ورنہ تمہیں قید کر دوں گا، اور ان کے اور ابن حائک کے درمیان کافی باتیں ہوئیں بالآخر یحییٰ نے اس کو گالی دی اور باہر چلا آیا، ابن حائک نے یہ خبر عمری کو دی اس نے حسین اور یحییٰ کو بلا کر ڈرایا دھمکایا اور بہت سی ردوبدل کی باتوں کے بعد عمری نے کہا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ حسن بن محمد کو حاضر کرو، ورنہ میں حکم دوں گا کہ سویقہ (بازار) کو خراب کر دیں یا آگ لگادیں اور حسین کو ہزار تازیانہ لگاؤں گا، اور حسن بن محمد کی گردن اڑادوں گا، یحییٰ نے قسم کھائی کہ میں آج رات نہیں سوؤنگا، جب تک حسن کو تیرے گھر نہ لے آؤں، پس حسین ویحییٰ عمری کے مکان سے نکلے، حسین نے یحییٰ سے کہا لھذا ہوا کہ تم نے قسم کھائی کہ حسین کو عمری کے پاس حاضر کرو گے، یحییٰ نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حسن کو اپنی تلوار سے ساتھ حاضر کروں گا اور عمری کا سر قلم کروں گا، حسین نے کہا یہ بات بھی اچھی نہیں کیونکہ ہمارے خروج کی مدت ابھی باقی ہے خلاصہ یہ کہ حسین نے حسن کو بلایا اور اسے واقعہ سنایا اور کہا اب جہاں چاہو چلے جاؤ اوراپنے آپ کو اس فاسق کے ہاتھ سے چھپاؤ، حسن کہنے لگا نہیں خدا کی قسم میں ایسا

نہیں کروں گا کہ تمہیں مصیبت و سختی میں مبتلا کر کے خود راحت و آرام میں رہوں، بلکہ تمہارے ساتھ جاؤں گا اور اپنا ہاتھ عمری کے ہاتھ میں دوں گا حسین نے فرمایا ہمیں یہ پسند نہیں کہ عمری تجھے تکلیف پہنچائے اور رسول خدا قیامت کے دن ہمارے خصم و دشمن ہوں بلکہ ہم اپنی جان تجھ پر فدا کریں گے پس حسین نے کسی کو یحییٰ سلیمان اور ادریس فرزندان عبداللہ محض اور عبداللہ بن حسن بن علی بن علی بن الحسین (فوافطس کے لقب سے مشہور تھا) اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا اور اپنے بھائی حسن کے بیٹے عمر اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم غمر اور عبداللہ فرزند امام جعفر صادقؑ اور اپنے نوجوانوں اور موالیوں کے پاس بھیجا، یہاں تک کہ اولاد علی علیہ السلام میں سے بائیس افراد جمع ہوئے اور کچھ موالی اور دس افراد حاجی جمع ہو گئے جب صبح کی نماز کا وقت آیا اور موذن منارہ پر گیا تو عبداللہ افطس ننگی تلوار لئے ہوئے منارہ پر گیا اور موذن سے کہا کہ اذان میں حی علی خیر العمل کہو جب موذن نے ننگی تلوار دیکھی تو اس نے حی علی خیر العمل کہا، جب عمری نے اذان میں یہ کلمہ سنا تو اسے فتنے کا احساس ہوا اور دہشت زدہ ہو کر چلانے لگا، کہ میرا خچر گھر میں لے آؤ اور زیادہ وحشت و دہشت کی وجہ سے کہتا تھا مجھے تھوڑا دانہ پانی دو، یہ کہہ کر اپنے گھر سے نکلا اور مسلسل تیزی سے بھاگ رہا تھا اور خوف کے مارے گوز کرتا (پادتا) تھا، یہاں تک کہ اپنے آپ کو علوئیین کے ہاتھ سے بچا لے گیا، پس حسین آگے بڑھے اور صبح کی نماز ادا ہوئی اس وقت حسن بن محمد کو بلایا اور ان گواہوں کو جنہیں عمری نے ان پر مقرر کیا تھا بلا کر کہا کہ یہ حسن حاضر ہے اب عمری کو لے آؤ، تاکہ حسن اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ تمام علوئیین سوائے حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ اور حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کے اس واقعہ میں شریک تھے، پھر حسین نماز کے بعد منبر پر گئے اور خطبہ دیا جس میں لوگوں کو جہاد کے لئے ابھارا، پس اس وقت حماد بریدی (یا خالد بریری) جو بادشاہ کی طرف سے نگہبانی کے لئے ہتھیاروں سمیت رہتا تھا وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باب جبریل علیہ السلام میں آ پہنچا، اس کی نگاہ یحییٰ پر پڑی کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے حماد نے چاہا کہ پیادہ ہو کر اس سے جنگ کرے کہ یحییٰ نے اسے مہلت نہ دی اور اس کی پیشانی پر اس طرح تلوار کی ضرب لگائی کہ اس کی کھوپڑی اڑ گئی اور وہ اپنے گھوڑے سے زمین پر گر گیا اور مر گیا، پس یحییٰ نے اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا لشکریوں نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اسی سال عباسیوں کا ایک گروہ مثل عباس بن محمد بن سلیمان کے بیٹے موسیٰ بن عیسیٰ منصور دوانقی کا چچا زاد بھائی بہت سے ہتھیاروں اور لشکر کے ساتھ سفر حج کے لئے آیا اور موسیٰ ہادی نے محمد بن سلیمان کو جنگ کی کمان دے دی تھی ادھر سے حسین بن علی بھی اپنے اصحاب اور اہل بیت کے ساتھ تین سو افراد تھے، حج کے ارادے سے مدینہ سے نکلے، جب مکہ کے قریب زمین فخ میں پہنچے جو کہ مکہ کے قریب ایک وادی ہے تو عباسیوں سے ان کا آمنا سامنا ہوا، پہلی دفعہ تو عباس نے حسین بن علی کے سامنے امان پیش کی تو حسین نے امان لینے سے انکار کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی اور صلح کے طریقہ کو چھوڑ کر جنگ شروع کی گئی، روز ترویہ کی صبح کے وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ ہوئے موسیٰ بن عیسیٰ نے لشکر کو درست کیا، محمد بن سلیمان کو میمنہ میں اور موسیٰ کو میسرہ اور سلیمان کو قلب لشکر میں جگہ دی، پس موسیٰ نے جنگ کی ابتداء کی اور اپنے لشکر کے ساتھ جو میسرہ میں تھا، علویوں پر حملہ کیا انہوں نے بھی

عباسیوں پر حملہ کیا، موسیٰ نے انہیں دھوکہ دینے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کیا اور وادی کے اندر چلے گئے اور علوی بھی تعاقب میں وادی کے اندر داخل ہو گئے اور یحییٰ غضب ناک شیر کی طرح ان پر حملہ کرتا تھا جبکہ ایک ہی حملہ میں حسین کے اکثر ساتھی شہید ہو گئے یہاں تک کہ سلیمان بن عبداللہ محض بن اسحاق بن ابراہیم غمر شہید ہو گئے اور جنگ کے دوران حسن بن محمد کی آنکھ میں تیر لگا لیکن وہ تیر کی پرواہ کیے بغیر مسلسل جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ محمد بن سلیمان نے چلا کر کہا: اے ماموں کے بیٹے تمہارے لئے امان ہے اپنے آپ کو موت کے منہ میں نہ ڈالو، حسن کہنے لگا خدا کی قسم تم جھوٹ بولتے ہو لیکن میں امان قبول کرتا ہوں پس اپنی تلوار توڑ دی، اور ان کے پاس چلا گیا عباس نے اپنے بیٹے سے کہا خدا تجھے قتل کرے اگر تو نے حسن کو قتل نہ کیا موسیٰ بن عیسیٰ نے بھی اس کے قتل پر اکسایا پس عبداللہ اور ایک روایت ہے کہ موسیٰ بن عیسیٰ نے حسن کی گردن اڑا دی اور اس کو شہید کر دیا، ایک شخص نے روایت کی ہے جو واقعہ فخ میں موجود تھا کہ میں نے حسین بن علی کو دیکھا کہ گھمسان کی جنگ کے دوران زمین پر بیٹھ گئے اور کسی چیز کو زمین میں دفن کر دیا، پھر پلٹ کر جنگ میں مشغول ہو گئے میں نے خیال کیا کہ کوئی قیمتی چیز ہو گی کہ وہ نہیں چاہتے کہ ان کی شہادت کے بعد عباسیوں کے ہاتھ لگے، لہذا اسے دفن کر دیا ہے میں نے توقف کیا جب جنگ ختم ہوئی تو میں اس دفن شدہ چیز کی تلاش میں نکلا، جب مجھے وہ جگہ مل گئی اور میں نے وہاں سے مٹی ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ ان کے چہرہ کا ایک ٹکڑا ہے جو کٹ گیا تھا اور وہ انہوں نے دفن کر دیا، خلاصہ یہ کہ حماد ترکی نے چلا کر کہا جو کہ عباسیوں کے لشکر میں تھا کہ اے قوم مجھے حسین بن علی کی نشاندہی کراؤ تا کہ میں اسے ٹھکانے لگاؤں، جب اسے حسین کی نشاندہی کرائی گئی تو اس خبیث نے حسین کی طرف ایک تیر چھوڑا اور انہیں شہید کر دیا، پس محمد بن سلیمان نے اسے سو کپڑے اور ایک لاکھ درہم بطور انعام دیئے، خلاصہ یہ کہ حسین کے لشکر کو شکست ہوئی اور ان میں سے کچھ لوگ زخمی اور قید ہو گئے پس شہداء کے سر بدن سے الگ کئے گئے، اور وہ ایک سو سر سے زیادہ تھے اور ان سروں کو قیدیوں سمیت موسیٰ ہادی کے پاس لے گئے موسیٰ خبیث نے حکم دیا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے پھر حسین کے سر کو موسیٰ ہادی کے پاس رکھا گیا، موسیٰ نے کہا کیا تم طاغوتوں میں سے کسی طاغوت و سرکش کا سر میرے پاس لائے ہو تمہاری کم از کم سزا یہ ہے کہ تمہیں ہر قسم کے انعام اور عطیہ سے محروم کر دیا جائے، خلاصہ یہ کہ حسین کی شہادت کی خبر مدینہ میں جب عمری کو ملی، تو اس نے حکم دیا کہ حسین، ان کے خاندان اور عزیزوں کے مکانات جلا دیئے جائیں اور ان کے مال لوٹ لئے جائیں ابوالفرج نے ابراہیم قطان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حسین بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے ہم نے خروج نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ہم نے اپنے اہل بیت موسیٰ بن جعفرؑ سے مشورہ کیا، تو حضرت نے ہمیں خروج کا حکم دیا اور منقول ہے کہ جب محمد بن سلیمان عباسی کی موت کا وقت آیا تو جو لوگ اس کے پاس تھے وہ اسے تلقین شہادت کرتے تھے اور وہ شہادتین کے بجائے یہ شعر پڑھتا تھا یہاں تک کہ مر گیا مردود:

الا لیت امی لسم تلدنی ولم اکن
لقیت حینا یوم فخ ولا هسن

کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور میں نے فخ کے دن حسین اور حسن سے جنگ نہ کی ہوتی اور واقعہ فخ ۱۶۹ھ میں ہوا، اور کافی شعراء نے حسین کا مرثیہ کہا ہے اور آپ کی شہادت کی رات بنوعطفان میں مسلسل ہاتف کی آواز ان کے مرثیہ میں بلند رہی اور وہ کہتا تھا:

الا یالقوم للسواد المصبح
ومقتل اولاد النبی ببلاح
لیبك حسینا کل کھل وامرد
من الحن ان لم یبك من انس لوح
فانی لجنی وان معر سی
لبالبرقة السودآء من دون رحزح

ہائے افسوس! اس قوم اور صبح کے وقت جنگ کرنے والے لشکر پر اور اولا دنبیؐ کے چٹیل میدان میں شہید ہونے کے لئے حسین کو ہر بوڑھا و جوان جن روئے گا، اگر انسانوں میں کوئی نوحہ کرنے والا نہیں اور میں ایک جن ہوں میری قیام گاہ برقۃ السوداء میں ہے زحزح مقام سے اس طرف۔

لوگوں نے یہ اشعار سنے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ کیا بات ہے جب شہادت حسین کی خبر آئی تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ جناب حسین کا مرثیہ پڑھتے تھے اور طالبیین میں سے جو لوگ حسین بن علی کے ساتھ تھے (وہ یہ ہیں) یحیٰی وسلیمان وادریس عبداللہ محض کے بیٹے اور علی بن ابراہیم بن حسن اور ابراہیم بن اسماعیل طباطبا اور حسن بن محمد عبداللہ محض، عبداللہ اور عمر اسحاق بن حسن بن علی بن حسین کے دو بیٹے، اور عبداللہ بن اسحاق بن ابراہیم بن حسن مثنٰی جیسا کہ ابوالفرج نے مدائنی سے نقل کیا ہے اور مسعودی کی روایت ہے کہ شہداء فخ کے لاشے تین دن تک زمین پر پڑے رہے اور انہیں کسی نے دفن نہیں کیا، یہاں تک کہ درندوں اور پرندوں نے ان کی لاشوں کو کھالیا۔

جعفر بن حسن مثنٰی اور اس کی اولاد کے حالات

ابوالحسن جعفرؓ بن حسن بہت تیز گفتار تھا اسے بنی ہاشم کے خطباء میں سے شمار کیا جاتا تھا، وہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور وہ بھی منصور کی قید میں رہا، لیکن اسے رہا کر دیا اور وہ مدینہ واپس آیا اور جب اس کی عمر ستر سال کو پہنچی تو اس نے مدینہ

میں وفات پائی، اس کے چار بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔(۱) عبداللہ (۲) قاسم (۳) ابراہیم (۴) حسن (۵) فاطمہ (۶) رقیہ (۷) زینب (۸) ام الحسن (۹) ام الحسین (۱۰) ام القاسم، عبداللہ اور قاسم لاولد تھے اور ابراہیم کی ماں رومی کنیز تھی، اور اس کے پوتوں میں سے عبداللہ بن جعفر بن ابراہیم ہے جس کی ماں آمنہ عبداللہ بن حسین اصغر بن علی بن الحسین علیہما السلام کی بیٹی تھی، اور عبداللہ نے مامون کی خلافت کے زمانہ میں فارس کا سفر کیا، ایک دفعہ وہ ایک درخت کے نیچے سویا ہوا تھا کہ خارجیوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا، سوائے ایک بیٹی کے اس کی کوئی اولاد نہ تھی، اس کی لڑکی نے محمد بن جعفر بن عبداللہ بن حسین اصغر سے شادی کر لی اور اس کے گھر میں ہی اس کی وفات ہوئی اور ابراہیم بن جعفر کی نسل ختم ہوگئی اور حسن بن جعفر وہ شخص ہے جو جنگ فخ میں شریک نہیں ہوا، اس کی چند لڑکیاں اور پانچ بیٹے تھے (۱) سلیمان (۲) ابراہیم (۳) محمد (۴) عبداللہ (۵) جعفر اور اس کی بیٹیوں میں سے فاطمہ الکبریٰ ہے جو ام جعفر کے نام سے مشہور تھی اور اس سے عمر بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے شادی کی اور سلیمان و ابراہیم باپ کی زندگی میں وفات پا گئے، اور محمد سلیق کے لقب کے ساتھ مشہور تھا اور اس کی ماں ملیکہ داؤد بن حسن بن حسن مثنیٰ کی بیٹی تھی اور اس کی ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے، عائشہ، محمد اور علی، علی ابن محمد یہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کی سات اولادیں تھیں اور اس کے پوتے پڑپوتے مختلف شہروں میں پھیل گئے کچھ راوند میں کچھ ہمدان میں اور بعض قزوین و مراغہ میں ساکن ہوئے ان میں سے راوند کاشان میں سید عالم فاضل کامل ادیب محدث و مصنف ضیاء الدین ابوالرضا فضل اللہ بن علی بن حسین بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن محمد بن عبیداللہ بن حسن بن علی بن محمد سلیق صاحب کتاب ضور الشہاب شاگرد ابوعلی بن شیخ الطائفہ تھے، عبداللہ بن حسن بن جعفر کے چار بیٹے تھے محمد، جعفر، حسن، اور عبداللہ اس کی ماں علویوں میں سے تھی اور محمد کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی اور لقب باغر تھا، اور یہ لقب اسے اس لئے ملا کہ اس نے باغر کے ساتھ (جو کہ متوکل عباسی کا غلام تھا اور بہت طاقتور تھا اور اس نے متوکل کو تلوار مار کر قتل کر دیا تھا) کشتی کی اور اسے زیر کر لیا تھا لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس سید کا لقب باغر رکھ دیا، اس کی کافی اولاد ہے اور محمد کا بھائی عبداللہ امیر جلیل تھا، مامون نے اسے کوفہ کی گورنری دی اور ابونصر بخاری کہتا ہے کہ کاشان اور نیشاپور میں عبداللہ کی بہت سی اولاد ہے اور جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے ساتھ بیٹے اور تین بیٹیاں اور اس کی سب بیٹیوں کے نام محمد ہیں اور ہر ایک کی کنیت اس طرح ہے ابوالفضل محمد، ابوالحسن محمد، ابواحمد محمد، ابوجعفر محمد، ابوعلی محمد، ابوالحسین محمد، ابوالعباس محمد، اور اس کی بیٹیوں کے نام فاطمہ، زینب، اور ام محمد ہے، ابوالفضل محمد نے مستعین کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا اور ابن طاہر نے تولیت کوفہ کا دھوکہ دے کر اسے گرفتار کر کے سر من رائے (سامرہ) کی طرف روانہ کیا اور اسے قید کر دیا، اس نے قید میں ہی وفات پائی اس کی اولاد بہت ہوئی اور انہوں نے بغداد میں امامت کی اور ابوالحسن محمد بن جعفر نقیب طالبین بغداد ہے کہ جس کا لقب ابوقیراط تھا اور ابواحمد ابوجعفر اور ابوالعباس لاولد تھے البتہ ابوعلی اور ابوالحسین صاحب اولاد تھے۔

داؤد بن حسن مثنیٰ اور اس کی اولاد کا تذکرہ

داؤد بن حسن کی کنیت ابوسلیمان ہے وہ اپنے بھائی عبداللہ محض کی طرف سے صدقات امیر المومنین کی تولیت رکھتا تھا، اسے بھی منصور نے قید میں ڈالا اس کی والدہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نالہ وزاری کی تو حضرت نے اسے دعا استفتاح جو دعائے ام داؤد کے نام سے مشہور ہے تعلیم فرمائی داؤد کی والدہ پندرہ رجب کو اسی طرح وہ عمل بجالائی جس طرح حضرت نے اسے تعلیم دیا تھا اور وہ داؤد کی خلاصی کا سبب ہوا، وہ مدینہ کی طرف واپس آیا اور ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی داؤد کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، عبداللہ، سلیمان، ملیکہ اور حمادہ اور ان سب کی والدہ ام کلثوم امام زین العابدینؑ کی شہزادی تھیں اور ملیکہ اپنے چچازاد حسن بن جعفر بن حسن مثنیٰ کے نکاح میں تھی اور عبداللہ کے دو بیٹے تھے ایک محمد ارزق اور وہ شخص فاضل اور پارسا تھا اور اس کی اولاد ہوئی لیکن ختم ہوگئی اور دوسرے بیٹے کا نام علی تھا، اسے ابن محمد یہ کہتے ہیں، اس نے مہدی خلیفہ کی قید میں وفات پائی اس کی کئی اولادیں تھیں کہ جن میں ایک سلیمان ہے اور وہ عظیم شخص تھا اور سلیمان بن داؤد کا ایک بیٹا ہوا، جس کا نام محمد ہے اور اس نے ابوالسرایا کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا، ایک قول ہے کہ وہ مارا گیا اور اس کے متعلقین میں سے آٹھ بچے تھے، سلیمان، موسیٰ، داؤد، اسحاق، حسن، فاطمہ، ملیکہ، اور کلثوم اور ان کی آگے کافی اولادیں ہے، اور حسن طاؤس کا دادا ہے جو کہ آل طاؤس کا باپ ہے اور مناسب ہے کہ یہاں آل طاؤس کا ذکر کیا جائے۔

طاؤس و آل طاؤس کا ذکر اور بنی طاؤس کے کچھ حالات

طاؤس ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن حسن بن محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام ہے کہ جسے حسن وجہ اور لطف شمائل کی وجہ سے طاؤس کا لقب دیا گیا اور اس کی اولاد عراق میں رہتی تھی اور انہیں میں سے سید عالم زاہد مصنف جلیل القدر، جمال الدین صاحب کرامات نقیب النقبا رضی الدین علی بن موسیٰ ہے (سید ابن طاؤس) اور ان کی والدہ شیخ زاہد امیر ورام بن ابی فتراس کی بیٹی تھیں، یہی وجہ ہے کہ شاعر ان کی مدح میں کہتا ہے کہ ورام ماں کی طرف سے ان کا جد ہے اور محمد باپ کی طرف سے جد ہے، خلاصہ یہ کہ بنی طاؤس علماء کے درمیان افاضل آل طاؤس کا ایک گروہ ہے اور ان میں سے زیادہ مشہور سید اجل رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد ہیں اور کتب ادعیہ زیارات وفضائل میں جو ابن طاؤس استعمال ہوتا ہے اس سے آنجناب مراد ہوتے ہیں، دوسرے ان کے بھائی عالم جلیل جمال الدین احمد ہیں جو کہ فقہ اور علم رجال میں یگانہ روزگار تھے اور کتب فقہیہ اور رجالیہ میں ابن طاؤس سے یہ مراد ہوتے ہیں، تیسرے جمال الدین احمد کے بیٹے سید نبیل عبدالکریم صاحب کتاب فرحۃ الغربی جو حافظ اور عمدگی فہم میں اجلہ علماء اور یکتائے زمانہ میں سے تھے، چوتھے عبدالکریم کے بیٹے ہیں رضی

الدین ابوالقاسم علی بن عبدالکریم پانچویں سید رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد صاحب کتاب زوائد الفوائد جو نام اور کنیت میں اپنے پدر امجد کے ساتھ شریک تھے اور کبھی کبھی ان کے بھائی سید جلال الدین محمد کے لئے بھی ابن طاؤس کا لقب استعمال ہوتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار نے جس کے لئے کتاب کشف المحجہ تصنیف کی تھی اور صاحب ناسخ التواریخ نے آل طاؤس کے حالات کے ذیل میں کہا ہے کہ ان کی جلالت قدر درجہ کمال پر تھی، خلیفہ ناصر نے چاہا کہ نقابت طالبین سید رضی الدین کے سپرد کرے انہوں نے اشتغال عبادت وعلم کی وجہ سے معذرت چاہی اور ہلاکو خان کے بغداد پر غلبہ حاصل کرنے اور معتصم کے قتل ہونے پر نقابت طالبین سید رضی الدین کے پاس آ گئی، اور چاہا کہ معذرت کریں لیکن خواجہ نصیر الدین نے منع کیا رضی الدین کو خوف لاحق ہوا کہ اگر سرتابی کی تو ہلاکو کے ہاتھوں ذلیل۔۔۔۔۔۔ہو جاؤں گا لہذا جبراً وکرہاً نقابت قبول کی، ان کی تصانیف قابل استفادہ ہیں مثلاً کتاب مہج الدعوات، کتاب تتمات مصباح المتہجد و مہمات صلاح المتعبد، کتاب الملهوف علیٰ قتلی الطفوف اور وہ بزرگوار مستجاب الدعوۃ تھے اور اس امر کی صداقت پر بہت سی خبریں ملتی ہیں، کہتے ہیں کہ وہ اسم اعظم جانتے تھے اور اپنی اولاد سے کہا کہ میں نے کئی مرتبہ استخارہ دیکھا ہے کہ تمہیں بتاؤں لیکن اجازت نہیں ملی اور وہ میری کتب میں محفوظ ومکتوب ہے، تم پر لازم ہے کہ ان کا مطالعہ کر کے اسے حاصل کرو، اور سید جمال الدین احمد کا ایک بیٹا عبدالکریم غیاث الدین ہے، یہ سید عالم جلیل القدر خاص وعام کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت رکھتے تھے اور ان کی ایک کتاب الشمل المنظوم فی اسماء مصنفی العلوم ہے، اس کے علاوہ ان کے کتب خانہ میں دس ہزار عمدہ کتابیں تھیں اور نقیب رضی الدین علی بن موسیٰ کے دو بیٹے تھے ایک محمد جس کا لقب صفی الدین جو مصطفی کے لقب سے مشہور تھے، دوسرے علی رضی الدین معروف بمرتضیٰ اور صفی الدین شخص باوقار تھے لیکن لاولد وفات پائی اور ان کا سلسلہ ختم ہو گیا اور رضی الدین علی باپ کے بعد نقیب النقباء ہوئے ان کی ایک بیٹی تھی جو شیخ بدر الدین المعروف شیخ المشائخ کے نکاح میں تھی اور ایک بیٹا قوام الدین نامی تھا جو ابھی بچہ تھا کہ اس کا والد فوت ہو گیا، اسے سلطان سعید اولجائتو نے بلوایا اور اپنے زانو پر بٹھایا اور بہت شفقت ونوازش اس پر کی اور اسے بچپنے کے عالم میں اپنے باپ کی جگہ نقیب النقباء قرار دیا اور رضی الدین موسیٰ کی ایک بیٹی فخر الدین محمد بن کتیلہ حسینی کے نکاح میں تھی اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جسے علی الہادی کہتے ہیں اور وہ لاولد ماں باپ کی زندگی میں فوت ہو گیا، قوام الدین کے دو بیٹے تھے ایک عبداللہ جس کی کنیت ابوبکر تھی اور لقب نجم الدین اور دوسرا عم نجم الدین بغداد، حلہ اور سرمن رائی (سامراء) کا نقیب تھا اور باپ کے بعد نقیب النقباء کے لقب سے مشہور ہوا، لیکن وہ شخص ضعیف الحال تھا اپنے خاندان کے کچھ اموال واملاک کو اس نے ضائع کیا اور جو کچھ بچ گیا تھا وہ نجم الدین نے تلف کر دیا، ۵۷۷ھ میں وفات پائی، اس کی جگہ پر اس کا بھائی نقیب ہوا، اور ایک شخص عراق کے بنی طاؤس میں سے سید مجد الدین ہے صاحب کتاب البشارۃ کہ جس میں ہونے والے اخبار وآثار بیان ہوئے ہیں، اور مغلوں کا غلبہ اور بنی العباس کی حکومت کا خاتمہ اس میں بیان کیا ہے، جب ہلاکو خان بغداد کے قریب پہنچا تو سید مجد الدین سادات وعلماء حلہ کے ایک وفد کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے گئے اور وہ کتاب بادشاہ کو پیش کی ہلاکو نے اس کی بڑی عظمت

وتو قیر کی اور حلہ مشہدین (کربلا و نجف) اور ان کے اطراف کے لئے امان نامہ بھیجا اور جب بغداد میں آپ آتو اس نے حکم دیا کہ منادی کرائی جائے، کہ جو شخص حلہ اور اس کے اطراف کا رہنے والا ہے وہ سلامتی کے ساتھ باہر چلا جائے۔

اور وہ لوگ بغیر کسی تکلیف وضرر کے واپس چلے گئے، لیکن شیخ جلیل حسن بن سلیمان حلی شاگرد شہید اول نے کتاب منتخب البصائر میں تاب البشارۃ کی نسبت سید علی بن طاؤس کی طرف دی ہے، و اللہ تعالیٰ **ھو العالم**۔عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے مقتل کا بیان ختم ہوا، اور ان کے بیٹے محمد و ابراہیم کے قتل کا بیان بھی ختم ہوا، جیسا کہ ہم نے امام حسنؑ کی اولاد کو شمار کرتے وقت وعدہ کیا تھا، مخفی نہ رہے کہ جب ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان مارا گیا اور بنی امیہ کی حکومت زوال کا شکار ہوئی تو بنی عباس اور بنی ہاشم کا ایک گروہ کہ جن میں ابوجعفر منصور اور اس کے دو بھائی سفاح اور ابراہیم بن محمد اور اس کا چچا صالح بن علی اور عبداللہ محض اور اس کے دو بیٹے محمد و ابراہیم اور اس کا بھائی محمد دیباج وغیرہ مقام ابوا میں جمع ہوئے اور انہوں نے اتفاق کیا کہ عبداللہ محض کے بیٹوں کی بیعت کریں اور ان میں سے ایک کو خلیفہ بنائیں، ان میں سے محمد بن عبداللہ کا انہوں نے انتخاب کیا کیونکہ مہدی کہتے تھے، اور خاندان رسالتؐ سے ان کے کانوں میں یہ خبر پڑی تھی کہ مہدی آل محمدؐ جو پیغمبر کا ہمنام ہوگا وہ زمین کا مالک ہوگا اور مشرق ومغرب عالم کو بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پر ہوں گے عدل وانصاف سے پر کرے گا، لہذا نہوں نے محمد کی طرف بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے اور اس کی بیعت کر لی، پس انہوں نے کسی کو بھیج کر عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادقؑ کو بلایا، عبداللہ نے کہا تم لوگ حضرت کو فضول میں بلا رہے ہو کیونکہ وہ تمہاری رائے کو درست نہیں سمجھیں گے، جب آنجناب تشریف لائے عبداللہ نے آپ کے لئے جگہ بنائی اور انہیں اپنے سامنے پاس بیٹھایا اور صورت حالات ان کے سامنے بیان کی، آپ نے فرمایا، یہ کام نہ کرو کیونکہ اگر تم محمد کی بیعت اس خیال سے کر رہے ہو کہ وہ مہدی موعود ہے تو یہ خیال غلط ہے اور یہ مہدی نہیں ہے اوور یہ وقت اس کے خروج کا نہیں اور اگر یہ بیعت اس لئے ہے تا کہ خروج کرو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو پھر بھی محمد کی بیعت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ بنی ہاشم کے ۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ حسد آپ کو ان کی بیعت سے روک رہا ہے، حضرت نے سفاح کی پشت پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، خدا کی قسم یہ بات حسد کی بناء پر نہیں بلکہ حکومت اس شخص کی اس کے بھائیوں اور ان کی اولاد کی ہوگی نہ کہ تمہاری پھر آپ نے عبداللہ محض کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا؟؟؟؟ یہ کہہ کر آپ کھڑے ہو گئے اور عبدالعزیز بن عمران زہری کے ہاتھ کا سہارا لیا اور باہر چلے گئے اور عبدالعزیز سے فرمایا تو نے زرد چادر والے شخص یعنی منصور کو دیکھا ہے، کہنے لگا جی ہاں، فرمایا خدا کی قسم وہ عبداللہ کو قتل کرے گا، عبدالعزیز نے کہا اور محمد کو بھی قتل کرے گا؟ فرمایا ہاں! عبدالعزیز کہتا ہے کہ میں نے دل میں کہا پروردگار کعبہ کی قسم یہ بات حسد کی وجہ سے ہے لیکن میں دنیا سے نہ گیا جب تک دیکھ نہ لیا کہ وہی ہوا جو حضرت نے خبر دی تھی، خلاصہ یہ کہ حضرت کے چلے جانے کے بعد اہل مجلس منتشر ہو گئے، عبدالصمد اور منصور حضرت کے پیچھے چلے گئے جب آپؑ کے قریب پہنچے تو کہا کیا یہ واقعہ ہے جو آپ نے مجلس میں کہا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں خدا کی قسم! یہ ان علوم میں سے ہے جو ہم تک پہنچے ہیں، بنی عباس نے حضرت کے بات پلے باندھ لی

اور اس دن سے انہوں نے حکومت سے اپنا دل وابستہ کرلیا اور اس معاملہ کی تیاری میں لگ گئے یہاں تک کہ انہوں نے حکومت حاصل کر لی۔

ہمارے شیخ مفید نے عنبسہ بن نجاد عابد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام جب محمد بن عبداللہ بن حسن کو دیکھتے تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہو جاتیں، پھر فرماتے میری جان اس پر قربان ہو لوگ اس کے متعلق کہتے ہیں، حالانکہ یہ قتل ہو جائے گا، مولف کہتا ہے کہ اگر چہ عبداللہ کی گفتگو جو حضرت صادقؑ سے ہوئی اس سے ان کی بری رائے کا اظہار ہوتا ہے لیکن بہت سی روایات ان کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور اس کے بعد بیان ہو گا کہ حضرت صادقؑ ان کے بہت روئے جب انہیں مدینہ سے قید کر کے کوفہ کی طرف لے جا رہے تھے آپ نے انصار کو نفرین کی، زیادہ حزن وملال کی وجہ سے آپ کو بخار آ گیا، آپ نے عبداللہ اور ان کے اہل خانہ کو تعزیت نامہ بھیجا اور عبداللہ کو عبد صالح کے لفظ سے تعبیر کیا، ان کی سعادت کے لئے دعا فرمائی وہ تعزیت نامہ سید اوطاس نے کتاب اقبال میں نقل کیا ہے، وہاں فرمایا ہے کہ حضرت صادقؑ کا یہ خط جو عبداللہ اور ان کے خانوادہ کے لئے ہے دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ معذور ممدوح اور مظلوم تھے اور امام کے حق کو پہچانتے تھے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کتب میں کوئی روایت ہو کہ ان لوگوں نے حضرت کے راستے سے جدائی اختیار کی ہے تو وہ حدیث تقیہ پر محمول ہے اس وجہ سے کہ کہیں ان کے خروج کی نسبت جو نہی عن المنکر کے لئے تھا آئمہ طاہرینؑ کی طرف نہ دی جائے اور اس بات کی تائید وہ روایت کرتی ہے جسے خلاد بن عمیر کندی نے روایت کیا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں آل حسن کی کوئی خبر ہے کہ جنہیں منصور مدینہ سے لے گیا، خلاد کہتا ہے ہمیں ان کی شہادت کی خبر تو تھی لیکن ہم نے نہ چاہا کہ آپ کو ان کی مصیبت کی خبر دیں، ہم نے کہا ہم امید رکھتے ہیں کہ خدا انہیں عافیت وسلامتی دے آپ نے فرمایا ان کے لئے عافیت کہاں ہو گی یہ کہہ کر آپ بلند آواز سے رونے لگے، آپ نے اتنا گریہ کیا کہ ہم بھی ان کے رونے سے رونے لگے، اس وقت فرمایا کہ میرے باپ نے جناب فاطمہ امام حسینؑ کی شہزادی سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے باپ امام حسین سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے اے فاطمہ تیری اولاد میں سے چند افراد فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے کہ ما سبقهم الاولون ولم يدركهم الآخرون کہ گزشتہ لوگ ان سے سبقت نہیں لے سکے اور آنے والے ان کے مقام کو پا نہیں سکیں گے پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ فاطمہ بنت حسینؑ کی اولاد میں سے سوائے ان کے جو قید ہوئے ہیں کوئی بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتا، لہذا یہی ہیں جو فرات کے کنارے شہید ہوں گے پھر سید ابن طاؤس نے چند روایت ان کی جلالت میں اور اس سلسلہ میں وارد کی ہیں کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ ان کا مہدی وہی مہدی موعود ہے جو چاہے سید کی کتاب اقبال الاعمال کے اعمال محرم کی طرف رجوع کرے، خلاصہ یہ کہ محمد ابراہیم ہمیشہ خلافت کی آرزو میں زندگی بسر کرتے رہے اور خروج کی تیاری کرتے رہے یہاں تک کہ ابو العباس سفاح کی خلافت قائم ہو گئی تو یہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوشیدہ ہو گئے لیکن سفاح عبداللہ محض کو بزرگ سمجھتا اور ان کی بہت عزت کرتا تھا، سبط ابن جوزی کہتا ہے کہ ایک دن عبداللہ نے کہا کہ

میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ دس لاکھ درہم میرے سامنے جمع ہوئے ہوں، سفاح نے کہا ابھی آپ دیکھ لیں اور حکم دیا کہ دس لاکھ درہم لائے جائیں اور وہ عبداللہ کو دے دیئے، ابوالفرج روایت کرتے ہیں کہ جب سفاح مسند خلافت پر بیٹھا تو عبداللہ اور ان کا بھائی حسن مثلث سفاح کے پاس گئے، سفاح نے انہیں عطیہ دیا اور ان کا احترام کیا اور عبداللہ کی زیادہ عزت وتکریم کی لیکن کبھی کبھی وہ عبداللہ سے پوچھتا کہ آپ کے بیٹے محمد وابراہیم کہاں ہیں اور وہ آپ کے ساتھ کیوں میرے پاس نہیں آتے، تو عبداللہ کہتا ہے کہ ان کا خلیفہ سے مخفی رہنا کسی ایسی بات کے لئے نہیں جو اس کی ناپسندیدگی کا باعث ہو ہمیشہ سفاح ان سے یہ بات کہتا اور ان کی زندگی کو ناخوشگوار کر دیتا، یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا اے عبداللہ! تو نے اپنے بیٹوں کو چھپا رکھا ہے، یاد رکھو کہ محمد اور ابراہیم دونوں قتل کر دیئے جائیں گے، جب عبداللہ نے یہ بات سنی تو حزن وملال کے عالم میں سفاح کی مجلس سے اپنے گھر واپس آ گئے، حسن مثلث نے (عمدہ المطالب میں حسن کی بجائے ابراہیم عمر اُن کے بھائی کا نام ہے) عبداللہ میں آثار حزن دیکھے تو پوچھا اے بھائی آپ کے حزن وملال کا کیا سبب ہے، عبداللہ نے محمد وابراہیم کے سلسلہ میں سفاح کا مطالبہ بیان کیا، حسن نے کہا اب کی مرتبہ جب سفاح ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہیے کہ ان کے چچا کو ان کے حالات معلوم ہیں تا کہ میں اسے ان باتوں سے خاموش کروں، اس دفعہ جب سفاح نے عبداللہ کے بیٹوں کا ذکر چھیڑا تو عبداللہ نے کہا کہ ان کا چچا ان کے حالات سے باخبر ہے، سفاح نے توقف کیا یہاں تک کہ عبداللہ اس کے دربار سے چلے گئے، تو اس نے حسن مثلث کو بلایا اور محمد وابراہیم کے متعلق اس سے سوال کیا تو حسن نے کہا، اے امیر تجھ سے اس طرح بات کروں جیسے رعیت بادشاہ سے کرتی ہے یا اس طرح گفتگو کروں جیسے انسان اپنے چچا زاد بھائی سے کرتا ہے، سفاح نے کہا اس طرح بات کرو جیسے چچا زاد بھائی سے کرتے ہو کہنے لگا اے امیر مجھے بتاؤ کہ اگر خدا نے مقدر کیا ہے کہ محمد وابراہیم منصب خلافت کو پالیں گے تو کیا آپ اور تمام آسمان وزمین کی مخلوق انہیں روک سکتی ہے؟ کہنے لگا نہیں خدا کی قسم پھر کہنے لگا، اور اگر خدا نے ان کی تقدیر میں خلافت مقدر نہیں کی تو تمام اہل زمین وآسمان اگر اتفاق کر لیں تو وہ انہیں خلافت نہیں دلا سکتے، کہنے لگا نہیں خدا کی قسم حسن نے کہا پھر امیر اس بوڑھے آدمی سے کیوں اس سلسلہ میں یہ سب مطالبہ کرتا ہے اور اپنے احسان ونعمت کو اس کے لئے بدمزہ بناتا ہے، سفاح نے کہا آج کے بعد میں کبھی ان کا نام نہیں لوں گا، اور اس کے جب تک زندہ رہا پھر کبھی ان کا نام نہیں لیا اور سفاح نے عبداللہ کو حکم دیا کہ وہ واپس مدینہ چلے جائیں، یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ سفاح مر گیا اور کار خلافت منصور کے لئے ہموار ہوا اور منصور نے خبث طینت اور اپنی پستی فطرت کی بناء پر محمد وابراہیم کے قتل پر پختہ دلی سے ارادہ کر لیا، اور (۱۴۰ھ) ایک سو چالیس ہجری میں حج کا سفر کیا اور مدینہ کے راستہ سے واپس لوٹا، جب مدینہ پہنچا تو عبداللہ کو بلایا اور اس سے اس کے بیٹوں کے متعلق سوال کیا، عبداللہ نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، منصور خبیث نے گالی گلوچ کی چند باتیں عبداللہ کے ساتھ کیں اور حکم دیا اسے مدینہ میں مروان کے گھر پر قید کر دیا جائے اور ریاح بن عثمان کو اس کا زندان بان مقرر کیا اور عبداللہ کے بعد آل ابوطالبؑ میں سے دوسرے لوگ یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیئے گئے، مثل حسن، ابرہیم، ابوبکر کے جو کہ عبداللہ کے بھائی تھے اور حسن بن جعفر بن حسن مثنی اور سلیمان،

عبداللہ، علی، عباس جوداؤد بن حسن کے بیٹے تھے اور محمد اسحاق جو ابراہیم بن حسن مثنی کے بیٹے تھے اور عباس و علی جو حسن مثلث کے بیٹے تھے اور علی جو محمد نفس زکیہ کے بیٹے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے افراد کہ جن کی طرف اولاد امام حسنؑ کے تذکرہ میں اشارہ ہو چکا ہے، خلاصہ یہ کہ ریاح بن عثمان نے اولاد حسن کے اس گروہ کو قید و بند میں رکھا اور ان پر انتہائی سختی اور شدت کی اور جن دنوں یہ لوگ قید میں تھے کبھی کبھی ریاح بعض نصیحت کرنے والوں کو عبداللہ محض کے پاس بھیجتا کہ وہ اسے نصیحت کریں تا کہ شاید عبداللہ اپنے بیٹوں کی رہائش گاہ کا پتہ بتا دے، جب یہ لوگ یہ باتیں عبداللہ سے کہتے اور انہیں بیٹوں کے معاملے کو چھپانے پر ملامت اور سرزنش کرتے تو عبداللہ فرماتے کہ میری مصیبت اور ابتلاء جناب خلیل الرحمن کے ابتلاء اور مصیبت سے زیادہ سخت ہے کیونکہ انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کریں اور ان کے لئے بیٹے کا ذبح کرنا اطاعت خدا تھی لیکن مجھے یہ حکم دیتے ہیں کہ میں اپنے بیٹوں کا اتہ پتہ بتاؤں تا کہ یہ انہیں قتل کر دیں، حالانکہ ان کو قتل کرنا خدا کی نافرمانی ہے، خلاصہ یہ کہ تین سال تک وہ مدینہ میں قید رہے، جب ایک سو چوالیس ہجری (۱۴۴ھ) آیا، تو منصور نے دوبارہ سفر حج کیا، جب مکہ سے پلٹا تو مدینہ نہ آیا بلکہ ربذہ چلا گیا، جب وہ ربذہ میں پہنچ گیا تو ریاح بن عثمان منصور کی ملاقات کے لئے مدینہ سے وہاں گیا، جب منصور نے ریاح کو دیکھا تو کہنے لگا مدینہ واپس جاؤ اور بنی حسن کو جو قید میں ہیں یہاں لے آؤ، پس ریاح بن عثمان منصور کے زندانبان، ابوالازہر کے ساتھ جو کہ بدمذہب اور خبیث آدمی تھا، مدینہ گیا اور بنی حسن کو محمد بن دیباج عبداللہ محض کے مادری بھائی کے ساتھ قید کیا اور ان کے زنجیروں اور لوقوں کو سخت تر کر کے بہت شدت و سختی کے ساتھ ربذہ کی طرف لے چلا جب وہ انہیں ربذہ کی طرف لئے جا رہا تھا تو حضرت صادقؑ نے پردے کے پیچھے سے دیکھا اور بہت روئے یہاں تک کہ آپ کے آنسو آپ کے چہرہ مبارک پر جاری ہوئے اور آپ نے انصار کو نفرین کی اور فرمایا کہ انصار نے رسول خداؐ سے جن شرائط پر بیعت کی تھی کہ آپ کی اور آپ کی اولاد کی ان چیزوں سے حفاظت و حراست کریں گے جن سے اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں اس کے بعد ایک روایت کے مطابق آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور آپ کو بخار ہو گیا، اور بیس راتیں آپ کی بخار و اضطراب میں گزریں اور آپ رات دن روتے تھے یہاں تک کہ آپ کے متعلق خوف محسوس ہونے لگا، خلاصہ یہ کہ بنی حسن محمد دیباج کے ساتھ ربذہ میں پہنچے تو انہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک شخص منصور لعین کی طرف سے آیا اور اس نے کہا کہ محمد بن عبداللہ بن عثمان کون ہے، محمد دیباج نے اپنی نشاندہی کی وہ شخص محمد کو منصور لعین کے پاس لے گیا، راوی کہتا ہے کہ تھوڑی دیر میں تازیانہ لگنے کی آواز بلند ہوئی اور یہ تازیانے محمد کو مارے جا رہے تھے، جب محمد واپس لائے گئے تو ہم نے دیکھا کہ محمد کا چہرہ اترا ہوا اور رنگ جو کہ پگلائی ہوئی چاندی کی طرح تھا، وہ حبشیوں کی مانند ہو گیا تھا، اور ان کی ایک آنکھ تازیانہ کی وجہ سے کاسہ سر سے باہر آ چکی تھی، اس وقت محمد کو لا کر ان کے بھائی عبداللہ کے پاس بیٹھا دیا، عبداللہ محمد سے بہت محبت رکھتے تھے اس وقت محمد کو بہت پیاس لگی ہوئی تھی، انہوں نے پانی مانگا لیکن لوگ منصور کے خوف سے ان پر رحم کرنے سے ڈرتے تھے یہاں تک کہ عبداللہ نے فرمایا کہ کون ہے جو فرزند رسول خداؐ کو سیراب کرے تو اس وقت ایک خراسانی شخص نے محمد کو پانی پلایا، منقول ہے کہ محمد کی قمیض تازیانہ لگنے اور

خون جاری ہونے سے ان کی پشت سے چمٹ گئی تھی اور وہ ان کے جسم سے الگ نہیں ہوتی تھی تو پہلے اس پر روغن زیتون ملا گیا، اس وقت ان کی قمیض کھال کے ساتھ ان کے بدن سے الگ ہوئی اور سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ محمد کو جب منصور لعین کے پاس لے گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ دو جھوٹے فاسق محمد و ابراہیم کہاں ہیں اور محمد دیباج کی بیٹی رقیہ ابراہیم کی بیوی تھی، محمد کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں، منصور خبیث نے حکم دیا کہ انہیں چار سو کوڑے لگائے جائیں، پھر حکم دیا کہ سخت قسم کا لباس انہیں پہنا کر سختی کے ساتھ ان کے بدن سے اتارا جائے تا کہ ان کی کھال بدن سے اتر جائے اور محمد شکل وصورت میں سب لوگوں سے زیادہ حسین وجمیل تھا، اسی لئے اسے دیباج کہتے ہیں اور ان کی ایک آنکھ تازیانے لگنے سے باہر آ گئی تھی اس وقت اس کو زنجیروں میں جکڑ کر عبداللہ کے پاس لے آیا اور محمد اس وقت سخت پیاسے تھے اور کسی میں یہ جرات نہیں تھی کہ وہ انہیں پانی پلاتا، عبداللہ نے فریاد کی کہ اے مسلمانو! کیا یہی تمہاری مسلمانی ہے کہ اولاد رسولؐ پیاس سے مر جائیں اور تم انہیں پانی نہ دو، پس منصور نے ربذہ سے کوچ کیا اور وہ خود ایک محمل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے برابر ربیع حاجب کا محمل تھا اور بنو حسن کو بھوکا پیاسا بے لباس زنجیروں میں جکڑ کر برہنہ اونٹوں پر سوار کر کے منصور شیطان کے ہمرکاب کوفہ کی طرف لے چلے، جب منصور نے ان کے قریب سے عبور کیا درآنحالیکہ وہ محمل میں تھا کہ جس کا روپوش ریشم ودیباج کا تھا تو عبداللہ بن حسن نے جب اس لعین کو دیکھا تو فریاد کی اے ابوجعفر کیا ہم نے تمہارے قیدیوں کے ساتھ جنگ بدر میں یہی سلوک کیا تھا اور اس بات سے ان کا اشارہ تھا منصور کے دادا عباس کے جنگ بدر میں قید ہونے اور ان کے جد بزرگوار رسول خداؐ کے اس پر رحم کرنے کی طرف جب کہ عباس قید و بند کی وجہ سے نالہ وزاری کرتا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ عباس کے گریہ ونالہ نے مجھے آج رات سونے نہیں دیا اور حکم دیا کہ عباس کو قید و بند سے رہا کر دیا جائے، ابوالفرج کی روایت ہے کہ منصور خبیث نے چاہا کہ عبداللہ کو زیادہ تکلیف دی جائے لہذا حکم دیا کہ محمد کے اونٹ کو عبداللہ کے اونٹ کے آگے رکھا جائے لہذا عبداللہ کی نگاہ ہمیشہ پشت پر پڑتی اور تازیانے کے نشانات دیکھتے اور جزع فزع کرتے اور بری حالت میں انہیں کوفہ لے گئے اور ہاشمیہ کے قید خانہ میں ایک سرداب میں انہیں قید کر دیا جو کہ انتہائی تاریک تھا اور جس میں رات ودن کی خبر نہیں ہوتی تھی اور جو سادات امام حسنؑ کی اولاد میں سے قید ہوئے تھے وہ سبط کی روایت کے مطابق بیس افراد تھے اور مسعودی نے فرمایا کہ منصور نے سلیمان اور عبداللہ فرزندان داؤد بن حسن کو موسیٰ بن عبداللہ محض اور حسن بن جعفر کے ساتھ رہا کر دیا اور باقی حضرات قید میں رہے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی اور ان کا قید خانہ فرات کے کنارے کوفہ کے پل کے قریب تھا اور اب بھی ان کی جگہ کوفہ میں ہمارے زمانہ میں جو کہ ۳۳۲ھ ہے، معلوم اور زیارت گاہ ہے اور وہ سب اس جگہ ہیں اور ان کی قبر وہی زندان ہے کہ جس کی چھت ان پر گرادی گئی تھی جب یہ لوگ قید میں تھے تو قضائے حاجت کے لئے بھی انہیں باہر نہیں نکالتے تھے مجبوراً وہیں قضائے حاجت کرتے اور تدریجاً اس کی بدبو پھیل گئی اور اس وجہ سے ان پر سخت مصیبت تھی، ان کے بعض محب وموالی ان کے لئے خوشبو لے کر گئے تا کہ اس خوشبو کی وجہ سے وہ بدبو دور ہو، خلاصہ یہ کہ اس بدبو اور قید وبند کی وجہ سے ان کے پاؤں پر ورم آ گئے اور تدریجاً وہ ورم باقی بدن میں سرایت کرنے لگا یہاں تک کہ ان

کے دل تک پہنچتا اور وہ صاحب ورم شخص ہلاک ہو جاتا، چونکہ ان کا قید خانہ تاریک ظلمت کدہ تھا تو انہیں اوقات نماز کا پتہ بھی نہیں چلتا تھا لہذا انہوں نے قرآن کے پانچ حصے قرار دیئے تھے اور شب روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور جب ایک پانچواں حصہ ختم ہو جاتا تو پنجگانہ نماز میں سے ایک نماز پڑھ لیتے اور جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو اس کا جسم قید و بند میں ہی پڑا رہتا، یہاں تک کہ اس میں بدبو پیدا ہو جاتی اور وہ گل سڑ جاتا اور جو زندہ ہوتے وہ اسے اسی حالت میں دیکھتے رہتے اور اس کی اذیت برداشت کرتے اور سبط جوزی نے ان کے قید خانے کی تفصیلات خوشبو لانے کے بیان کے علاوہ سب بیان کی ہیں اور ہم بھی حسن مثلث اور ان کی اولاد کے حالات میں اس قید خانہ کی طرف اشارہ کر آئے ہیں اور ان کے درمیان علی بن حسن مثلث جو علی عابد کے نام سے مشہور تھے وہ عبادت ذکر الٰہی اور شدائد پر صبر کرنے میں ممتاز تھے اور ایک روایت میں ہے کہ بنی حسن اوقات نماز کو علی بن حسن کی تسبیح و اوراد سے معلوم کرتے تھے کیونکہ وہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہتے اور وہ اپنے اوراد کے مطابق کہ جنہیں رات دن میں مقرر کیا ہوا تھا اوقات نماز سمجھ لیتے تھے، ابوالفرج نے اسحاق بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ ایک دن عبداللہ محض نے قید خانے سے میرے باپ کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ، میرے باپ نے منصور سے اجازت لی اور قید خانہ میں عبداللہ کے پاس گیا، عبداللہ نے کہا میں نے تجھے اس لئے بلایا ہے کہ تھوڑا سا پانی میرے لئے لے آؤ کیونکہ مجھے سخت بھوک لگی ہے، میرے باپ نے کسی کو بھیجا کہ وہ گھر سے پانی کا کاسہ عبداللہ کیلئے لے آئے، جب عبداللہ نے پانی کا پیالہ منہ سے لگایا تاکہ اسے پیئے تو ابوالازہر حرامزادہ زندانبان آ گیا، اس نے دیکھا کہ عبداللہ پانی پی رہا ہے اس نطفہ حرام کو غصہ آ گیا اور اس طرح پاؤں اس پیالہ پر مارا کہ وہ عبداللہ کے دانتوں پر لگا اور ان کے اگلے دانت اس سے گر گئے، خلاصہ یہ کہ ان کی حالت زندان میں یوں ہی رہی کہ تدریجاً بعض ان میں سے فوت ہو گئے اور بعض کو قتل کر دیا گیا اور عبداللہ اپنے اہل بیت کے چند افراد کے ساتھ زندہ رہے، یہاں تک کہ محمد و ابراہیم ان کے بیٹوں نے خروج کیا اور وہ مارے گئے، اور ان کے سر منصور کے پاس بھیجے گئے، منصور لعین نے ابراہیم کا سر عبداللہ کے پاس بھیجا تو اس وقت انہوں نے بھی زندان میں جان دے دی، اور شہید ہوئے، سبط ابن جوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ کے قتل ہونے سے پہلے منصور کے عامل ابوعون نے خراسان سے منصور کو خط لکھا کہ خراسان کے لوگ محمد و ابراہیم فرزندان عبداللہ کے خروج کی وجہ سے ہماری بیعت توڑ رہے ہیں، منصور نے حکم دیا کہ محمد دیباج کا سر قلم کر دیا جائے اور ان کا سر قلم کر کے خراسان بھیجا تاکہ اہل خراسان کو دھوکہ دیں اور اس کے سامنے قسم کھائیں کہ یہ محمد بن عبداللہ بن فاطمہ بنت رسول خداؐ کا سر ہے تاکہ خراسان کے لوگ محمد بن عبداللہ کے ساتھ خروج کرنے کا خیال چھوڑ دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب ہم مقتل محمد بن عبداللہ محض شروع کرتے ہیں۔

ذکر مقتل محمد بن عبداللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ

محمد بن عبداللہ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب صریح قریش تھا کیونکہ ان کی ماں اور دادیوں میں سے کوئی بھی کنیز نہیں

تھی، ان کی ماں ہند بنت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود بن مطلب تھی اور محمد کو کثرت زہد و عبادت کی وجہ سے نفس زکیہ کا لقب دیا گیا اور اس کے گھر والے حدیث نبوی ان المهدی من ولدی اسمه اسمی (یعنی مہدی میری اولاد میں سے ہے اس کا نام میرا نام ہے) سے استنطہار (ظاہری معنی نکالنا) کرتے ہوئے اسے مہدی کہتے تھے، اور انہیں مقتول احجاء زیت بھی کہتے ہیں اور ان کی فقہ و دانائی شجاعت و سخاوت اور بہت سے فضائل کے ساتھ تعریف کرتے ہیں اور اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہ خال تھا انڈے کے برابر کچھ لوگوں کا یہ اعتقاد ہو گیا تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہے آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین میں سے لہذا ان کی لوگوں نے بیعت کر لی اور ہمیشہ ظہور خروج کے منتظر رہے اور ابوجعفر منصور دو مرتبہ محمد کی بیعت کر چکا تھا، ایک دفعہ مکہ کی سرزمین پر مسجد الحرام کے اندر اور جب محمد مسجد سے باہر نکلا تو منصور نے اس کی رکاب تھامے رکھی یہاں تک کہ وہ سواری پر بیٹھ گیا، اور اس کا بہت احترام کرتا تھا کسی شخص نے کہا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کی تم اتنی عزت و حشمت کرتے ہو، منصور نے کہا، وائے ہو تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ شخص محمد بن عبداللہ محض اور اہل بیت کا مہدی ہے، اور دوسری دفعہ مقام ابواء میں بیعت کی جس طرح کہ عبداللہ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے اور ابوالفرج اور سید ابن طاؤس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں کہ عبداللہ محض اور ان کے اہل بیت اس کا انکار کرتے تھے کہ محمد نفس زکیہ مہدی موعود ہے بلکہ وہ کہتے تھے کہ مہدی موعود ان کے علاوہ ہیں، خلاصہ یہ کہ جب بنی عباس کی خلافت و حکومت مستحکم ہوگئی تو محمد اور ابراہیم مخفیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور منصور کے زمانہ میں ایک دفعہ جب وہ دو دیہاتی عربوں کی شکل میں پوشیدہ طور پر اپنے باپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اگر حکم دو تو ہم ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ ہم دو آدمی اگر قتل ہو جائیں تو بہتر ہے اس سے کہ اہل بیت رسولؐ کا ایک گروہ قتل کر دیا جائے تو عبداللہ نے کہا ''ان ضعکما ابو جعفر ان تعیشا کریمین فلا یمنعکما ان تموتا کریمین'' اگر ابوجعفر میں صور اس بات پر راضی نہیں کہ تم جوانمردوں کی طرح زندگی بسر کرو تو وہ اس سے تمہیں نہیں روکتا کہ جوانمردوں کی طرح مرو، یہ اس سے کنایہ تھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے کام کی تیاری میں لگے رہو اور منصور کے خلاف خروج کرو، اگر غلبہ و نصرت حاصل ہوئی تو بہتر اور اگر مارے گئے تو نیک نامی پر دھبہ تو نہیں ہوگا، خلاصہ یہ کہ جس زمانہ میں محمد اور ابراہیم چھپے ہوئے تھے تو منصور کو ان کے تلاش کرنے ہی کی دھن تھی اور جاسوس اطراف و اکناف میں پھیلا رکھے تھے تا کہ کسی طرح ان کی رہائش کا پتہ چل جائے۔

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ محمد بن عبداللہ نے کہا کہ جب میں پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مخفی تھا ایک دن رضوی پہاڑ پر میرا قیام تھا اپنی ایک کنیز کے ساتھ کہ جس سے میرا ایک دودھ پینے والا بچہ بھی تھا اچانک معلوم ہوا کہ ایک غلام مدینہ سے میری تلاش میں یہاں پہنچ رہا ہے، میں نے فرار کیا اور وہ کنیز بھی میرے بچے کو گود میں لئے ہوئے بھاگ رہی تھی کہ اچانک وہ بچہ ماں کی گود سے چھوٹ گیا اور پہاڑ سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور منقول ہے کہ جب محمد کا بچہ پہاڑ سے گر کر مر گیا تو محمد نے یہ اشعار پڑھے:

(ترجمہ اشعار) جس کے جوتے ٹوٹ گئے ہیں اور وہ ننگے پاؤں ہونے کی شکایت کرتا ہے، تیز

پتھروں کے کنارے اس کو خون آلود کر رہے ہیں اور اسے خوف نے آبادیوں سے دھکیل دیا ہے، اور پس اسے بہت مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے، اسی طرح جو شخص سختیوں کی گرمی و شدت کو ناپسند کرے تو یقیناً موت اس کے لئے باعث راحت و آرام ہوتی ہے، اور موت بندوں کے لئے حتمی چیز ہے۔

خلاصہ یہ کہ محمد نے ۱۴۵ھ میں خروج کیا، اور اڑھائی سو افراد کے ساتھ مدینہ میں ماہ رجب میں داخل ہوا اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور قید خانے کا دروازہ توڑ دیا اور قیدیوں کو باہر نکالا اور منصور کے زندانبان ریاح بن عثمان کو پکڑ کر قید کر دیا، تب محمد منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اور کچھ مثالب و مطاعن اور خبث سیرت منصور کا تذکرہ کیا پس لوگوں نے امام مالک ابن انس سے فتویٰ پوچھا کہ باوجودیکہ منصور کی بیعت ہماری گردن میں ہے محمد کی بیعت کر سکتے ہیں، امام مالک نے فتویٰ دیا کہ ہاں کیونکہ منصور کی بیعت جو تم نے کی تھی وہ جبری و قہری تھی پس لوگ دھڑا دھڑ محمد کی بیعت کرنے لگے اور مدینہ مکہ اور یمن پر محمد کا تسلط اور غلبہ ہو گیا۔

منصور کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے صلح و صفائی کے ساتھ ایک خط محمد کو لکھا اور اس کو امان دی، محمد نے اس خط کا وافی و شافی جواب دیا اور خط کے آخر میں تحریر کیا کہ تم کونسی امان مجھے دے رہے ہو، کیا وہ امان جو تم نے ابن ہبیرہ کو دی تھی یا وہ امان جو اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی تھی یا وہ امان جس کے ساتھ ابو مسلم کو نوازا تھا، مقصد یہ تھا کہ تمہاری امان پر کوئی اعتماد و وثوق نہیں جیسا کہ تم نے ان تین افراد کو امان دے کر اپنے امان نامے پر عمل نہیں کیا ہے، دوبارہ ابو جعفر منصور نے اسے خط لکھا اور اس میں کچھ حسب و نسب کے سلسلہ میں چوٹیں کیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس مختصر مقام پر ان خطوط کی گنجائش نہیں، شائقین حضرات تذکرہ سبط وغیرہ کی طرف رجوع کریں، جب منصور محمد کے صلح و صفائی کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو جو اس کا ولی عہد بھی تھا محمد سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور دل میں کہا کہ ان دونوں میں سے جو مارا گیا کوئی پرواہ نہیں کیونکہ منصور عیسیٰ کی زندگی بھی نہیں چاہتا تھا، کیونکہ سفاح نے عہد کیا ہوا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ خلیفہ ہوگا، اور منصور اس کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا، پس عیسیٰ چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج کے ساتھ محمد کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا، اور منصور نے اس سے کہا کہ جنگ کرنے سے پہلے اس کو امان دینا شاید وہ جنگ کئے بغیر ہماری اطاعت قبول کر لے، عیسیٰ نے کوچ کیا جب وہ مقام فید پر پہنچا جو کہ مکہ کے راستے میں ہے تو محمد کے کچھ ساتھیوں کو خط لکھا اور انہیں محمد کی مدد کرنے سے روک دیا اور جب محمد کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ اس کے مقابلہ کے لئے آرہا ہے تو وہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا اور مدینہ کے گرد خندق کھودی اور ماہ مبارک رمضان میں عیسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچا، اور انہوں نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈال دیا، سبط ابن جوزی روایت کرتا ہے کہ جن منصور کے لشکر نے مدینہ کو گھیر لیا تو محمد کو فکر یہ تھی کہ وہ دفتر کہ جس میں ان لوگوں کے نام ہیں جنہوں نے اس کی بیعت کی تھی اور اس سے خط و کتابت کی تھی اس کو جلا دیا جائے، جب ان کے خطوط جلا

چکا تو اس وقت کہا کہ اب موت میرے لئے خوشگوار ہے، اور اگر اس نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو لوگ ایک عظیم مصیبت میں مبتلا ہو جاتے کیونکہ وہ دفتر اگر منصور کے لشکر کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ ان لوگوں کے ناموں سے باخبر ہو جاتے کہ جنہوں نے محمد کی بیعت کی تھی اور انہیں قتل کر دیتے، خلاصہ یہ کہ عیسیٰ آیا اور مقام سلع پر جو کہ مدینہ کی ایک پہاڑی ہے کھڑے ہو کر پکار کر کہا اے محمد! تیرے لئے امان ہے محمد نے کہا کہ تمہاری امان میں وفا نہیں اور عزت سے مرجانا ذلت کی موت سے بہتر ہے اور اس وقت محمد کا لشکر اس سے جدا ہو چکا تھا اور ایک لاکھ آدمیوں میں سے جو اس کی بیعت کر چکے تھے، تین سو تیرہ افراد اہل بدر کی مقدار کے برابر باقی رہ گئے تھے، پس محمد اور ان کے ساتھیوں نے غسل کیے اور کافور اپنے جسم پر ملا اور اپنی سواریوں کی کونچیں کاٹ دیں، پھر عیسیٰ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور تین دفعہ ان کو شکست دے دی، تو عیسیٰ کے لشکر نے پوری تیاری کی اور ایک ہی دفعہ سب لشکر نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا کام تمام کر دیا اور انہیں قتل کر دیا اور حمید بن قحطبہ نے محمد کو شہید کر دیا اور اس کا سر عیسیٰ کے پاس لے گیا اور زینب محمد کی بہن اور فاطمہ ان کی بیٹی نے ان کا جسم زمین سے اٹھایا اور انہیں بقیع میں دفن کر دیا، پس محمد کا سر نیزہ پر سوار کر کے منصور کے پاس کوفہ میں لے گئے اور اس کے حکم سے ان کا سر کوفہ میں نصب کیا گیا اور باقی شہروں میں بھی پھرایا گیا اور محمد کی وفات ۱۴۵ھ آخر ماہ مبارک رمضان میں ہوئی اور ان کے ظہور سے لے کر شہادت تک کا عرصہ دو ماہ اور سترہ دن ہے، ان کی عمر پینتالیس سال تھی اور ان کی قتل گاہ احجار زریت مدینہ ہے، جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں اس کی طرف اشارہ اپنے اس ارشاد میں کیا ہے **انه یقتل عند احجاز الزیت** احجار زریت کے پاس وہ قتل ہوگا۔ ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ جب محمد شہید ہو گئے اور ان کا لشکر شکست کھا گیا تو ابن خضیر جو محمد کے ساتھیوں میں سے ایک تھا وہ قید خانے میں گیا اور اس نے ریاح بن عثمان کو قتل کر دیا جو کہ منصور کا زندانبان تھا اور محمد کا دفتر کہ جس میں ان کے ساتھیوں اور دوسرے لوگوں کے نام تھے اسے جلا دیا پھر عباسیوں سے جنگ کرنے کے لئے نکلا اور پے در پے جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ مارا گیا اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کو قتل کر دیا تو اتنے زخم اس کے سر پر لگے ہوئے تھے کہ اسے حرکت نہیں دی جاسکتی تھی اور وہ پکے ہوئے سرخ شدہ گوشت کی طرح تھا کہ جس جگہ ہاتھ رکھا جاتا وہ الگ ہو جاتی۔

ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ معروف بقتیل کے مقتل کا بیان

مسعودی کی مروج الذہب میں ہے کہ جب محمد بن عبداللہ خروج کا خواہاں ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو بلاد و امصار میں پھیلا دیا تا کہ وہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دیں، ان میں سے اپنے بیٹے علی کو مصر کی طرف بھیجا اور وہ مصر میں مارا گیا روایت تذکرہ سبط کے مطابق وہ زندان میں فوت ہوا، اور اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو خراسان بھیجا، منصور کی فوج نے چاہا کہ اسے گرفتار کر لیں، وہ سند کی طرف بھاگ گیا اور وہاں شہید ہوا، اس نے اپنے ایک بیٹے حسن کو یمن بھیجا اسے بھی گرفتار کر لیا

گیا،اور قید میں رکھا گیا جہاں اس کی وفات ہوئی،فقیر کہتا ہے یہ مسعودی کا کلام ہے،لیکن دوسری کتب سے منقول ہے کہ حسن بن محمد واقعہ فخ میں حسین بن علی کی ہمرکابی میں تھے اور عیسیٰ بن موسیٰ عباسی نے انہیں شہید کیا۔

جیسا کہ پہلے امام حسن کی اولاد کے تذکرہ میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور محمد کا بھائی موسیٰ جزیرہ کے علاقہ میں گیا اور اس کے ایک بھائی یحییٰ نے رے اور طبرستان کا سفر کیا اور بالآخر رشید کے ہاتھ سے مارا گیا جیسا کہ پہلے تفصیل وار ذکر آچکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ادریس نے مغرب کے علاقہ کا سفر اختیار کیا اور ایک گروہ نے اس کی بیعت کی اور آخر میں رشید نے کسی کو بھیجا اور اسے دھوکہ سے قتل کرایا،اس کے بعد ادریس بن ادریس اور ادریس کا قتل ہونا بھی مذکور ہو چکا ہے اور محمد کے ایک بھائی ابراہیم نے بصرہ کا سفر کیا اور بصرہ میں خروج کیا اور بہت سے اہل فارس واہواز وغیرہ اور بہت سے زیدیہ اور معتزلہ بغداد وغیرہ نے اس کی بیعت کر لی اور طالبین میں سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہم السلام بھی اس کے ساتھ تھا،منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سا لشکر دے کر ابراہیم کے ساتھ جنگ کے لئے بھیجا اور انہوں نے مقام باخمریٰ میں جو کہ علاقہ طف میں ایک جگہ ہے کوفہ سے ایک فرسخ دور ابراہیم کو شہید کیا اور ان کے گروہ میں سے جماعت زیدیہ کو بھی جو کہ چار سو یا ایک قول کی بناء پر پانچ سو افراد تھے قتل کر دیا گیا اور ابراہیم کے قتل ہونے کی کیفیت جیسا کہ تذکرہ سبط میں مسطور ہے اس طرح ہے کہ ابتداء ماہ شوال اور ایک قول ہے ماہ مبارک رمضان ۱۴۵ھ میں ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور بے شمار لوگوں نے اس کی بیعت کی اور منصور نے اسی سال شہر بغداد بنانے کی بھی ابتداء کی تھی اور وہ جس وقت بغداد کی تعمیر میں مشغول تھا اس کو خبر ملی کہ ابراہیم نے بصرہ میں خروج کر دیا ہے اور اہواز وفارس پر اس کا غلبہ ہو گیا ہے اور بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور لوگ دل وجان سے اس کی بیعت کر رہے ہیں اور اس کا مقصد اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے اور ابوجعفر منصور کو قتل کرنے کے سوا اور کوئی نہیں جب منصور نے یہ سنا تو دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ وتار ہوگئی اور اس نے بغداد کی تعمیر سے ہاتھ روک لیا اور دوسری لذتوں کے ساتھ عورتوں سے ہمبستری چھوڑ دی،اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا اور عیش وعشرت ولذت میں مشغول نہیں ہونگا،جب تک ابراہیم کا سر میرے پاس نہ لایا جائے،خلاصہ یہ کہ زیادہ خوف اور ہول عظیم منصور کے دل میں پیدا ہوا کیونکہ ابراہیم کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی اور منصور کے پاس دو ہزار سے زیادہ اس وقت فوج نہیں تھی کیونکہ اس کے لشکر اور فوجیں شام افریقہ اور خراسان میں پھیلی ہوئی تھیں اس وقت منصور نے عیسیٰ ابن موسیٰ ابن علی بن عبداللہ بن عباس کو ابراہیم سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا اور ادھر سے ابراہیم بھی کوفیوں کے فریب میں آخر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا کیونکہ اہل کوفہ کا ایک گروہ ان کے پاس بصرہ میں گیا اور عرض کیا کہ ایک لاکھ افراد کوفہ میں آپ کے منتظر ہیں،آپ ان کی طرف تشریف لائیں وہ اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہیں بصرہ کے لوگوں نے کوفہ جانے سے منع کیا لیکن ان کی بات فائدہ بخش نہ ہوئی اور ابراہیم کوفہ کی طرف چل دیئے،سولہ فرسخ کوفہ سے دور تھے کہ طف کے علاقہ میں باخمریٰ نامی مقام پر ابراہیم اور منصور کے لشکر آمنے سامنے ہوئے پس دونوں لشکر دو طرف صف بستہ ہو گئے اور جنگ ہوئی،لشکر ابراہیم منصور کی فوج پر فتح یاب ہوا اور انہیں

شکست دی اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق شکست فاش دی اور وہ اس طرح بھاگے کہ ان کا اگلا حصہ کوفہ میں جا پہنچا اور تذکرہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ بن موسیٰ جو منسور کے لشکر کا سپہ سالار تھا اپنے خاندان اور خواص کے ساتھ ڈٹا رہا اور انہوں نے جنگ سے منہ نہیں موڑا اور قریب تھا کہ ابراہیم ان پر بھی فتح حاصل کر لے اور انہیں وادی عدم کی طرف روانہ کرے کہ اچانک جنگ کے دوران ایک تیر آیا جس کے مارنے والے کا پتہ نہ چلا کہ کہاں سے آیا ہے وہ ابراہیم کو لگا جس سے ابراہیم زین سے زمین پر آ گرے اور کہہ رہے تھے **وکان امر اللہ قدرا مقدورا اردنا امرا وارادالله غیرہ** خدا کا حکم مقدور ہو چکا تھا، ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا اور خدا نے دوسری کا۔

ابوالفرج کی روایت ہے کہ ابراہیم اس وقت قتل ہوئے جب عیسیٰ بھی جنگ کو پشت دکھا کر بھاگ رہا تھا، ابراہیم کو گرمی اور حرارت جنگ نے تھکا دیا تھا، انہوں نے اپنی قباء کے بٹن کھول دیئے تھے اور اپنے سینے سے قمیض ہٹائی تا کہ شاید گرمی کا حملہ کچھ کم ہو کہ اچانک تیر شوم غیر معلوم مارنے والے کی طرف سے ان کے گلے میں آ کر لگا تو بے اختیار ہو کر انہوں نے اپنے ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال دیئے اور زیدیہ گروہ جوان کے ہمرکاب تھا انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا، اور ایک روایت ہے کہ بشیر رجال نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا، خلاصہ یہ کہ اسی تیر سے ابراہیم کا کام تمام ہو گیا، اور انہوں نے وفات پائی، عیسیٰ کے بھاگتے ہوئے ساتھی واپس آ گئے اور تنور جنگ بھڑکنے لگا یہاں تک کہ فتح وغلبہ منصور کے لشکر کو حاصل ہوا اور لشکر ابراہیم کے کچھ لوگ مارے گئے اور بشیر رضال بھی مارا گیا، اس وقت عیسیٰ کے ساتھیوں نے ابراہیم کا سر کاٹ لیا اور عیسیٰ کے پاس لے گئے، عیسیٰ نے اپنا سر سجدہ میں رکھ کر سجدہ شکر ادا کیا اور ابراہیم کا سر منصور کے پاس بھیجا۔

ابراہیم کا قتل دن چڑھے پیر کے دن ماہ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں واقع ہوا اور ابراہیم کی عمر اڑتالیس سال تھی حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنے اخبار غیبیہ میں ابراہیم کے انجام کی خبر دی ہے جہاں فرماتے ہیں باخمریٰ میں قتل ہو گا بعد اس کے کہ غالب آئے گا اور مقہور ہو گا، بعد اس کے کہ قاہر و غالب ہو گا، نیز اسی کے متعلق فرمایا اس کو ایک اجنبی تیر آ کے لگے گا جس میں اس کی موت ہو گی، پس ہلاکت ہو مارنے والے کے لئے اس کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے بازو کمزور پڑ جائیں اور منقول ہے کہ جب منصور کی فوجیں شکست کھا گئیں اور اس کو خبر ملی تو دنیا اس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی اور اس نے کہا این **قول صادقھم این لعب العلمان والصبیان** یعنی بنی ہاشم کے صادق کا قول کہاں گیا جو کہتا تھا کہ بنی عباس کے چھوکرے خلافت کے ساتھ کھیلیں گے، منصور کے کلام میں حضرت صادق کے ارشادات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ نے فرمایا خلافت بنی عباس کریں گے اور عبداللہ اور ان کے بیٹے محمد و ابراہیم شہید ہوں گے، اس سے پہلے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ جب بنی ہاشم اور بنی عباس ابواء مقام پر جمع ہوئے تھے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی تھی اور جب حضرت صادقؑ تشریف لائے تو آپ نے ان کی رائے کو درست نہ قرار دیا اور فرمایا کہ خلافت (حکومت) سفاح و منصور کی ہو گی اور عبداللہ و ابراہیم کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور منصور انہیں قتل کرے گا، منصور نے اسی دن سے خلافت سے دل لگا لیا تھا یہاں تک کہ

اس نے اسے حاصل کرلیا، چونکہ وہ جانتا تھا کہ سوائے سچی بات کے حضرت کچھ نہیں کہتے اب جو اسے اس کے لشکر کی شکست واضح ہوئی تو اسے تعجب ہوا اور کہنے لگا ان کے صادق کی خبر کیا ہوئی اور بہت مضطرب ہوا، تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ اسے ابراہیم کی شہادت کی خبر ملی اور ابراہیم کا سر اس کے پاس لے آئے اور اس کے سامنے رکھ دیا گیا، جب اس نے ابراہیم کا سر دیکھا تو بہت رویا یہاں تک کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر گرے اور کہنے لگا، خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ تیرا معاملہ یہاں تک پہنچے اور حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس وقت منصور کے پاس تھا جب ابراہیم کا سر خود میں رکھ کر منصور کے سامنے پیش کیا گیا، جب میری نگاہ اس سر پر پڑی تو غم وغصہ نے مجھے آگھیرا اور گریہ کے جوش نے میرے حلق کا راستہ بند کر دیا، اور میں اتنا تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ گریہ کی وجہ سے میری چیخ نکل جائے لیکن میں نے اپنے اوپر قابو پایا کہ کہیں منصور میری طرف متوجہ نہ ہو، اچانک منصور نے میری طرف منہ پھیرا اور کہا اے ابو محمد یہ ابراہیم کا سر ہے میں نے کہا جی ہاں اے امیر میں پسند کرتا تھا کہ وہ آپ کی اطاعت کر لیتا اور اس کا معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا، منصور نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی یہی پسند کرتا تھا کہ وہ اطاعت کر لیتا اور یہ روز بد نہ دیکھتا، لیکن وہ مخالفت کے دروازے سے باہر ہوا وہ چاہتا تھا کہ میرا سر لے لے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ اس کا سر میرے پاس لے آئے، پھر حکم دیا کہ اس سر کو کوفہ میں نصب کر دیا جائے تا کہ لوگ اسے دیکھیں، پھر ربیع سے کہا کہ یہ سر زندان میں لے جاؤ اور اس کے باپ کو دکھاؤ، ربیع وہ سر لے کر زندان میں گیا عبداللہ اس وقت نماز میں مشغول تھے اور ان کی توجہ خدائے تعالیٰ کی طرف تھی تو ان سے کہنے لگے اے عبداللہ جلدی نماز کو ختم کرو اور تعجیل کرو کیونکہ ایک چیز تمہیں درپیش ہے، جب عبداللہ نے سلام پھیرا، نگاہ کی اور اپنے بیٹے ابراہیم کا سر دیکھا تو اسے لے کر سینہ سے لگایا اور کہا ''رحمك الله يا ابا القاسم واهلا بك وسهلا لقد بعهد الله وميثاقه '' خدا تجھ پر رحم نازل فرمائے اے ابوالقاسم اہلا وسہلا بے شک تو نے خدا کے عہد و میثاق کو پورا کر دکھایا اور بے شک تو ان افراد میں سے ہے کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے عہد و میثاق پورا کرتے ہیں، ربیع نے عبداللہ سے کہا کہ ابراہیم کیسا تھا، فرمایا جس طرح شاعر کہتا ہے۔

فتى كان تحميه من الذل نفسه
ديكفيه سوات الذنوب اجتنا بها

(ایسا شخص تھا کہ جس کا نفس اسے ذلت سے روکتا تھا اور گناہوں سے اجتناب کرنا اس کی کفایت کرتا تھا)

اس وقت ربیع سے فرمایا کہ منصور سے جا کر کہہ دو کہ ہماری شدت وسختی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور اسی طرح تیرے عیش وعشرت ونعمت کے بھی، اور یہ وقت ہمیشہ نہیں رہے گا اور تیری اور ہماری ملاقات قیامت کے دن ہوگی اور خداوند حکیم ہمارے اور تیرے درمیان حکم کرے گا، ربیع کہتا ہے جب میں نے یہ پیغام منصور کو دیا تو ایسی شکستگی اس میں پیدا ہوئی کہ میں نے

اسے کبھی بھی ایسی حالت میں نہیں دیکھا تھا، اور بہت سے شعراء نے محمد وابراہیم کا مرثیہ کہا ہے اور دعبل خزاعی نے بھی تائیہ قصیدہ میں جہاں اہل بیت رسالت کے ایک گروہ کا مرثیہ کہا ہے وہاں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

قبور بکو فان واخری بطیبة
واخری بفخ نالها صلٰوتی واخری
بارض الجوز جان محلها
وقبر بباخمری لذای الخربات

ترجمہ: کچھ قبریں کوفہ میں اور کچھ مدینہ میں ہیں اور کچھ مقام فخ میں کہ جن کو میرے درود و صلٰوات پہنچ گئے ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جن کا مقام حوز جان کا علاقہ ہے اور ایک قبر باخمری میں ہے جو خاندان اہل بیت کے ایک فرد کی ہے۔

ابراہیم کا پنجہ قوی اور بازو طاقتور تھا اور فنون علم میں اس کا مقام معلوم تھا جب ابراہیم بصرہ میں مخفیانہ زندگی بسر کررہا تھا تو وہ مفضل بن محمد ضبی کے مکان میں ٹھہرا ہوا تھا، مفضل سے کتب مانگیں تا کہ وہ ان سے مانوس رہے، مفضل اشار عرب کے دیوان اس کے پاس لے آیا اور ابراہیم نے ان میں سے اسی قصیدوں کا انتخاب کیا اور انہیں از برکیا، ابراہیم کی شہادت کے بعد مفضل نے ان قصائد کو جمع کیا اور ان کا نام مفضلیات اور اختیار الشعراء رکھا اور مفضل ابراہیم کی شہادت کے دن ان کا ہمرکاب تھا، اور ابراہیم کی بہادری کے بہت سے کارنامے اور کچھ اشعار ابراہیم کے اس نے نقل کئے ہیں، اس مختصر مقام پر ان کے ذکر کی گنجائش نہیں جب ابراہیم نے خروج کیا اور لوگوں نے ان کی بیعت کی تو لوگوں کے ساتھ انصاف کرتا تھا کہتے ہیں واقعہ باخمریٰ میں ایک رات اپنے لشکر میں گردش کررہا تھا تو ان سے غنا و سازکی آواز سنی تو اس کو غم لاحق ہوا اور فرمایا میں گمان نہیں کرتا جو لشکر ایسے کام کرے وہ کامیاب ہو۔

اہل علم اور ناقلین آثار کی ایک بہت بڑی جماعت نے ابراہیم کی بیعت کی تھی اور ان کی مدد پر لوگوں کو آمادہ کیا تھا، مثلاً عیسیٰ بن زید بن علی بن حسنؑ، بشیر رجال، سلام بن ابی واصل، ہارون بن سعید فقیہ اور ایک کثیر جماعت وجوہ واعیان واصحاب وتابعین ہرادن فقیہ نے اور عباد بن منصور قاضی بصرہ اور مفضل بن محمد اور مسعر بن کدام وغیرہ اور منقول ہے کہ اعمش بن مہران لوگوں کو ابراہیم کی مدد پر ابھارتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر میں نابینا ہوتا تو میں خود ان کی ہمرکابی میں جاتا۔

(مولف) فرماتے ہیں کہ ہم گفتگو ایک قصیدہ غرا پر ختم کرتے ہیں جو بعض اوباء نے امام حسن مجتبیٰ کے مرثیہ میں کہا ہے چونکہ وہ قصیدہ کافی طویل تھا اس کے اشعار اور ترجمہ کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ مترجم

تمام شد حالات حضرت ثانی الائمہ الہدیٰ سبط اکبر سیدالوریٰ جناب حسن مجتبیٰ صلٰوات اللہ علیہ اور ان کے بعد مظلوموں کے آقا حضرت اباعبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ کے حالات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

پانچواں باب

ولادت وشہادت مظلوم ہستیوں کے سردار حضرت ابا عبداللہ الحسین صلوات اللہ علیہ کی، ولادت وشہادت کی تاریخ کا بیان، اس میں چار مقصد اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلا مقصد:

حضرت کی ولادت کا بیان اور آپ کے کچھ فضائل ومناقب اور آپ پر گریہ کرنے کا ثواب اور آپ کی شہادت کے متعلق روایات واخبار، اس میں چار فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرت کی ولادت باسعادت کے بیان میں مشہور یہ ہے کہ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں تین ماہ شعبان کو ہوئی اور شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ قاسم بن علاء ہمدانی وکیل امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف توقیع شریف آئی کہ ہمارے مولا و آقا جمعرات کے دن تین ماہ شعبان کو پیدا ہوئے پس اس دن دورزہ رکھو اور یہ دعا پڑھو" **اللھم انی اسئلك بحق المولود فی ھذا الیوم ۔ الخ**" اور ابن شہر آشوب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ولادت ان کے بھائی امام حسنؑ کی ولادت کے دس مہینہ بیس دن بعد واقع ہوئی اور وہ دن منگل یا جمعرات کا تھا، پانچویں ماہ شعبان ۴ ہجری تھی اور فرماتے ہیں کہ حضرت اور آپ کے بھائی کے درمیان مدت حمل چھ مہینے تھی، سید بن طاؤس شیخ ابن نما اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں بھی حضرت کی ولادت پانچ شعبان ذکر فرمائی ہے اور شیخ مفید نے مقنعہ میں شیخ تہذیب میں اور شہید نے دردس میں آٹھ ماہ ربیع الاول ذکر فرمایا ہے اور اسی قول کے ساتھ درست بیٹھتی ہے، کافی کی وہ روایت جو حضرت صادقؑ سے ہے کہ حسن وحسین علیہم السلام کے درمیان ایک طہر کا فاصلہ ہے اور ان دونوں بزرگوں کی ولادت کے درمیان کی مدت چھ ماہ اور دس دن تھی۔ (**واللہ العالم**)

خلاصہ یہ کہ آپ کی ولادت کے دن میں بہت اختلاف ہے، باقی رہی آپ کی ولادت کی کیفیت تو شیخ طوسیؒ اور دوسرے اعلام نے سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو رسول اکرمؐ نے اسماء

بنت عمیس سے فرمایا، اے اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لے آ، اسماء کہتی ہے کہ میں حضرت کو سفید پارچہ میں لپیٹ کر حضرت رسالت مآب کی خدمت میں لے آئی، آپ نے انہیں لے کر اپنی گود میں لیا اور ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی پھر جبریلؑ نازل ہوئے اور عرض کیا کہ خداوند عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے چونکہ علیؑ کی نسبت آپ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰ سے تھی لہذا اس کا نام ہارون کے چھوٹے بیٹے والا رکھیں جو کہ شبیر ہے، اور چونکہ آپ کی زبان عربی ہے لہذا اس کا نام حسینؑ رکھیں، پس رسول خداؐ نے اسے اٹھایا، بوسہ دیا اور رونے لگے اور فرمایا تجھے مصیبت عظیم درپیش ہے خدایا اس کے قتل کرنے والے پر لعنت بھیج، پھر فرمایا اے اسماء یہ بات فاطمہؑ کو نہ بتانا، جب ساتواں دن ہوا تو حضرت رسول کرامؐ نے فرمایا، میرے بیٹے کو لے آؤ، جب میں لے گئی تو سیاہ و سفید رنگ کا گوسفند اس کے لئے عقیقہ کیا، اس کی ایک ران دائی کو دی اور اس کا سر منڈوایا، بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی اور خلوق خوشبو اس کے سر پر ملی پھر اسے اپنے زانو پر بٹھایا اور فرمایا اے اباعبداللہؑ کس قدر بوجھل ہے میرے لئے تیرا قتل ہونا، پھر بہت روئے، اسماء نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیسی خبر ہے جو آپ نے بچہ کی ولادت کے دن بتائی اور آج بھی فرما رہے ہیں اور گریہ بھی کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا میں اس فرزند دلبند پر روتا ہوں کہ جسے بنی امیہ کا فرو ظالم گروہ قتل کرے گا، خدایا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے اسے ایک شخص قتل کرے گا جو میرے دین میں رخنہ ڈالے گا اور جو خداوند عظیم کا منکر ہوگا، پھر عرض کیا خدایا میں تجھ سے اپنے ان دونوں فرزندوں کے حق میں وہ سوال کرتا ہوں جو ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے حق میں کیا تھا، خدایا تو ان دونوں کو دوست رکھ اور ہر اس شخص کو دوست رکھ جو ان کا دوست ہو اور لعنت کر ہر اس شخص پر جو ان کا دشمن ہو، اتنی لعنت جو آسمان و زمین کو پر کر دے، شیخ صدوق اور ابن قولویہ اور دوسرے علماء حضرت صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو خداوند عالم نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ زمین پر جا کر حضرت رسول اکرمؐ کو میری طرف سے اور اپنی طرف سے مبارک باد کہو، جب جبریل آرہے تھے تو ان کا گزر دریا کے ایک جزیرہ میں ایک ملک کے پاس سے ہوا جس کو فطرس کہتے تھے اور وہ حاملین عرش الٰہی میں سے تھا کسی وقت خدا نے اسے کوئی حکم دیا تھا جس میں اس سے کچھ سستی ہوگئی، پس خداوند عالم نے اس کے پر و بال توڑ ڈالے اور اسے جزیرہ میں پھینک دیا، پس فطرس نے سات سو سال وہاں خدا کی عبادت کی اس دن تک جس دن امام حسینؑ پیدا ہوئے اور ایک دوسری روایت ہے کہ خداوند عالم نے اسے اختیار دیا، عذاب دنیا اور آخرت کے درمیان اس نے عذاب دنیا کو اختیار کیا، پس خداوند عالم نے اسے اس کی دونوں آنکھوں کی پلکوں پر اس جزیرہ میں معلق کر دیا اور وہاں سے کوئی جانور نہیں گزر سکتا تھا اور مسلسل اس کے نیچے سے دھواں اور بدبو نکلتی رہتی تھی، جب اس فرشتہ نے دیکھا کہ جبریل ملائکہ کے ساتھ نیچے اتر رہے ہیں اس نے جبرئیل سے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے، جبریلؑ نے کہا چونکہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک نعمت عطا فرمائی ہے لہذا مجھے بھیجا ہے کہ میں ان کو جا کر اس کی مبارکباد دوں، فطرس نے کہا کہ جبرئیلؑ مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو، شاید آنحضرتؐ میرے لئے دعا فرمائیں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے درگزر فرمائے، پس جبرئیلؑ نے اسے اپنے ساتھ لے لیا اور جب جبرئیلؑ

حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تہنیت پیش کی اور فطرس کی حالت کی تفصیل بیان کی تو حضرت نے فرمایا اس سے کہو کہ وہ اپنے آپ کو مولود مبارک کے ساتھ مس کرے اور ملے اور اپنے مقام کی طرف جائے، فطرس نے اپنا جسم امام حسینؑ کے ساتھ ملا اس کے پر و بال اگ آئے اور اوپر کی طرف گیا، عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ وہ وقت قریب ہے کہ جب آپ کی امت اس مولود کو شہید کرے اور اس کا مجھ پر اس نعمت کی وجہ سے جو اس سے مجھے پہنچی ہے، ایک حق ہے کہ جو اس کی زیارت کرے گا میں اس کی زیارت وسلام امام حسینؑ تک پہنچاؤں گا اور دوسری روایت کے مطابق جب فطرس اوپر کی طرف جا رہا تھا تو وہ کہہ رہا تھا کہ مجھ جیسا کون ہے میں تو حسینؑ بن علیؑ و فاطمہؑ و محمدعلیہم السلام کا آزاد کردہ ہوں۔

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ کی ولادت کے وقت جناب فاطمہؑ بیمار تھیں اور آپ کا دودھ خشک ہو گیا تھا، رسول خداؐ نے دودھ پلانے والی تلاش کی تو نہ مل سکی، پس آپ فاطمہؑ کے حجرہ میں خود تشریف لائے اور اپنا انگوٹھا امام حسینؑ کے منہ میں دیا اور انہوں نے اسے چوسا، اور بعض کہتے ہیں کہ اپنی زبان مبارک امام حسینؑ کے منہ میں دی۔

جس طرح مرغ اپنے بچے کو چوگا دیتا ہے یہاں تک کہ چالیس رات دن خداوند عالم نے حسینؑ کی غذا زبان رسالتؐ قرار دی پس امام حسینؑ کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور اس مضمون کی روایات کثرت سے ہیں اور علل الشرائع میں روایت ہے کہ امام حسینؑ کے دودھ پینے کی حالت اسی طریق پر تھی یہاں تک کہ ان کا گوشت رسولؐ کے گوشت سے بنا اور حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور ان کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیا اور شیخ کلینی نے کافی میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے جناب فاطمہؑ اور دوسری کسی خاتون کا بھی دودھ نہیں پیا، انہیں سرکار رسالتؐ کی خدمت میں لے جاتے، حضرت اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھ دیتے تھے اور وہ چوستے رہتے تھے اور یہ انگوٹھا چوسنا ان کے لئے دو تین دن تک کفایت کرتا لہٰذا حسینؑ کا گوشت اور خون رسول خداؐ کے گوشت اور خون سے پیدا ہوا اور کوئی بچہ عیسیٰ بن مریم اور حسین بن علی علیہما السلام کے علاوہ چھ ماہ کے اندر شکم مادر سے پیدا نہیں ہوا جو زندہ رہا ہو اور بعض روایات میں جناب عیسیٰ کے بجائے حضرت یحییٰؑ کا نام ہے۔شعر عربی ؎

لله مرتضع لم یرتضع ابدا
من ثدی انثی ومن طٰهٰ مراضعه

اللہ کا مخصوص ہے وہ دودھ پینے والا بچہ جس نے کسی عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیا، بلکہ طٰہٰ یعنی
رسولؐ سے اس کا دودھ پینا تھا۔

دوسری فصل

فضائل ومناقب ومکارم اخلاق فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سید الشہداء کے متعلق چند احادیث کتاب

اربعین موذن اور تاریخ خطیب وغیرہ سے منقول ہیں کہ جابر نے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب سے پیدا کی ہے اور میری اولاد میرے صلب اور علی بن ابی طالبؑ کے صلب سے پیدا کی ہے، یہ درست ہے کہ ہر ماں کی اولاد کو باپ کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن اولاد فاطمہؑ کا میں باپ ہوں، مولف کہتا ہے کہ اس قسم کی احادیث بہت ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ حسنین علیہما السلام پیغمبر اکرمؐ کے دو بیٹے ہیں اور امیر المومنینؑ نے جنگ صفین میں جب کہ امام حسنؑ نے معاویہ کے ساتھ جنگ میں جلدی کی تو فرمایا کہ حسنؑ کو روکو اور اسے میدان جنگ میں نہ جانے دو کیونکہ مجھے افسوس ہے اور میں اس سے ڈرتا ہوں کہ کہیں حسن و حسین شہید ہو جائیں اور نسل رسول ختم ہو، ابن ابی الحدید کہتا ہے اگر کہیں کہ کیا حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے بیٹے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں کیونکہ خداوند عالم نے جو آیت مباہلہ میں فرمایا ہے ابنائنا تو اس سے حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ اور کوئی اس کا مقصود نہیں تھا، اور خداوند عالم نے حضرت عیسیٰؑ کو ذریت ابراہیم میں شمار کیا ہے اور اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بیٹی کی اولاد بیٹی کے باپ کی نسل ہے اور اگر کوئی کہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ جناب محمد مصطفی کو ابراہیم بن ماریہ کا باپ سمجھتے ہو یا نہیں جو جواب دو گے تو میں حسنؑ و حسینؑ کے متعلق وہی جواب دوں گا اور اصل میں تو یہ آیت زید بن حارثہ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ اسے طریقہ جاہلیت پر فرزند رسول خداؐ شمار کرتے تھے، خدا نے ان کے عقیدہ کے باطل ہونے کے لئے یہ آیت نازل کی تھی کہ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن یہ مراد نہیں کہ وہ حسنینؑ اور ابراہیمؑ کے بھی پدر بزرگوار نہ ہوں، اور کئی ایک اہل سنت کی کتب میں یہ روایت ہے کہ رسول خداؐ نے حسنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جبکہ صحابہ جمع تھے اے قوم جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اور ان دونوں سے اور ان کے باپ اور ماں سے دوستی رکھتا ہے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ بہشت میں ہوگا، اور بعض شعراء نے اس حدیث کو نظم کیا ہے۔

اخذ النبی ید الحسین و ضوہ
یوما وقال و صحبہ فی مجمع
من ودنی یا قوما وھذین او
ابو یھما فالخلد مسکنہ معی

ترجمہ: نبی اکرمؐ نے حسینؑ اور ان کے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر کہا جبکہ صحابہ جمع تھے جو مجھ سے محبت کرے یا ان دونوں سے یا ان کے ماں باپ سے تو جنت میں اس کا مسکن میرے ساتھ ہے۔

روایت ہے کہ رسول خدا نے حسنینؑ کو اپنی پشت پر سوار کیا حسنؑ کو دائیں طرف اور حسینؑ کو بائیں طرف اور فرمایا تمہاری سواری تمام سواریوں سے بہتر ہے اور تم تمام سواروں سے بہتر ہو اور تمہارا باپ تم سے افضل ہے ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خداؐ کے زمانہ میں ایک گناہ کیا اور خوف کے مارے چھپ گیا ایک دن اس نے حسنینؑ کو تنہا

دیکھا اور انہیں اٹھا کر اپنے کندھے پر سوار کر کے حضرت رسول اکرم کی خدمت میں لے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ "انا مستجیر باللہ وبہما" یعنی پناہ لیتا ہوں اللہ کی اور ان دونوں کی اس گناہ سے جو میں نے کیا ہے، آپ کو ہنسی آئی کہ آپ نے اپنے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ لیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تو آزاد ہے اور حسنینؑ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری سفارش اس کے حق میں قبول کر لی ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الخ" ابن شہر آشوب نے سلمان فارسی سے یہ بھی روایت کی ہے کہ امام حسینؑ رسول خدا کے زانو اقدس پر بیٹھے ہوئے تھے اور پیغمبر اکرمؐ ان کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے کہ تو سید و سردار ہے، سید کا بیٹا ہے اور سادات کا باپ ہے تو امام ہے امام کا بیٹا ہے اور آئمہ کا باپ ہے اور تو حجت ہے حجت کا بیٹا ہے اور حجتہائے خداوندی کا باپ ہے، تیرے صلب سے نو امام پیدا ہوں گے جن کا نواں قائم آل محمد علیہم السلام ہے اور شیخ طوسی نے سند صحیح کے ساتھ رووایت کی ہے کہ حضرت امامؑ کچھ دنوں میں باتیں کرنے لگے، رسول خداؐ انہیں ایک دن مسجد میں لے گئے اور اپنے پہلو میں کھڑا کر لیا اور نماز کی تکبیر کہی، امام حسینؑ نے چاہا کہ موافقت کر لیں صحیح طور پر نہ کہہ سکے آپ نے ان کے لئے دوبارہ تکبیر کہی اور وہ پھر بھی نہ کہہ سکے پھر حضرت نے تکرار کیا یہاں تک کہ ساتویں دفعہ انہوں نے صحیح تکبیر کہی، اسی وجہ سے سات تکبیریں ابتدائے نماز میں سنت ہوگئیں، اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دن جبریل علیہ السلام رسول خداؐ کی خدمت میں دحیہ کلبی شکل میں آئے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک حسنین شریفینؑ تشریف لائے اور چونکہ جبریلؑ کے متعلق یہ گمان تھا کہ دحیہ ہے تو اس کے پاس آئے اور ہدیہ طلب کرنے لگے، جبریل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا ایک سیب، ایک بہی دانہ اور ایک انار ان کے لئے اتارا اور انہیں دے دیا، جب انہوں نے یہ میوے دیکھے تو خوش ہوئے اور رسول خدا کے پاس لے گئے حضرت نے ان سے لے کر انہیں سونگھا اور شہزادوں کو واپس کر دیا اور فرمایا اپنے باپ اور ماں کے پاس لے جاؤ اور اگر پہلے اپنے باپ کے پاس لے جاؤ تو بہتر ہے پس جو کچھ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا اس پر عمل کیا اور اپنے ماں باپ کے پاس رہے یہاں تک کہ رسول خدا ان کے پاس گئے اور حضرات خمسہ نے وہ میوے تناول فرمائے اور جتنا کھاتے تھے وہ دوبارہ اپنی حالت اول کی طرف پلٹ جاتے تھے اور کوئی چیز ان میں سے کم نہ ہوتی تھی، اور وہ میوے اپنی حالت پر رہے یہاں تک کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہوئی پھر بھی وہ اپنی حالت پر قائم رہے اور ان میں کوئی تغیر نہ آیا، جب جناب فاطمہ علیہ السلام کی وفات ہوئی تو انار غائب ہو گیا، اور جب امیر المومنینؑ کی شہادت ہوئی تو بہی دانہ گم ہوا، وہ سیب امام حسن علیہ السلام کے پاس تھا، اور آپ کے بعد امام حسینؑ کے پاس رہا، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں جب میرے والد گرامی صحرائے کربلا میں اہل جور و جفا میں گھر گئے تو وہ سیب آپ کے ہاتھ میں تھا اور جب آپ پر پیاس کا غلبہ ہوتا تو اس کو سونگھتے اور اس سے آپ کی پیاس میں کچھ تخفیف ہو جاتی، جب آپ پر پیاس کا زیادہ غلبہ ہوا اور آپ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو آپ نے اس سیب کو دانتوں سے کاٹا، جب آپ شہید ہو گئے تو جتنا اس سیب کو تلاش کیا گیا وہ نہ مل سکا، پھر آپ نے فرمایا مجھے اپنے باپ کے مرقد مطہر سے اس سیب کی خوشبو آتی ہے جب میں ان کی زیارت کو جاتا ہوں اور جو شخص ہمارے مخلص شیعوں

میں سے سحر کے وقت اس مرقد مطہر مرقد کی زیارت کو جائے تو اسے ضریح منور سے اس سیب کی خوشبو آئے گی۔

مفید نیشاپوری کی امالی سے روایت ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ امام حسنؑ وامام حسینؑ کے پاس لباس نہیں تھے اور عید بھی نزدیک آ گئی تھی، پس حسنینؑ نے اپنی والدہ جناب فاطمہؑ سے کہا اے مادر گرامی مدینہ کے بچوں نے عید کے لئے اپنے آپ کو آراستہ اور مزین کیا ہے، پس آپ ہماری بھی لباس سے آرائش کیوں نہیں کرتیں جیسا کہ آپ دیکھ رہی ہیں، حضرت فاطمہؑ نے فرمایا اے میری آنکھوں کے نور وروشنی تمہارے لباس درزی کے پاس ہیں جب وہ سی کر لائے گا تو میں عید کے دن ان سے آراستہ ومزین کروں گی اور آپ اس بات سے بچوں کے نازک دلوں کو خوش رکھنا چاہتی تھی، جب عید کی رات آئی تو شہزادوں نے پھر اپنی پہلی بات کا اعادہ کیا اور کہنے لگے آج تو عید کی رات ہے پس ہمارے لباس کیا ہوئے جناب فاطمہؑ بچوں کی حالت پر شفقت وترحم کی بناء پر رونے لگیں اور فرمایا، میری آنکھوں کے تارو تم فکر نہ کرو جب بھی درزی کپڑے لے کر آیا تو میں انہیں لے کر ان سے تمہیں مزین وآراستہ کروں گی انشاءاللہ! پس جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو اچانک کسی نے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی، جناب فاطمہؑ نے فرمایا کون ہے تو آواز بلند ہوئی کہ اے دختر پیغمبرؐ خدا دروازہ کھولئے میں خیاط (درزی) ہوں میں حسنینؑ کے لباس لایا ہوں جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں جب میں نے دروازہ کھولا تو میں نے ایک بہت باہیبت شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی اور اس نے ایک باندھی ہوئی گٹھڑی مجھے دے دی اور چلا گیا تو جناب فاطمہؑ گھر میں واپس آئیں اور اس گٹھڑی کو کھول کر دیکھا تو اس میں دو کرتے دو دستانے دو پاجامے دو ردائیں، دو عمامے اور دو عدد جوتے تھے جناب فاطمہؑ بہت خوش ہوئیں پھر حسنینؑ کو بیدار کیا اور انہیں وہ لباس پہنائے پس جب عید کا دن ہوا تو پیغمبرؐ ان کے پاس آئے اور حسنینؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور انہیں ان کی والدہ کے پاس لے گئے فرمایا اے فاطمہ جو درزی کپڑے لے کر آیا تھا اسے پہچانا؟ عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں نے نہیں پہچانا اور نہ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کسی درزی کو کپڑے دیئے ہیں، خدا اور رسولؐ اس بات کو بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا اے فاطمہ وہ درزی نہیں تھا بلکہ وہ رضوان خازن جنت ہے اور وہ لباس حلل جنت میں سے ہیں یہ خبر مجھے جبریلؑ نے پروردگار علم کی طرف سے دی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے، وہ روایت جو منتخب میں ہے کہ عید کے دن حسنینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لباسوں کا تقاضا کیا، جبریل ان کے لئے سلے ہوئے سفید کپڑے لے کر آئے لیکن حسنین نے رنگین لباس کی خواہش ظاہر کی، رسول خدا نے طشت منگوایا اور حضرت جبریل پانی ڈالنے لگے حضرت حسن مجتبیٰؑ نے سبز رنگ کی خواہش کی اور سید الشہداء نے سرخ لباس کو پسند کیا، جبریلؑ رونے لگے اور رسول خدا کو دونوں شہزادوں کی شہادت کی خبر دی اور یہ کہ حسن زہر سے شہید ہوں گے اور ان کا بدن مبارک سبز ہو جائے گا اور حسینؑ اپنے خون میں رنگین ہو کر شہید ہوں گے عیاشی وغیرہ نے روایت کی ہے ایک دن امام حسین کچھ مساکین کے قریب سے گزرے جو اپنی عبائیں بچھا کر خشک روٹیاں ان پر رکھ کر کھا رہے تھے جب انہوں نے حضرت کو دیکھا تو انہیں دعوت دی، آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور فرمایا خدا تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور آپ آ کر ان کے پاس بیٹھ گئے اور ان کے ساتھ

کچھ کھایا پھر ان سے فرمایا جس طرح میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اسی طرح تم لوگ بھی میری دعوت قبول کرو اور انہیں اپنے مکان پر لے آئے اور اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ عزیز مہمانوں کے لئے تیار کیا ہوا ہے وہ حاضر کرو اور ان کی مہمانی کی اور ان پر انعامات ونوازش فرما کر انہیں رخصت کیا اور آپ کے جود وسخا کے متعلق روایت ہے کہ ایک اعرابی مدینہ میں آیا اور پوچھا سب لوگوں میں سے زیادہ کریم کون ہے لوگوں نے بتایا کہ حسینؑ بن علیؑ پس وہ آپ کو تلاش کرتا ہوا مسجد میں آیا، اس نے دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں اس نے چند اشعار آپ کی مدح اور سخاوت میں کہے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے قنبر مال حجاز میں سے کچھ باقی ہے عرض کیا جی ہاں چار ہزار دینار، فرمایا لے آؤ کیونکہ ایسا شخص حاضر ہوا ہے جو ان میں ہم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے اور اپنی چادر اتاردی اور وہ دینار اس میں لپیٹ کر دروازے کے پیچھے کھڑے ہو گئے اعرابی کے چہرے سے شرماتے ہوئے مال کی کمی کی وجہ سے شگاف در سے ہاتھ نکالا اور وہ مال وزر اس اعرابی کو دیا اور چند اشعار اعرابی سے معذرت طلب کرتے ہوئے کہے، اعرابی وہ زر ومال لے کر بہت رویا تو آپ نے فرمایا اے اعرابی شاید ہماری عطا کو کم سمجھتے ہوئے رو رہا ہے اس نے عرض کیا میں اس لئے روتا ہوں کہ ایسے سخی ہاتھ کس طرح خاک میں دفن ہوں گے اور اسی قسم کا واقعہ امام حسنؑ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ بہت سے فضائل ایسے ہیں جو کبھی امام حسنؑ سے روایت ہوتے ہیں اور کبھی امام حسینؑ سے اور یہ بات ان دونوں کے اسماء گرامی کی شباہت کی وجہ سے ہے کہ اگر پورے طور پر ضبط نہ ہوں تو اشتباہ ہو جاتا ہے اور بعض کتب میں عصام بن مصطلق شامی سے منقول ہے کہ میں مدینہ منورہ میں گیا تو جب میں نے امام حسینؑ کو دیکھا تو مجھے ان کی روش اور پاکیزہ منظر نے تعجب میں ڈال دیا پھر مجھے بغض وحسد نے مجبور کیا کہ وہ عداوت اور بغض جو میرے سینے میں ان کے متعلق تھا اسے ظاہر کروں پس میں ان کے قریب گیا اور کہا ابوتراب کا بیٹا تو ہے [1]

خلاصہ یہ کہ عصام کہتا ہے میں نے حسینؑ سے کہا ابوتراب کے بیٹے تم ہو، آپ نے فرمایا ہاں، وہ کہتا ہے میں نے ان کے اور ان کے باپ کے سب وشتم میں بہت شدت کی یعنی جتنا مجھ سے ہو سکا میں نے گالیاں دیں اور ناروا باتیں ان سے کہیں تو آپ نے میری طرف شفقت ومہربانی کے انداز میں دیکھا اور فرمایا ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین الخ۔ ثم لا یقصرون'' تک اور یہ آیات اشارہ کرتی ہیں ان مکارم اخلاق کی طرف جن سے خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو تادیب فرمائی ہے، ان میں سے یہ ہے کہ لوگوں کے اخلاق میں سے جتنا ان سے ہو سکے اس پر اکتفا کرو اور زیادہ کی توقع نہ رکھو اور برے شخص کو برا بدلہ نہ دو اور نادان لوگوں سے اعراض وروگردانی کرو، اور وسوسہ شیطانی کے وقت خدا سے پناہ مانگو، پھر مجھ سے فرمایا خود آسان قرار دے اس معاملہ کو اور خدا سے اپنے لئے اور

---

[1] (مولف کہتا ہے کہ اہل شام آپ کو ابوتراب سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے آپ کی تنقیص کر رہے ہیں، حالانکہ وہ جب ابوتراب کہتے تھے تو گویا حلی وحلل کو پہنا دیتے۔)

میرے لئے بخشش طلب کر اب اگر ہم سے مدد چاہتا ہے تو ہم تیری مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اور اگر عطا و بخشش کی خواہش ہے تو ہم تجھے عطا کریں گے اگر ارشاد و ہدایت کا طالب ہے تو تجھے ارشاد و ہدایت کریں گے، عصام کہتا ہے کہ میں اپنی گفتگو اور تقصیر پر پشیمان ہوا، اور حضرت فراست و دانائی سے میری پشیمانی کو بھانپ گئے تو فرمایا" لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین "اور یہ آیت شریفہ زبان حضرت یوسفؑ سے نکلی تھی کہ آپ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا ان کو معاف کرتے ہوئے کہ تم پر کوئی ملامت اور عیب نہیں، خداوند عالم تمہیں بخش دے گا اور وہ زیادہ رحم کرنے والا ہے پھر آنجناب نے فرمایا تو اہل شام میں سے ہے میں نے کہا جی ہاں شنشنة اعرضها من اخرم اور یہ ایک ضرب المثل ہے کہ جس سے آپ نے تمثیل کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ گالیاں اور ناروا باتیں جو ہمارے متعلق کہی جاتی ہیں یہ عادت ہے اہل شام کی جسے معاویہ نے ان کے درمیان جاری کیا ہے پھر فرمایا حیانا اللہ و ایاك خدا ہمیں اور تجھے سلامتی دے جو حاجت رکھتے ہو کشادہ روئی اور انبساط کے ساتھ ہم سے طلب کرو مجھے اس سے بہتر پاؤ گے جو تمہیں میرے متعلق ظن ہے انشاء اللہ تعالیٰ، عصام کہتا ہے آپ کے ان اخلاق کریمہ سے ان جسارتوں اور گالیوں کے مقابلہ میں جو مجھ سے سرزد ہوئی تھیں، میرے لئے زمین اتنی تنگ ہوگئی تھی کہ میں پسند کر رہا تھا کہ میں زمین میں غرق ہو جاؤں، مجبوراً میں آپ سے آہستہ آہستہ دور ہونے لگا اور میں لوگوں کو اوٹ تلاش کرتا تھا تا کہ حضرت میری طرف نہ دیکھیں لیکن اس مجلس کے بعد میرے نزدیک حضرت اور ان کے والد بزرگوار سے زیادہ کوئی شخص محبوب و دوست نہیں تھا، مقتل خوارزم اور جامع الاخبار سے روایت ہوئی ہے کہ ایک اعرابی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فرزند رسولؐ میں پوری دیت (خونبہا) کا ضامن ہوں، اور اس کے ادا کرنے کی قدرت مجھ میں نہیں ہے لہذا میں نے دل میں خیال کیا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کروں اور کوئی شخص اہل بیتؑ رسالتؐ سے زیادہ کریم میرے خیال میں نہیں ہے آپ نے فرمایا اے عرب بھائی میں تین مسئلے تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو دیت کا تیسرا حصہ تجھے دوں گا اور اگر دو سوالوں کا جواب دیا تو دو ثلث مال لے سکو گے اور اگر تینوں سوالات کے جواب بتائے تو وہ سارا مال تجھے دے دوں گا، اعرابی نے فرمایا اے فرزند رسولؐ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ جیسی ہستی جو صاحب علم و شرف ہے اس فدوی سے جو ایک بدو عرب ہے سوال کرے، حضرت نے فرمایا میں نے اپنے جد بزرگوار رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا المعروف بقدر المعرفة یعنی نیکی و بخشش کا دروازہ لوگوں کی معرفت کے اندازے کے مطابق ان پر کھولا جائے، اعرابی نے عرض کیا آپ جو چاہیں سوال کیجئے اگر معلوم ہوا تو جواب دوں گا، ورنہ آپ سے پوچھ لوں گا اور قوت و طاقت صرف خدا کے لئے ہے حضرت نے فرمایا تمام اعمال سے افضل کون سا عمل ہے عرض کیا اللہ پر ایمان لے آنا، فرمایا کون سی چیز لوگوں کو ہلاکتوں سے بچا سکتی ہے عرض کیا اللہ پر اعتماد اور توکل کرنا، فرمایا مرد کی زینت کیا چیز ہے، اعرابی نے کہا علم کہ جس کے ساتھ حلم ہو فرمایا اگر اس شرف پر اس کی دسترسی نہ ہو تو عرض کیا پھر مال کہ جس کے ساتھ مروت و جوانمردی ہو، فرمایا اگر یہ بھی اس کے پاس نہ ہو تو کہنے لگا فقر و فاقہ جس کے ساتھ صبر و تحمل ہو، فرمایا اگر یہ بھی نہ ہو تو اعرابی نے کہا کہ آسمان سے بجلی گرے اور اس کو جلا دے کیونکہ وہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کا مستحق نہیں، پس آپ ہنسے اور ایک تھیلی جس میں ہزار

دینار سرخ تھے اس کی طرف پھینک دی اور اپنی انگوٹھی اسے عطا کی کہ جس کے نگینہ کی قیمت دو ہزار درہم تھی، فرمایا اس زرومال سے تم برائت ذمہ حاصل کرو (یعنی خون بہا ادا کرو) اور یہ انگوٹھی اپنے اخراجات میں صرف کرو، اعرابی نے زرومال اٹھایا اور اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا زیادہ علم رکھتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دیتا ہے اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو آپ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات تھے حضرت زین العابدینؑ سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے ہیں تو آپ نے فرمایا اتنی بوریاں کھانے کی اور دوسری چیزوں کی اپنی پشت پر لاد کر بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور فقراء و مساکین کے گھروں میں لے جاتے رہے کہ یہ نشانات ظاہر ہو گئے اور آپ کے زہد و عبادت کے متعلق روایت ہے کہ پچیس حج پاپیادہ بجالائے جبکہ اونٹ اور محمل آپ کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے ایک دن حضرت سے کہا گیا کہ آپ خدا سے کتنا ڈرتے ہیں فرمایا قیامت کے عذاب سے مامون و محفوظ نہیں ہو سکتا مگر وہ شخص جو دنیا میں خدا سے ڈرے اور ابن عبدربہ نے کتاب الفرید میں روایت کی ہے کہ علیؑ ابن الحسینؑ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پدر بزرگوار کی اولاد کیوں کم ہے فرمایا تعجب ہے کہ میرے جیسی اولاد آپ سے کیسے ہوگی کیونکہ میرے والد ہر شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے آپ کے پاس فرصت کا وقت کون سا تھا کہ جب آپ عورتوں کے پاس جاتے اور سید شریف زاہد ابو عبداللہ محمد بن علی بن حسن بن عبدالرحمٰنؒ علوی حسینی اپنی کتاب تغازی میں روایت کرتے ہیں ابو حازم اعرج سے وہ کہتا ہے کہ امام حسنؑ اتنی عزت و تعظیم کرتے تھے امام حسینؑ کی گویا وہ امام حسنؑ سے بڑے ہیں اور ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے امام حسنؑ سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ امام حسینؑ سے مجھے ایسی ہیبت محسوس ہوتی ہے جس طرح امیر المومنینؑ کی ہیبت تھی ابن عباس کہتے ہیں کہ امام حسنؑ مجلس میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے جب امام حسینؑ آ جاتے تو امام حسینؑ کے احترام کی وجہ سے اس مجلس کی ہیبت کو بدل دیتے، یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ امام حسینؑ بچپنے اور صغرسنی اور ابتدائی زمانہ اور استقبال جوانی میں ہی زاہد فی الدنیا تھے، امیر المومنینؑ کے ساتھ ان کی مخصوص غذا کھایا کرتے اور شریک رہتے اور ان کا تنگی و ترشی میں ساتھ دیتے اور آپ کا صبر اور نماز آنجناب کی نماز کے قریب قریب تھی اور خداوند عالم نے امام حسینؑ اور حسنؑ کو قائد اور مقتداء قرار دیا تھا اس امت کا لیکن ان کے ارادہ میں فرق قرار دیا تھا تا کہ لوگ ان دونوں کی اقتداء کریں، پس اگر دونوں ایک ہی طرح اور روش میں رہتے تو لوگ تنگی اور ضیق میں مبتلا ہو جاتے۔ مسروق سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں عرفہ کے دن حسین بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، جب کہ ستو کے پیالے آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھے ہوئے تھے اور قرآن ان کے پہلو میں تھے یعنی روزہ دار تھے اور قرآن پڑھنے میں مشغول تھے، اور منتظر افطار تھے تا کہ اس ستو سے افطار کریں، پس میں نے حضرت سے چند مسائل پوچھے اور آپ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے پھر میں ان کی بارگاہ سے نکلا اور امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں آ رہے ہیں اور دسترخوان بچھا ہوا ہے اور اس پر کھانا موجود ہے اور لوگ کھاتے ہیں اور اپنے ساتھ بھی لے جاتے ہیں، جب میں نے یہ دیکھا تو میری حالت غیر ہو گئی، حضرت نے مجھے دیکھا کہ میری حالت غیر ہو رہی ہے پوچھا مسروق کھانا کیوں نہیں کھاتے میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا و مولا میں روزے سے ہوں، اور

ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے فرمایا بتاؤ کیا چیز تجھے نظر آئی ہے میں نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ حضرات یعنی آپ اور آپ کے بھائی میں اختلاف ہو، میں امام حسینؑ کی خدمت میں گیا ہوں تو انہیں دیکھا ہے کہ وہ روزے سے ہیں اور افطار کے منتظر ہیں اور آپ کی خدمت میں آیا ہوں اس حالت میں آپ کو دیکھ رہا ہوں، حضرت نے جب یہ سنا تو مجھے سینے سے لگا لیا، فرمایا اے ابن اشہرب کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے ہم دونوں کو اس امت کا مقتداء قرار دیا ہے مجھے تم میں سے افطار کرنے والوں کا مقتداء اور میرے بھائی کو تمہارے روزداروں کا مقتدا بنایا ہے تاکہ تم وسعت میں رہو اور تم پر کوئی بوجھ نہ ہو اور روایت ہے کہ حضرت امام حسینؑ صورت و سیرت میں سب لوگوں سے زیادہ سرکار رسالتؐ سے شباہت رکھتے تھے اور تاریک راتوں میں آپ کی جبین مبارک اور گردن کے نچلے حصہ سے نور ساطع ہوتا تھا اور لوگ اس نور کی وجہ سے آپ کو پہچان لیتے تھے، مناقت شہر آشوب اور دوسری کتب میں روایت ہے کہ جناب فاطمہؑ حسنینؑ شریفین کو رسول اکرمؐ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا اے رسول خداؐ ان دو بیٹوں کو کوئی عطیہ اور میراث عطا فرمایئے، فرمایا میں اپنی ہیبت اور سیادت حسنؑ کو اور شجاعت و سخاوت حسینؑ کو عطا کرتا ہوں، عرض کیا میں راضی ہوں اور ایک روایت ہے کہ حسنؑ کو ہیبت و حلم دیتا ہوں اور حسینؑ کو جود و رحمت اور ابن طاؤس نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت رسول اکرمؐ کے زمانہ میں امام حسینؑ سے سنا جبکہ وہ بچے تھے، آپ فرما رہے تھے خدا کی قسم میرا خون بہانے کے لئے بنی امیہ کے سرکش و باغی لوگ جمع ہوں گے اور ان کا سرکردہ عمر بن سعد ہوگا، میں نے کہا کیا رسولؐ خدا نے آپ کو اس کی خبر دی ہے فرمایا کہ نہیں، پس میں رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کی وہ بات نقل کی تو آپ نے فرمایا اس کا علم میرا علم ہے اور ابن شہر آشوب نے حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عراق کی طرف روانہ ہوا، جس منزل پر اترتے اور وہاں سے کوچ کرتے تھے تو حضرت یحییٰ بن زکریا کا ذکر فرماتے اور ایک دن فرمایا دنیا کی پستی اور خواری میں سے یہ بات ہے کہ جناب یحییٰ کا سر بنی اسرائیل کی بدکار عورتوں میں سے ایک زنا کار عورت کے لئے بطور ہدیہ بھیجا گیا، اور احادیث معتبرہ میں طرق خاصہ و عامہ سے روایت ہے کہ اکثر ایسا ہوتا کہ جناب فاطمہؑ عالم خواب ہوتیں اور امام حسینؑ گہوارے میں ہوتے تو جبریل آ کر گہوارہ جنبانی کرتے اور حسینؑ سے باتیں کرتے اور انہیں خاموش کراتے، جب فاطمہ بیدار ہوتیں تو دیکھتیں کہ گہوارہ حرکت میں ہے اور کوئی حسینؑ سے باتیں کر رہا ہے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آتا جب رسالت مآبؐ سے پوچھتیں تو وہ فرماتے کہ وہ جبریلؑ ہیں۔

تیسری فصل

حضرت سید الشہداء پر رونے اور آپ کا مرثیہ پڑھنے اور عزاداری قائم کرنے کے ثواب کا بیان

شیخ جلیل کامل جعفر بن قولویہ کتاب کامل میں ابن خارجہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ایک حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام حسینؑ کا تذکرہ کیا تو حضرت صادقؑ بہت روئے اور ہم نے بھی گریہ کیا پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں گریہ وزاری کا مقتول ہوں کوئی مومن مجھے یاد نہیں کریگا مگر یہ کہ وہ روئے گا، اور یہ بھی روایت ہے کہ جس دن حضرت صادقؑ کے سامنے امام حسینؑ کا تذکرہ ہوتا تو پھر کوئی شخص شام تک آپ کو تبسم کرتے نہ دیکھتا اور پھر سارا دن آپ محزون اور روتے رہتے اور فرماتے کہ امام حسینؑ ہر مومن کے گریہ کا سبب ہیں اور شیخ طوسی ومفید ابان بن تغلب سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص ہماری مظلومیت کی وجہ سے مہموم ومغموم ہو تو اس کا سانس لینا تسبیح ہے اور اس کا درد واندوہ عبادت اور ہمارے اسرار کو دوسرے لوگوں سے چھپانا راہ خدا میں جہاد کرنا ہے پھر فرمایا ضروری ہے کہ حدیث آب زر سے لکھی جائے، بہت سے اسناد معتبر کے ساتھ ابو عمارہ منشد یعنی اشعار پڑھنے والے سے روایت ہوئی ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں گیا، فرمایا چند اشعار امام حسینؑ کے مرثیہ میں پڑھو، جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو حضرت رونے لگے میں مرثیہ پڑھتا جاتا تھا اور حضرت گریہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ رونے کی آواز آپ کے گھر سے بلند ہوئی اور دوسری روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس طریقہ پر پڑھو جس طرح اپنے ہاں پڑھا کرتے اور نوحہ کرتے ہو، جب میں نے پڑھا تو حضرت بہت روئے اور حضرت کی مستورات کے رونے کی آواز بھی پس پردہ سے بلند ہوئی، جب میں فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا جو شخص امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر پڑھے اور پچاس افرد کو رلائے تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور جو شخص تیس افراد کو رلائے تو جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور جو مرثیہ پڑھ کر خود روئے تو اس کے لئے بہشت واجب ہے اور جس کو رونا نہ آئے اور وہ تبا کی (رونے والے کی شکل بنائے) کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہے اور شیخ کشی نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ میں ایک گروہ کے ساتھ جو اہل کوفہ تھے حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ جعفر بن عفان وارد ہوا، حضرت نے اس کی عزت وتکریم کی اور اسے اپنے سامنے بٹھایا پھر آپ نے فرمایا، اے جعفر! اس نے عرض کیا لبیک خدا مجھے آپ پر قربان کرے، آپ نے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ انك تقول الشعر فی الحسين و تجيد تم امام حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہتے ہو اور عمدہ کہتے ہو، عرض کیا ہاں میں آپ پر قربان ہو جاؤں، آپ نے فرمایا تو پڑھو، جب جعفر نے مرثیہ پڑھا تو حضرت اور حاضرین مجلس نے گریہ کیا

اورحضرت نے اس قدر گریہ کیا کہ آپ کے آنسو محاسن شریف پر جاری ہوئے پھر فرمایا کہ ملائکہ مقربین یہاں موجود تھے اور انہوں نے تمہارا مرثیہ حسینؑ سنا ہے اور ہمارے رونے سے زیادہ روئے ہیں، اور بتحقیق اس وقت خداوند عالم نے جنت اس کی تمام نعمات کے ساتھ تم پر واجب کردی ہے اور تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے، فرمایا اے جعفر تو چاہتا ہے کہ میں اس سے زیادہ کہوں، وہ کہنے لگا ہاں اے میرے سردار، فرمایا جو شخص حسینؑ کے مرثیہ میں شعر کہے خود روئے اور دوسروں کو رلائے تو البتہ خداوند علم اس کے لئے بہشت واجب کردیتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے، حامی حوزہ اسلام سید اجل میر حامد حسین طاب ثراہ کتاب عبقات میں معاہد التنصیص سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن سہل کمیت کا ساتھی کہتا ہے کہ میں اور کمیت ایام تشریق میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے کمیت نے عرض کیا آپ پر قربان جاؤں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں چند اشعار آپ کی بارگاہ میں عرض کروں، فرمایا یہ دن عظیم اور محترم ہیں کنایہ اس طرف تھا کہ ان ایام شریفہ میں شعر پڑھنے مناسب نہیں ہیں، عرض کیا یہ اشعار آپ کے حق میں ہیں فرمایا پڑھو اور آپ نے کسی کو بھیجا اور آپ کے کچھ اہل خانہ بھی حاضر ہوئے تاکہ وہ بھی سنیں پس کمیت نے اپنے اشعار پڑھے اور حاضرین نے بہت گریہ کیا یہاں تک کہ وہ اس شعر تک پہنچا:

يصيب به الرامون عن قوس غيرهم
فيا آخرا اسدى له لغي اوله

ترجمہ: اس کو تیر لگانے والے مارتے ہیں دوسرے کے کمان سے پس اے آخری کہ جس کے لئے گمراہی نے اول کو درست کیا (یا جس کے لئے اول نے گمراہی کو درست)

حضرت نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: اللهم اغفر للكميت ما قدم وما اخر وما اسر وما اعلن واعطه حتىٰ يرضىٰ یعنی خدایا کمیت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر اور اس نے چھپ کر کئے ہوں یا ظاہر بظاہر اور اس کو اتنا دے کہ وہ راضی ہو جائے اور شیخ صدوق نے امالی میں ابراہیم بن ابو المحمود سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا کہ ماہ محرم ایسا مہینہ تھا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس میں جنگ حرام سمجھتے تھے اس امت جفا کار نے اسی مہینہ میں ہمارا خون حلال سمجھا، ہماری ہتک حرمت کی ہماری خواتین اور بچوں کو اسی مہینہ میں قید کیا، ہمارے خیموں میں آگ لگائی ہمارا مال و اسباب لوٹا، اور حرمت رسولؐ کی ہمارے حق میں رعایت نہ کی یاد رکھو کہ شہادت حسینؑ وہ مصیبت ہے کہ جس نے ہماری آنکھیں مجروح کردیں اور ہمارے آنسو بہائے اور ہمارے عزت دار کو ذلیل کیا اور زمین کربلا نے ہمیں قیامت تک کے لئے کرب و بلا کا وارث بنایا، پس حسینؑ جیسے مظلوم پر رونے والوں کو رونا چاہیے کیونکہ آپ پر گریہ کرنا بڑے گناہوں کو ختم کردیتا ہے پھر فرمایا کہ جب ماہ محرم ہوتا تو میرے والد کو کوئی شخص ہنستے ہوئے نہ دیکھتا اور حزن واندوہ ان پر ہمیشہ غالب رہتا، دس محرم تک اور جب دسویں کا دن ہوتا تو آپ کے لئے یہ دن مصیبت، حزن اور گریہ وزاری کا ہوتا اور آپ فرماتے کہ آج کا دن وہ ہے کہ جس میں حسینؑ شہید ہوئے، اور یہ بھی شیخ صدوق نے حضرت سے روایت کی کہ جو شخص عاشورہ کے دن اپنی حاجات میں سعی وکوشش ترک کردے تو خداوند

عالم اس کی دنیا وآخرت کی حاجات پوری فرمائے گا، اور روز عاشورہ جس کے لئے مصیبت حزن اور گریہ کا دن ہو تو خداوند عالم قیامت کا دن اس کے لئے خوشی وسرور کا قرار دے گا، اور اس کی آنکھیں جنت میں ہماری وجہ سے روشن ہوں گی اور جو شخص عاشورہ کے دن کو برکت شمار کرے اور برکت کے لئے اس دن خرچ وخوراک گھر میں ذخیرہ کر کے رکھے تو اس کو اس چیز میں برکت حاصل نہیں ہوگی جس کو اس نے ذخیرہ کیا ہے اور خداوند عالم اسے قیامت کے دن یزید، عبیداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد لعنہم اللہ کے ساتھ اسفل درک جہنم میں محشور کرے گا، اور یہ بھی سند معتبر کے ساتھ ریان بن شبیب سے (جو کہ معتصم خلیفہ عباسی کا خالو ہے) روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا اے ابن شبیب تم روزے سے ہو میں نے عرض کیا کہ نہیں فرمایا یہ دن وہ ہے جس دن خداوند عالم نے حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی تھی جب کہ انہوں نے خداوند عالم سے بیٹے کی خواہش کی تھی اور ملائکہ نے زکریا کو محراب عبادت میں پکار کر کہا تھا کہ خدا تجھے یحیٰی کی بشارت دیتا ہے پس جو شخص اس دن روزہ رکھے اس کی دعا قبول ہوگی، جس طرح کہ زکریاؑ کی دعا قبول ہوئی تھی پھر فرمایا اے شبیب کے بیٹے محرم وہ مہینہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ گزشتہ زمانے میں اس مہینہ کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے ظلم وجنگ کو حرام سمجھتے تھے پس اس امت نے اس مہینہ کی حرمت نہیں پہچانی اور رسول خدا کے احترام کو نہیں پہچانا، اس ماہ میں ذریت رسول خدا کے ساتھ جنگ کی ان کی مستورات کو قید کیا اور ان کے مال واسباب لوٹے، پس خدا انہیں کبھی نہیں بخشے گا اے شبیب کے بیٹے اگر کسی چیز پر رونا چاہتا ہے تو حسینؑ بن علیؑ پر گریہ کرو کیونکہ انہیں گوسفند کی طرح ذبح کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ اہل بیتؑ میں سے اٹھارہ افراد کو شہید کیا ہے کہ جن میں سے کسی ایک کی بھی روئے زمین پر شبیہ ومثال نہ تھی، بتحقیق آپ کی شہادت پر سات آسمان اور زمینوں نے گریہ کیا ہے اور چار ہزار فرشتے آپ کی مدد کے لئے آسمان سے اترے جب زمین پر پہنچے تو حضرت شہید ہو چکے تھے پس وہ ہمیشہ آپ کی قبر کے پاس بال پریشان خاک آلودر ہتے ہیں یہاں تک کہ قائم آل محمدؑ ظاہر ہوں گے اور وہ فرشتے حضرت کے مددگاروں میں ہوں گے اور جنگ کے وقت ان کی یہ علامت ہوگی یا اشارات الحسین علیہ السلام آؤ، اے حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والوں اے پسر شبیب میرے والد نے اپنے باپ دادا سے یہ خبر دی ہے کہ جب میرے جد بزرگوار حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خاک و خون کی بارش ہوئی، اے ابن شبیب اگر تم حسینؑ پر گریہ کرو یہاں تک کہ تمہارے آنسو تمہارے چہرے پر جاری ہوں تو خدا وندعالم تمہارے چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دے گا، چاہے تھوڑے ہوں یا زیادہ اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ جب خدا سے ملاقات کرو اور تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو تو امام حسینؑ کی زیارت کرو، اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ بہشت کے غرفہ عالیہ (اوپر والی منزل کا کمرہ) میں رسول خدا اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ رہو تو قاتلان حسینؑ پر لعنت کرو، اے فرزند شبیب اگر چاہتے ہو کہ شہداء کربلا جتنا ثواب حاصل کرو تو جب حضرت کی مصیبت کو یاد کرو تو کہو یلیتنی کنت معھم فافوز فورا عظیما اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا اے فرزند شبیب! اگر چاہتے ہو کہ درجات عالیات بہشت میں ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے غم واندوہ میں اندوہناک اور ہماری خوشی میں خوش رہو، اور تم پر ہماری ولایت ومحبت لازم

ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے محبت کرتا ہے تو خداوند عالم قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ محشور کرے گا، ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابی ہارون مکفوف (نابینا) سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت سے مشرف ہوا تو حضرت نے فرمایا میرے لئے مرثیہ پڑھو، جب میں نے شروع کیا تو فرمایا یوں نہیں اس طرح پڑھو جس طرح تمہارے ہاں متعارف ہے اور جس طرح امام حسینؑ کی قبر کے پاس پڑھتے ہو۔

امور علی جدث الحسین فقل لا عظمه الزکیة اس شعر کا تمۃ آخر باب میں مراثی کے ذکر میں آئے گا حضرت روتے رہے میں خاموش ہو گیا، فرمایا اور پڑھو میں نے وہ اشعار آخر تک پڑھے، آپ نے فرمایا اور بھی میرے لئے مرثیہ پڑھو، میں نے یہ اشعار آخر تک پڑھے آپ نے فرمایا اور بھی میرے لئے مرثیہ پڑھو، میں نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے:

یامریم قومی فاندبی مولاك

وعلی الحسین فاسعدی ببکاك

حضرت گریہ کرتے رہے اور مستورات نے گریہ وشیون بلند کیا جب گریہ سے خاموش ہوئے تو حضرت نے فرمایا، اے ھارون جو حسینؑ کا مرثیہ پڑھے اور دس آدمیوں کو رلائے تو اس کے لئے جنت ہے پھر ایک ایک کم کرتے گئے یہاں تک کہ فرمایا جو مرثیہ پڑھے اور ایک آدمی کو رلائے تو اس کے لئے جنت لازم وواجب ہو جاتی ہے پھر فرمایا جو حسینؑ کو یاد کرے اور ان پر گریہ کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے اور سند معتبر کے ساتھ عبداللہ بن بکر سے بھی روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا اے فرزند رسول اگر امام حسینؑ کی قبر کو شگاف کریں تو کیا کوئی چیز وہاں انہیں دکھائی دے گی تو آپ نے فرمایا اے فرزند بکر کتنے زیادہ عظیم ہیں تیرے مسائل، یہ بات محقق ہے کہ حسین بن علیؑ اپنے باپ ماں اور بھائی کے ساتھ رسول خداؐ کے گھر میں ہیں آنحضرت کے ساتھ کھاتے پیتے اور خوش وخرم رہتے ہیں اور کبھی کبھی عرش کے دائیں جانت جھکتے ہیں اور خداوند عالم سے کہتے ہیں کہ جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے اس کو پورا فرما، اور وہ اپنے زیارت کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور انہیں ان کے ناموں ان کے آباؤ اجداد کے ناموں اور ان کے رہنے کی جگہوں اور جو کچھ ان کے گھر میں ہے اس کے ساتھ پہچانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ کہ جس طرح تم اپنی اولاد کو پہچانتے ہو اور آنحضرت ان کی طرف دیکھتے ہیں کہ وہ آپ پر گریہ کر رہے ہیں اور ان کے لئے آپ بخشش طلب کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے لئے استغفار کریں اور کہتے ہیں اے مجھ پر رونے والے اگر تجھے معلوم ہو جائیں وہ ثواب جو خدا نے میرے لئے مہیا کر رکھے ہیں تو تیری خوشی غم واندوہ سے زیادہ ہو اور آپ خداوند عالم سے سوال کرتے ہیں کہ آپ پر رونے والے نے جتنے گناہ کئے ہیں وہ انہیں معاف کر دے اور سند معتبر کے ساتھ مسمع سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے مجھ سے پوچھا تم جو اہل عراق میں سے ہو کبھی امام حسینؑ کی زیارت کے لئے بھی جاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں کیونکہ اہل بصرہ میں سے مشہور ومعروف شخص ہوں ہمارے قریب کچھ لوگ رہتے ہیں جو خلیفہ کے تابع ہیں اور ہمارے بہت دشمن ہیں مختلف قبائل اور ناصبی وغیرہ لوگوں میں سے اور ہم مامون نہیں اس سے کہ وہ ہمارے حالات والی وحاکم سے

کہیں اور وہ ہمیں ضرر اور تکلیفیں پہنچائیں، حضرت نے فرمایا تو پھر کبھی ان مصائب کا دل میں تصور کرتے ہو جو حضرت پر وارد ہوئے میں نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا حضرت کی مصیبت پر جزع فزع کرتے ہو، میں نے عرض کیا ہاں خدا کی قسم میں جزع فزع کرتا ہوں یہاں تک کہ میرے گھر والے اس غم واندوہ کا اثر مجھ میں محسوس کرتے ہیں، اور میں کھنا چھوڑ دیتا ہوں یہاں تک کہ میری حالت سے آثار مصیبت ظاہر ہوتے ہیں حضرت نے فرمایا، خدا تیرے رونے پر رحم کرے کیونکہ تیرا ان لوگوں میں شمار ہوگا جو ہمارے لیے جزع جزع کرتے ہیں اور ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم میں اندوہناک ہوتے ہیں اور ہمارے خوف کی وجہ سے خوفناک رہتے ہیں اور امن سے رہتے ہیں اور قریب ہے کہ اپنی موت کے وقت میرے آباؤ اجداد کو تو دیکھے کہ وہ تیرے پاس آئیں اور وہ ملک الموت کو تیرے متعلق سفارش کریں اور تجھے ایسی بشارتیں دیں کہ جن سے تیری آنکھیں روشن ہوں اور تو خوش ہو اور ملک الموت تجھ پر زیادہ مہربان ہو اس مہربان ماں سے جو اپنے بچے سے شفقت و مہربانی کرتی ہے پس حضرت رونے لگے اور میں بھی رویا آخر حدیث تک جو آنکھ کو روشن اور دل کو منور کرتی ہے، اور سند معتبر کے ساتھ زرارہ سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا اے زرارہ بے شک آسمان چالیس دن تک امام حسینؑ پر سرخی اور کسوف کے ساتھ رویا اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور دریا جوش وخروش میں آئے اور ملائکہ نے چالیس دن تک آپ پر گریہ کیا ، بنی ہاشم کی کسی عورت نے خضاب نہیں کیا، تیل اور سرمہ نہیں لگایا اور اپنے بالوں میں کنگھی نہیں کی جب تک عبیداللہ بن زیاد کا سر ہمارے سامنے نہیں لایا گیا، اور ہم ہمیشہ حضرت پر روتے رہتے ہیں اور میرے جد بزرگوار علی بن الحسین جب اپنے پدر عالی قدر کو یاد کرتے تو روتے روتے آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور جو شخص آپ کو اس حالت میں دیکھتا تو آپ کے رونے سے وہ گریہ کرتا اور جو فرشتے اس امام شہید کی قبر کے پاس ہیں وہ آپ پر روتے ہیں اور ان کے رونے سے فضا میں پرندے اور جو کچھ فضا اور آسمان پر فرشتے ہیں وہ سب گریہ کرتے ہیں، ابن قولویہ نے سند معتبر کے ساتھ داؤد رقی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، تو آپ نے پانی منگوایا جب پانی پیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا اے داؤد خدا لعنت کرے قاتلان حسینؑ پر پھر فرمایا جو شخص پانی پیئے اور حضرت کو یاد کرے اور آپ کے قاتلان پر لعنت کرے تو یقیناً خداوند عالم ایک لاکھ نیکیاں اس کے لئے لکھ دیتا ہے، اور ایک لاکھ گناہ اس کے اٹھا لیتا ہے اور ایک لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے اور اس طرح ہے جیسے اس نے ایک لاکھ غلام آزاد کئے ہوں اور قیامت کے دن وہ ٹھنڈے اور خوش وکرم دل کے ساتھ مبعوث ہوگا۔

شیخ طوسی قدس سرہ نے سند معتبر کے ساتھ معاویہ بن وہب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن حضرت صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک بوڑھا کمر خمیدہ شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا، حضرت نے فرمایا وعليك السلام ورحمة الله اے شیخ ہمارے پاس آؤ، وہ بوڑھا شخص امام صادقؑ کے پاس گیا اس نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور رونے لگا حضرت نے فرمایا اے شیخ تیرے رونے کا کیا سبب ہے عرض کیا فرزند رسولؐ سو سال سے میں اس امید سے ہوں کہ

آپ خروج کریں اور شیعوں کو مخالفین کے ہاتھ سے نجات دیں اور ہمیشہ میں کہتا ہوں کہ اس سال اس مہینہ اور اس دن ایسا ہوگا لیکن میں آپ میں وہ حالت نہیں دیکھتا پھر کیوں نہ گریہ کروں، پس حضرت اس بوڑھے کی بات پر روئے اور فرمایا اے شیخ اگر تیری اجل میں تاخیر ہوئی اور ہم نے خروج کیا تو تو ہمارے ساتھ ہوگا اور اگر اس سے پہلے تو دنیا سے چلا گیا تو قیامت کے دن رسول خداؐ کے اہل بیتؑ کے ساتھ ہوگا، وہ شخص کہنے لگا جب یہ بات میں نے آپ سے سن لی تو اس کے بعد جو چیز بھی مجھ سے فوت ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں، آپ نے فرمایا رسول خداؐ فرما گئے ہیں کہ میں دو بزرگ چیزیں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان سے متمسک رہو گے گمراہ نہیں ہوگے، خدا کی کتاب اور میری عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں جب قیامت کے دن آؤ گے تو ہمارے ساتھ ہوگے، پھر آپ نے فرمایا اے شیخ میرا گمان نہیں کہ تم اہل کوفہ میں سے ہو، عرض کیا میں اطراف کوفہ کا رہنے ولا ہوں آپ نے فرمایا کیا ہمارے جد بزرگوار امام حسینؑ کی قبر کے نزدیک کہیں رہتے ہو، عرض کیا جی ہاں، فرمایا تمہارا حضرت کی زیارت کے لئے جانا کیسا ہے کہنے لگا میں جاتا ہوں اور بہت دفعہ جاتا ہوں، آپ نے فرمایا اے شیخ یہ ایسا خون ہے کہ خداوند عالم اس خون کا مطالبہ کرے گا اور اولاد فاطمہؑ پر کوئی مصیبت امام حسینؑ کی مصیبت جیسی نہیں آئی اور نہ آئے گی، اس میں شک نہیں کہ حضرت اپنے اہل بیتؑ کے اٹھارہ افراد کے ساتھ شہید ہوئے ہیں جنہوں نے دین خدا کے لئے جہاد اور خدا کی راہ میں صبر کیا ہے پس خدا نے انہیں صبر کرنے والوں کی بہترین جزا دی ہے، جب قیامت ہوگی تو رسول خداؐ تشریف لائیں گے اور امام حسینؑ ان کے ساتھ ہوں گے اور رسول خداؐ نے اپنا دست مبارک امام حسینؑ کے سر پر رکھا ہوگا، اور اس سر سے خون بہہ رہا ہوگا، تو آنحضرت عرض کریں گے کہ خدایا میری امت سے سوال کر کہ انہوں نے میرے بیٹے کو کیوں قتل کیا ہے، پھر آپ نے فرمایا ہر جزع فزع کرنا اور رونا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے مگر امام حسینؑ پر جزع فزع کرنا اور رونا امر پسندیدہ ہے۔

چوتھی فصل

ان بعض روایات واخبار کے بیان میں جو اس مظلوم کی شہادت کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں

شیخ جعفر بن قولویہ نے سلمان سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا آسمان میں کوئی فرشتہ نہیں جو رسول اکرمؐ کی خدمت میں نہ آیا ہو اور اس نے آنحضرت سے آپ کے بیٹے حسینؑ کی تعزیت نہ کی ہو اور سب نے آنحضرت کو اس ثواب کی خبر دی جو خدا نے شہادت کی وجہ سے آنجناب کو عطا فرمایا ہے اور ہر ایک آپ کے پاس وہ خاک لے کر آیا جس خاک پر اس مظلوم کو ظلم و جور سے شہید کریں گے او رجو فرشتہ بھی آتا تو حضرت فرماتے خداوند قاتل حسینؑ کو مخذول کر اس کا ساتھ نہ دے جو اس کی مدد نہ کرے اور اس کو قتل کرے جو اسے قتل کرے اور اس کو ذبح کرے جو اسے ذبح کرے اور انہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہ کر، راوی کہتا ہے کہ آنحضرت کی دعا ان ملاعین کے متعلق قبول ہوئی، یزید آنجناب کے قتل کرنے کے بعد دنیا سے لذت نہ حاصل کر سکا، خداوند عالم نے اچانک اس کی گرفت کی رات کو مست ہو کر سویا صبح کو اسے مردہ پایا گیا، جبکہ بالکل سیاہ ہو چکا تھا اور جنہوں نے یزید کا اتباع آپ کے شہید کرنے میں کیا یا جو اس لشکر میں گئے ان میں سے کوئی نہیں بچا کہ وہ برص یا دیوانگی میں مبتلا نہ ہوا ہو اور یہ بیماریاں ان کی اولاد میں بھی بطور میراث رہ گئیں، اور امام باقرؑ سے بھی روایت ہے کہ بچپن میں جب امام حسینؑ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آنحضرت امیر المومنینؑ سے فرماتے کہ یا علی حسینؑ کو میرے لئے پکڑے رہو، پس حضرت امیر حسینؑ کو تھام لیتے اور رسولؐ اس کے نچلے حصے کو بوسے لیتے اور گریہ کرتے، ایک دن اس امام مظلومؑ نے عرض کیا ابا جان آپ کیوں روتے ہیں فرمایا اے فرزند گرامی! کیوں نہ گریہ کروں کہ میں دشمنوں کی تلواروں کی جگہ کا بوسہ لیتا ہوں، امام حسینؑ نے عرض کیا بابا جان میں قتل کر دیا جاؤں گا؟ فرمایا ہاں تم تمہارے بھائی اور تمہارے باپ خدا کی قسم سب قتل ہوں گے، امام حسینؑ نے عرض کیا پھر ہماری قبریں ایک دوسرے سے الگ ہوں گی؟ فرمایا ہاں بیٹا! امام حسینؑ نے عرض کیا پھر آپ کی امت میں سے کون ہماری زیارت کرے گا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے باپ اور بھائی کی زیارت نہیں کریں گے مگر میری امت کے صدیق، اور حضرت صادقؑ سے یہ روایت بھی کی ہے آپ نے فرمایا ایک دن امام حسینؑ رسول خداؐ کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت ان سے کھیلتے اور انہیں ہنساتے تھے کہ عائشہ نے کہا یا رسول اللہؐ! اللہ اس بچہ کو کتنا زیادہ آپ پیار کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا! وائے ہو تجھ پر میں کیوں نہ اس سے محبت کروں، یہ مجھے کیوں نہ پیارا ہو، حالانکہ یہ بچہ میرے دل کا میوہ ہے اور میری آنکھوں کا نور ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ میری امت اس کو قتل کرے گی، پس جو شخص اس کی شہادت کے بعد اس کی زیارت کرے گا تو خداوند عالم اس کے لئے میرے حجوں میں سے ایک حج لکھ دے گا، عائشہ نے تعجب سے پوچھا آپ کے حجوں میں سے ایک حج، حضرت نے فرمایا

بلکہ دو حج میرے حجوں میں سے، پھر اس نے تعجب کیا، آپ نے فرمایا بلکہ چار حج اور وہ مسلسل تعجب رتی گئی اور حضرت بڑھاتے گئے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا میرے حجوں میں سے نوے حج کہ ہر حج کے ساتھ عمرہ بھی ہو، شیخ مفید طبرسی ابن قولویہ اور ابن بابویہ رضوان اللہ علیہم نے معتبر اسناد کے ساتھ اصبغ بن نباتہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ منبر کوفہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے کہ مجھ سے پوچھو جو چاہو اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ، خدا کی قسم گزشتہ اور آئندہ کے اخبار میں سے جو کچھ پوچھو البتہ میں تمہیں اس کی خبر دوں گا، پس سعد بن ابی وقاص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امیر المومنینؑ مجھے بتایئے کہ میرے سر اور ڈاڑھی کے کتنے بال ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے خلیل اور دوست رسول خدا نے مجھے بتایا تھا کہ تو مجھ سے یہ سوال کرے گا، اور یہ بھی بتایا کہ تیرے سر اور ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں اور یہ بھی بتایا کہ ہر بال کی جڑ میں شیطان ہے جو تجھے گمراہ کرتا ہے اور تیرے گھر میں ایک لڑکا ہے جو میرے بیٹے حسینؑ کو شہید کرے گا اور اگر تجھے بتاؤں کہ تیرے بالوں کی تعداد کتنی ہے تو تو میری تصدیق نہیں کرے گا لیکن جو بات میں نے کہی ہے اس سے میرے گفتگو کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی، اور اس وقت عمر بن سعد بچہ تھا اور ابھی ابھی چلنے لگا تھا، لعنۃ اللہ علیہ (ارشاد اور احتجاج کی روایت میں سعد کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے یہ سوال کیا، اور حضرت نے وہی جواب دیا اور آخر میں فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ جو کچھ تو نے پوچھا ہے اس کی دلیل پیش کرنا مشکل ہے، تو میں تجھے تیرے بالوں کی تعداد بتا تا لیکن اس کی نشانی وہی تیرا لڑکا ہے الخ) حمیری نے قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اپنے دو صحابیوں کے ساتھ زمین کربلا میں پہنچے جب اس صحرا میں داخل ہوئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے اور یہ سامان اتارنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، کیا کہنا تیرا اے تربت کہ تجھ پر دوستان خدا کے خون بہیں گے، شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ عمر بن سعد لعین نے امام حسینؑ سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ بے عقل لوگ رہتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میں آپ کو قتل کروں گا، فرمایا وہ بے عقل نہیں بلکہ وہ عالم اور عاقل ہیں، لیکن مجھے خوشی ہے کہ میرے بعد تو تھوڑی دیر عراق کی گندم کھا سکے گا، شیخ صدوق نے صادق اہل بیتؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ ایک دن امام حسنؑ کے پاس گئے جب ان کی نگاہ اپنے بھائی پر پڑی تو رونے لگے، فرمایا اے ابا عبداللہ آپ کیوں رو رہے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا میں اس بلا و مصیبت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو آپ پر آئے گی، امام حسنؑ نے فرمایا مجھ پر جو مصیبت آئے گی وہ تو زہر ہے جو مجھے دیں گے لیکن لا یوم کیوم آپ کے دن کی طرح تو کوئی دن نہیں، تیس ہزار افراد آپ کے مقابلہ میں آئیں گے آپ کے قتل کرنے خون بہانے ہتک حرمت اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے اور آپ کے مال و اسباب لوٹنے پر تو اس وقت بنی امیہ پر لعنت اترے گی اور آسمان خون برسائے گا، اور ہر چیز آپ پر گریہ کرے گی، یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں آپ پر گریہ کریں گے، مولف کہتا ہے حق یہ ہے کہ اگر کوئی بابصیرت غور و تامل کرے تو اسے اس مصیبت سے زیادہ مصیبت نظر نہیں آئے گی کیونکہ ابتدائے دنیا سے لے کر آج تک تواریخ وسیر کی طرف مراجعہ کرنے کے بعد کوئی واقعہ اتنا عظیم ہم نے نہیں دیکھا کہ اپنے نبیؐ کے فرزند کو اس کے اصحاب اہل بیت کے ساتھ ایک ہی دن میں قتل کر کے اس کا مال و اسباب لوٹ لیں اور اس کے خیموں کو جلا دیں، اس کا سر اور اس کے ساتھیوں اور اولاد کے سر اس کے عیال و اطفال کے

ساتھ شہر بشہر لے جائیں اور یکدم اس ملت و دین کو ٹھوکر ماردیں کہ جس کی طرف اپنی نسبت دیتے ہیں جب کہ ان کی سلطنت وقوت کا انحصار اسی دین پر ہو نہ کہ کوئی اور دین وملت"ما سمعنا بهذا فی آبایٔنا الا ولب فانا لله وانا الیه راجعون من مصیبة ما اعظمها واوجعها و انکا ها لقلوب المحبین والله درمهیا رحیث قال یعظمون له اعود منبره۔ وتحت ارجلهم اولاده وضعوا ۔ بای حکم بنوه بتبعونکم و فخرکم انکم صحب له تبع"ہم نے اس قسم کا واقعہ اپنے گزشتہ آباؤاجداد سے نہیں سنا، پس انا للہ ہے اس مصیبت پر یہ کتنی عظیم دردناک اور محبت کرنے والوں کے دلوں کو دکھانے والی ہے خدا بھلا کرے مہیار کا جس نے کہا ہے اس کے منبر کی لکڑیوں کی اس کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں اور اس کی اولاد کو پاؤں کے نیچے رکھا ہوا ہے کس قانون کے ماتحت اس کے بیٹے ان کا اتباع کریں حالانکہ ان کا فخر تو بس یہی ہے کہ یہ اس کے صحابی اور اس کا اتباع کرنے والے ہیں۔

دوسرا مقصد:

ان چیزوں کا بیان جو سید الشہداؑ کے متعلق ہیں مدینہ سے چل کر کربلا میں وارد ہونے تک اور حضرت مسلم اور ان کے دوشہزادوں کی شہادت اور اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

سید الشہداءؑ کے مکہ معظّمہ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان

چونکہ یہ واقعہ ہولناک کتب فریقین میں مختلف طور پر وارد ہوا ہے لہٰذا اس رسالہ میں مختصر طریقہ سے اس پر اکتفاء کیا جائے گا جسے اعاظم علماء نے اپنی معتبر کتب میں ذکر کیا ہے اور حتی الامکان ہم شیخ مفید سید ابن طاؤس۔ ابن نما اور طبری کی روایت سے تجاوز نہیں کریں گے اور ان کی روایت کو باقیوں پر ترجیح دیں گے۔ اور غالباً ابتداء مطلب میں محل اختلاف اور اس کے ناقل کی طرف اشارہ ہوگا۔ اب ہم کہتے ہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب امام حسنؑ نے ریاض قدس کی طرف رحلت فرمائی۔ تو عراق کے شیعہ حرکت میں آئے اور انہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ ہم معاویہ کی خلافت کا جوا اتار کر آپ کی بیعت کرتے ہیں حضرت نے اس وقت اس چیز کو قرین مصلحت نہ سمجھتے ہوئے اس انکار کیا۔ اور انہیں معاویہ کی حکومت کے اختتام تک صبر کرنے کا حکم دیا۔ پس جب معاویہ نے پندرہ رجب ۶۰ھ میں دنیا سے رختِ سفر باندھا اور یزید اس کی جگہ پر مسند حکومت پر بیٹھا تو وہ اپنے امر خلافت کی طرف مستعد ہوا اور اس نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو جو کہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا کہ ولید میرے لیے بیعت لو۔ ابوعبداللہ الحسین۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر سے اور ان پر اس معاملہ میں سختی کرو۔ اور ان کا کوئی عذر قبول نہ کرو۔ اور ان میں سے جو بھی بیعت کا انکار کرے اس کا سرتن سے جدا کر کے میری طرف بھیج دو جب یہ خط ولید کو ملا۔ اس نے مروان کو بلایا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا مروان نے کہا ابھی تک یہ لوگ معاویہ کی موت سے باخبر نہیں ہیں فوراً انہیں بلاؤ اور یزید کی بیعت ان سے لے لو اور ان میں سے جو بھی بیعت قبول نہ کرے اسے قتل کر دو پس اسی رات ولید نے ان افراد کو بلایا اور یہ لوگ اس وت روضہ منورہ حضرت رسولؐ خدا میں جمع تھے جب ولید کا پیغام انہیں پہنچا تو امام حسینؑ نے فرمایا جب میں اپنے گھر واپس چلا گیا تو ولید کی دعوت قبول کروں گا۔ ولید کا پیغام رساں جو کہ عمر بن عثمان تھا۔ واپس چلا گیا عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا اے اباعبداللہ ولید کا اس وقت بلانا بے موقعہ ہے اور اس چیز نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ کے دل میں کیا خیال ہے حضرت نے فرمایا میرا خیال ہے کہ معاویہ طاغیہ مر گیا ہے اور ولید نے ہمیں یزید کی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ جب یہ لوگ ولید کے دلی راز سے مطلع ہوئے تو عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمن بن ابی بکر نے کہا ہم تو اپنے گھر جاتے ہیں اور اپنے دروازے بند کر لیتے ہیں۔ اور ابن زبیر کہنے لگا میں تو یزید کی بیعت کبھی بھی نہیں کروں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں سوائے اس کے کہ میں ولید کے پاس جاؤں پس آپ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تیس افراد اپنے اہل بیت اور موالیوں میں سے بلائے اور انہیں فرمایا کہ اپنے ہتھیار لے لو۔ اور انہیں اپنے ساتھ لے لیا اور فرمایا تم اس کے گھر کے دروازے پر بیٹھ جانا

اگر میری آواز بلند ہو تو تم لوگ مکان کے اندر آجانا جب آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ مروان بھی ولید کے پاس بیٹھا ہے پس آپ جا کر بیٹھ گئے تو ولید نے معاویہ کی موت کی خبر آپ سے بیان کی آپ نے کلمہ استرجاع کہا پھر ولید نے یزید کا خط جو بیعت لینے کے سلسلہ میں اس نے لکھا تھا آپ کے سامنے پڑھا آپ نے فرمایا میں گمان نہیں کرتا کہ تم راضی وہ جاوکہ میں یزید کی مخفی طور پر بیعت کرلوں بلکہ تمہاری خواہش مجھ سے یہ ہوگی کہ میں لوگوں کے اس کی بیعت کروں تا کہ انہیں معلوم ہو۔ ولید نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے حضرت نے فرمایا آج رات صبح تک تاخیر کرو تا کہ تم اس معاملہ میں اپنی رائے کو دیکھ بھال لو۔ ولید نے کہا ،سب بجا ہے خدا آپ کا ساتھ دے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے مجمع میں آپ سے ملاقات ہو۔ مروان سے ولید نے کہا، ان سے دستبردار نہ ہوا گر اب تو نے ان سے بیت نہ لی تو پھر ان تک تیرا ہاتھ نہیں پہنچ سکے گا مگر یہ کہ جانبین سے بہت سا خون اس وقت وہ تیرے قبضہ میں ہیں انہیں جانے نہ دے جب تک بیعت نہ کریں ورنہ ان کی گردن اڑا دے۔ حضرت کو اس پلید کی بات پر غصہ آ گیا اور فرمایا: اے زرقا (نیلی آنکھوں والی عورت) کے بیٹے تو مجھے قتل کرے گا۔ خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا ہے اور تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے قتل کرنے پر قادر نہیں پھر آپ نے ولید کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

”اے امیر! ہم اہل بیتؑ نبوت اور معدن رسالتؑ ہیں۔ ملائکہ ہمارے گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں اور خداوند عالم نے پیدائش میں ہمیں مقدم رکھا ہے اور ہمیں پر اس دنیا کو ختم کرے گا۔ اور یزید شخص فاسقِ شراب خور اور ناحق لوگوں کو قتل کرنے والا اور علانیہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور مجھ جیسا انسان اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرسکتا۔ اور باقی باتیں جب تم سے ملاقات ہوگی تو کہیں سنیں گے۔

یہ کہہ کر آپ باہر چلے گئے اور اپنے مددگاروں کی طرف لوٹ آئے۔ یہ واقعہ ہفتہ کی رات کا ہے جبکہ ماہ رجب کے تین دن باقی تھے جب حضرت باہر چلے گئے تو مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہیں مانی۔ خدا کی قسم اب وہ تیرے ہاتھ کبھی نہ آئیں گے ولید نے کہا، وائے ہو تجھ پر جو رائے تو نے میرے لیے پسند کی ہے وہ میرے دین و دنیا کی ہلاکت کا باعث ہے خدا کی قسم میں راضی نہیں ہوں کہ تمام دنیا میری ملک ہو جائے اور میں خونِ حسینؑ میں شریک ہوں سبحان اللہ کیا تو راضی ہے کہ میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کردوں کہ وہ کہتا ہے میں یزید کی بیعت نہیں کرتا۔ خدا کی قسم جو شخص خونِ حسینؑ میں شریک ہو قیامت کے دن اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہو سکے گی مروان نے بظاہر کہا کہ اگر تیری نظر میں یہ بات ہے تو تو نے ٹھیک کیا ہے لیکن دل سے اسے ولید کی رائے پسند نہیں تھی ولید نے اسی رات ابن زبیر کی بیعت لینے پر زور دیا اور اس نے انکار کیا یہاں تک کہ وہ رات ہی رات مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ جب ولید اس کے فرار سے باخبر ہوا تو بنی امیہ میں سے ایک شخص کو اسی (۸۰) سواروں کے ساتھ اس کے تعاقب میں بھیجا۔ چونکہ وہ غیر متعارف راستہ سے گیا تھا۔ جتنا انہوں نے اسے تلاش کیا اسے نہ پا کر واپس آ گئے۔ جب صبح ہوئی تو امام حسینؑ گھر سے باہر نکلے۔ مدینہ کے ایک کوچہ میں مروان کی آپ سے ملاقات ہوگئی۔ تو وہ کہنے لگا۔ اے اباعبداللہ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں آپ میری اطاعت کیجئے اور میری نصیحت قبول کرلیں حضرت نے فرمایا تیری نصیحت کون سی

ہے۔اس نے کہا میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں کیونکہ یزید کی بیعت آپ کے دین دنیا کے لیے بہتر ہے حضرت نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون وعلی الاسلام السلام" مروان کے کلمات حیرت کا باعث ہوئے کہ حضرت نے کلمہ استرجاع زبان جاری کیا اور فرمایا اسلام پر سلام ہو جب امت مبتلا ہو جائے یزید جیسے خلیفہ کے ساتھ اور بتحقیق میں نے اپنے جد بزرگوار اور رسول خداؐ کو یہ فرماتے ہوءسنا کہ خلافت آلِ ابوسفیان پر حرام ہے۔مروان اور حضرت کے درمیان بہت گفتگو ہوئی پس مروان غصہ کی حالت میں حضرت کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ہفتہ کے دن کے آخر میں پھر ولید نے کسی کو حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا اور بیعت کے معاملہ میں تاکید کی۔آپ نے فرمایا صبر کرو یہاں تک کہ میں آج رات سوچ لوں اور اسی رات جو کہ اتوار کی رات تھی اور رجب کے ختم ہونے میں دو دن باقی رہ گئے تھے آپ مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جب آپ نے مدینہ سے نکلنے کا عزم بالجزمہ کرلیا تو اپنے نانا رسول خداؐ، ماں فاطمۃ الزہراؑ اور بھائی حسن مجتبیؑ کی قبر پر گئے اور ان کو الوداع کیا اور اپنے بیٹے بھائی کے بیٹے اپنے بھائی اور اپنے تمام اہل بیتؑ اپنے ساتھ لیے سوائے محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کے کہ جنہیں جب معلوم ہوا کہ حضرت جانے کا قصد کر چکے ہیں تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے برادر گرامی! آپ تمام مخلوق سے مجھے زیادہ عزیز ہیں اور آپ تمام لوگوں سے مجھے زیادہ محبوب ہیں اور میں ایسا شخص نہیں کہ کسی سے نصیحت میں دریغ کروں اور آپ زیادہ سزاوار ہیں اس سلسلہ میں جو میں مصلحت سمجھتا ہوں وہ عرض کرتا ہوں کیونکہ آپ میرا نفس میرا جسم اور میری جان ہیں اور آج آپ ہی سند اور سید اہل بیتؑ میں اور آپ وہ ہیں کہ جن کی اطاعت مجھ پر واجب ہے کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو منتخب کیا ہے اور جنت کا سردار مقرر کیا ہے۔اے بھائی میں آپ کے لیے مصلحت یہ سمجھتا ہوں کہ یزید کی بیعت سے کنارہ کشی کریں اور وہ علاقے اور شہر جو اس کے زیرِ فرمان ہیں ان سے دوری اختیار کریں۔کسی غیر آباد علاقہ میں چلے جایئے اور اپنے قاصد لوگوں کے پاس بھیجیں انہیں اپنی بیعت کی دعوت دیں۔اگر وہ آپ کی بیعت کو اختیار کریں تو حمد خدا کیجئے اور اگر وہ آپ کے علاوہ کسی کی بیعت کرلیں تو اس سے آپ کے دین میں کوئی کمی نہیں واقع ہوگی۔اور آپ کی مروت اور فضل میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ آپ کسی شہر میں جائیں اور اس شہر والوں میں اختلاف ہو جائے۔ایک گروہ آپ کے ساتھ ہو اور دوسرا آپ کے مخالفت ہو اور معاملہ جنگ وجدال تک جا پہنچے تو اس وقت سب سے پہلے آپ ہی تیر کا ہدف اور شمشیر کا نشانہ ہوں گے۔اور آپ کا خون جبکہ آپ بہترین مخلوق ہیں اپنی ذات اور ماں باپ کے لحاظ سے ضائع ہو جائے اور اہل بیت باشرف کی حرمت پر حرف آئے۔

حضرت نے فرمایا: بھائی پس کہاں کا سفر اختیار کروں۔محمد نے کہا مکہ معظمّہ تشریف لے جایئے اور وہاں قرار پکڑیں۔ اب اگر اہل مکہ آپ سے بے وفائی کا راستہ اختیار کریں تو یمن کے علاقہ میں چلے جایئے کیونکہ اس علاقہ میں رہنے والے آپ کے والد اور جد بزرگوار کے شیعہ ہیں ان کے دل رحیم اور عزم صمیم ہیں اور ان کے شہر کشادہ ہیں اگر وہاں بھی آپ کا معاملہ درست نہ ہو سکے تو پھر پہاڑوں ریگستانوں اور دروں کی طرف متوجہ ہوں اور مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف منتقل ہوتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو لوگوں کا انجام کار کہیں ختم ہوتا نظر آئے۔آپ نے فرمایا: اے بھائی بے شک تم نے نصیحت ومہربانی کی ہے او

رمجھے امید ہے کہ تمہاری رائے محکم اور متعین ہوگی اور بعض روایات کے مطابق محمد نے اپنی گفتگو قطع کر دی اور بہت روئے اور اس امام مظلوم نے بھی گریہ کیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اسے بھائی خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ تم نے نصیحت اور خیر خواہی کی ہے اب میں مکہ معظّمہ ہی کی طرف جا رہا ہوں اور اس سفر کے لیے تیار ہو چکا ہوں اور بھائیوں کی اولاد اور اپنے پیروکار شیعوں کو اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں اور اگر تم چاہو تو مدینہ میں رہو اور جو سانحہ رونما ہو اس کی مجھے اطلاع دو۔ پھر آپ نے قلم و دوات منگوائے اور وصیت نامہ لکھا۔ اور اس کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور وہ محمد کے ہاتھ میں دیا اور اسی رات کی تاریکی میں روانہ ہوئے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق مدینہ سے روانہ ہوتے وقت حضرت نے اس آیت کی تلاوت کی۔ جو جناب موسیٰؑ کے فرعون کے ڈر سے نکلنے اور مدین کی طرف جانے کے واقعہ کو بیان کرتی ہے۔ فخرج منھا خائفاً تیرقب قال ربِ نجنی من القوم الظلمین۔ یعنی باہر نکلے موسیٰ کی شہر سے جبکہ دشمنوں سے متفکر تعاقب تھے پس کہا موسیٰؑ نے پروردگار مجھے نجات دے ظالم گروہ سے اور حضرت متعارف راستہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے اہل خاندان نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ متعارف راستہ سے ہٹ کر چلیں جس طرح کہ ابن زبیر گیا ہے تاکہ اگر کوئی آپ کی تلاش میں آئے تو آپ کو نہ پا سکے۔ آپ نے فرمایا میں سیدھے راستے سے ادھر ادھر نہیں ہوں گا۔ جب تک خدا میرے اور ان کے درمیان حکم نہ کرے۔

جناب سکینہ سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو کوئی خانوادہ ہم اہل بیتؑ رسالتؑ سے زیادہ خطرہ اور خوف و ہراس میں نہیں تھا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ وہ مدینہ طیبہ سے باہر چلے جائیں تو مخدرات و خواتین بنی عبدالمطلبؑ جب آپ کے ارادہ سے مطلع ہوئیں تو وہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نوحہ و زاری کی صدا بلند ہوئی یہاں تک کہ حضرت ان کے درمیان سے گزرے اور انہیں قسم دی کہ وہ گریہ و نوحہ کی آوازوں کو بند کریں اور صبر کریں۔ وہ مصیبت زدہ جگر جلی ہوئی کہنے لگیں تو ہم نوحہ وزاری کس دن کے لیے رکھ چھوڑیں۔ خدا کی قسم یہ وقت ہمارے لیے اس دن کے مانند ہے جس دن رسول خداؐ نے دنیا سے کوچ کیا اور اس دن کی طرح ہے جس دن فاطمہ رقیہ زینب اور ام کلثوم رسول کی بیٹیوں (پروردہ) نے دنیا سے رحلت کی۔ خدا ہماری جان کو آپ کا فدیہ قرار دے۔ اے مومنین کے دلوں کے محبوب اور اے بزرگوں کی یادگار پھر آپ کی ایک پھوپھی آ ہیں اور انہوں نے نالہ و شیون کیا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں اے نور دیدہ کہ میں نے اسی وقت سنا کہ جنات آپ پر نوحہ کر رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ۔

وان قتیل الطف من آلِ ھاشمٍ

اذل رقاباً من قریشٍ فزلتِ

یعنی آل ہاشم میں جو شخص مقام طف (کربلا) میں قتل ہوگا۔ اس نے قریش کی گردنوں کو جھکا دیا۔ پس وہ ذلیل ہوگئیں۔

قطب راوندی اور دوسرے اعلام کی روایت کے مطابق جناب ام سلمہ زوجہ طاہرہ حضرت رسولؐ کے مدینہ سے

روانہ ہونے کے وقت آنجناب کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا، اے بیٹا مجھے عراق کی طرف جا کر دکھ نہ دینا کیونکہ میں نے آپ کے جد بزرگوار سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند دلبند حسینؑ عراق کی اس زمین میں قتل کر دیا جائے گا۔ کہ جسے کربلا کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے مادر گرامی! خدا کی قسم میں اس بات کو جانتا ہوں اور میں ضرور قتل ہوں گا۔ اور میرے لیے جانے کے سوا چارہ کار نہیں اور میں حکم خدا کے مطابق عمل کروں گا۔ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ میں کس دن شہید ہونگا۔ اور میں اپنے قاتل کو پہچانتا ہوں اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں کہ جس میں میں دفن ہوں گا۔ میرے اہل بیت اغرہ اور شیعوں میں سے جو لوگ میرے ساتھ قتل ہوں گے ان کو جانتا ہوں۔

اے مادر گرامی! اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ جگہ دکھاؤں کہ جس میں میں قتل اور دفن ہوں گا۔ پھر آپ نے کربلا کی طرف اشارہ کیا۔ اعجازِ امامت سے باقی زمینیں پست ہوگئیں اور زمین کربلا بلند ہوگئی۔ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت کی شہادت کی جگہ دیکھی اور زار و قطار رونے لگیں۔

پھر آپ نے فرمایا: اے نانی اماں خدا نے یہ مقصد کیا اور چاہا کہ وہ مجھے ظلم و ستم سے شہید ہوتے اور میرے اہل بیت خواتین اور جماعت کو متفرق و پراگندہ اور میرے بچوں کو ذبح ہوتے اور طوق و سلاسل میں اسیر دیکھے جبکہ وہ فریاد کریں اور کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ ہو۔ پھر فرمایا: نانی اماں! خدا کی قسم میں اسی طرح قتل ہونگا۔ میں عراق نہ بھی جاؤں تب بھی یہ مجھے قتل کر دیں گے پھر حضرت اُم سلمہ نے کہا میرے پاس کچھ مٹی ہے جو رسولِ خدا نے مجھے دی ہے اور اس کو شیشی میں میں نے محفوظ کیا ہوا ہے۔ پس امام حسینؑ نے ہاتھ بڑھایا اور کربلا کی زمین سے ایک مٹھی بھر خاک اٹھالی اور حضرت اُم سلمہؓ کو دے دی۔ اور فرمایا، نانی اماں اس مٹی کو بھی اس خاک کے ساتھ حفاظت سے رکھ لو اور جس وقت یہ دونوں خاک خون ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ مجھے کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

علامہ مجلسی نے جلاء میں فرمایا اور سندِ معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ (شیخ مفید اور دوسرے علماء سے) کہ جب سید الشہداءؑ مدینہ منورہ سے نکلے تو ملائکہ کی بہت سی فوجیں جنگ کے سامان سے آراستہ ہاتھوں میں نیزے پکڑے ہوئے جنت کے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے راستہ میں آ کھڑے ہوئے اور انہوں نے آپ کو سلامی دی۔ اور عرض کیا اے اپنے نانا باپ اور بھائی کے بعد تمام مخلوق پر حجت خدا اللہ تعالیٰ نے آپ کے نانا کی بہت سے مقامات پر ہم سے مدد و نصرت کرائی اور اب ہمیں آپ کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری اور ہماری وعدہ گاہ وہ جگہ ہے کہ جسے خداوند عالم نے میری شہادت اور دفن کے لیے مقرر کیا ہے اور وہ کربلا ہے جب میں اس بقعہ شریفہ پر پہنچ جاؤں تو میرے پاس آنا۔ ملائکہ نے عرض کیا، اسے حجت خدا! جو حکم آپ صادر فرمائیں ہم اطاعت کرنے کو تیار ہیں۔ اگر آپ کو دشمنوں کا خوف ہے تو ہم آپ کے ساتھ رہیں اور آپ سے ان کے ضرر کو دفع کریں تو آپ نے فرمایا یہ مجھے کوئی ضرر اور تکلیف نہیں دے سکیں گے جب تک میں اپنے مقام شہادت پر پہنچ نہ جاؤں پھر مسلمان جنات کی بے شمار فوجیں ظاہر ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچیں اور آ کر

عرض کیا: اے ہمارے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں جو آپ چاہیں اپنے دشمنوں اور دوسرے لوگوں کے متعلق حکم دیجئے تا کہ ہم اطاعت کریں اور اگر آپ فرمائیں تو اس وقت آپ کے تمام دشمنوں کو ہلاک کر دیں بغیر اس کے کہ آپ کو کوئی زحمت ہو۔ اور آپ کوئی کام کریں ہم یہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ نے ان کے حق میں دعا کی۔ فرمایا کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ایںما شکو نوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مسیدۃٍ۔ جو کہ خدا نے میرے جد بزرگوار پر نازل کی ہے یعنی جہاں کہیں ہو گے تمہیں موت پالے گی چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو اور پھر فرماتا ہے۔ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعلم "یعنی کہہ دواے رسولؐ منافقین سے کہ اگر تم اپنے گھروں میں رہو تب بھی نکل آئیں گے وہ لوگ کہ جن کے لیے قتل وشہید ہونا لکھا جا چکا ہے۔ اپنے قتل ہونے اور آرام کرنے کی طرف۔ اب اگر میں توقف کروں اور جہاد کے لیے باہر نہ جاؤں تو گمراہ قوم کا کس کے ذریعے سے امتحان ہوگا۔ اور کس چیز سے اس تباہ ہونے والے گردہ کی آزمائش ہوگی اور کربلا میں میری قبر میں کون جا کے رہے گا جسے خداوند عالم نے زمین بچھانے والے دن سے منتخب کیا ہے اور اس باشرف جگہ کو میرے شیعوں کے لیے پناہ گاہ بنایا ہے۔ اور اس بقعہ مقدسہ کی طرف بازگشت اور جانے کو ان کے لیے دنیا و آخرت میں امن کا سبب بنایا ہے لیکن تم عاشورا کے دن میرے پاس آنا کہ جس دن کے آخر میں میں کربلا میں شہید ہونگا۔ جب کہ میرے اہل بیتؑ میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا کہ جن کو قتل کرنے کا وہ ارادہ رکھتے ہوں اور میرا سر یزید پلید کے پاس لے جائیں۔

پس جنات نے عرض کیا۔ اے حبیب خدا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ کے حکم کی اطاعت واجب اور آپ کی مخالفت جائز نہیں تو ہم آپ کے تمام دشمنوں کو اس سے پہلے کہ وہ آپ تک پہنچیں قتل کر دیتے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہماری قدرت ان پر تمہاری قدرت وطاقت سے زیادہ ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ خدا کی حجت اس کی تمام مخلوق پر تمام کریں اور قضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

دوسری فصل

سیدالشہداءؑ کا مکہ معظّمہ میں ورود اور اہل کوفہ کے متواتر خطوط کا اس امام جن وانس کے پاس آنے کا بیان

پہلے گزر چکا ہے کہ سیدالشہداء اتوار کی رات کو جب کہ ماہ رجب کے ختم ہونے میں دو دن رہتے تھے مدینہ سے نکلے پس جان لو کہ حضرت جمعہ کی رات تین شعبان کو مکہ معظّمہ میں وارد ہوئے اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اس آیت سے تمثیل کیا ولما توجہ تلقاء مدین قال عسیٰ ربی ان یھدنی سوآء السبیل یعنی حضرت موسیٰ شہر مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہا مجھے اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کرے جو میرے مقصود تک پہنچائے اور ادھر سے جب ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ بھی مکہ کی طرف چلے گئے ہیں تو ولید نے کسی کو عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا تاکہ وہ حاضر ہو کر یزید کی بیعت کرے۔ اس نے جواب دیا کہ جب دوسرے لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی تو میں متابعت کروں گا۔ چونکہ ولید کو ابن عمر کی بیعت کرنے میں نفع نقصان نہیں نظر آیا۔ لہٰذا اس نے مصلحت تاخیر میں سمجھی اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ عبداللہ بن عمر نے بھی مکہ کا راستہ لیا۔

خلاصہ یہ کہ جب اہل مکہ اور اس کے اطراف سے عمرہ کے لیے آنے والے لوگوں نے خبر مقدوم مسرت نزوم سنی تو وہ آپ کی خدمت میں آنے لگے اور صبح وشام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عبداللہ بن زبیر نے اس وقت مکہ میں قیام کیا ہوا تھا اور مسلسل لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے خانہ کعبہ کے پاس نماز میں مشغول رہتا اور اکثر دنوں میں بلکہ دو دن میں ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا لیکن حضرت کا مکہ میں رہنا اس کے لیے بوجھ تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب تک آنجناب مکہ میں ہیں اہل حجاز میں سے کوئی شخص بھی اس کی بیعت نہیں کرے گا۔ جب معاویہ کے مرنے کی خبر کوفہ میں پہنچی اور اہل کوفہ اس کی موت سے باخبر ہوئے اور امام حسینؑ اور ابنِ زبیر کا یزید کی بیعت سے انکار کرنا اور مکہ کی طرف جانا بھی انہیں معلوم ہوا تو کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرو خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور حمد وثنائے الٰہی ادا کرنے کے بعد معاویہ کے مرنے اور یزید کی بیعت کے متعلق انہوں نے گفتگو کی سلیمان نے کہا: اے جماعت شیعہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ معاویہ ستم گار مر چکا ہے۔ اور یزید شراب خوار اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے اور امام حسینؑ نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور مکہ معظّمہ کی طرف چلے گئے ہیں اور تم ان کے اور ان کے پدر بزرگوار کے شیعہ ہو۔ اب اگر تم جانتے ہو کہ ان کی مدد اور ان کے دشمنوں سے جہاد کرو گے تو ان کو خط لکھو اور ان کو بلاؤ اور اگر کمزوری اور بزدلی تم پر غالب ہے اور ان کی مدد میں سستی کرنی ہے اور جو خیر خواہی اور اتباع کرنے کی شرط ہے۔ اسے عمل میں نہیں لانا تو انہیں دھوکا نہ دو اور نہ انہیں ہلاکت ومصیبت میں ڈالو۔ وہ کہنے لگے اگر حضرت ہماری طرف

تشریف لائیں تو ہم سب عقیدت کے ہاتھوں سے ان کی بیعت کریں گے اور ان کی مدد و نصرت میں ان کے دشمنوں کے ساتھ جانفشانی کا مظاہرہ کریں گے۔ پھر ایک خط سلیمان بن صرد مستیب بن نجبہ رفاعہ بن شداد بجلی حبیب بن مظاہر اور باقی شیعہ حضرات کی طرف سے آپ کی خدمت میں لکھا گیا کہ جس میں حمد وثنا اور معاویہ کے مرنے کی خبر کے بعد درج کیا تھا کہ اے فرزند رسولؐ ہم اس وقت امام و پیشوا نہیں رکھتے لہٰذا ہماری طرف آیئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایئے تاکہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے حق ہم پر ظاہر کرے اور نعمان بن بشیر حاکم کوفہ قصر الامارہ میں نہایت ذلت کے ساتھ بیٹھا ہے اور وہ خود کو امیر جماعت سمجھتا ہے حالانکہ ہم اسے امیر نہیں سمجھتے اور اس کی امارت کو نہیں چاہتے اور اس کی نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے اور عید کے دن نماز عید کے لیے ان کے ساتھ نہیں جاتے اور اگر یہ خبر ہمیں مل جائے کہ آپ اس طرف آ رہے ہیں تو ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے تاکہ وہ اہل شام سے جا ملے۔ والسلام

پس وہ خط عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ میں زیدہ اہل بیت عصمت وجلال کی خدمت میں بھیجا اور اس بات پر زور دیا کہ خط بہت جلد حضرت کی خدمت میں جا پہنچائیں۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی سے راستہ طے کرتے ہوئے دس ماہ مبارک رمضان کو مکہ میں پہنچے اور اہل کوفہ کا یہ خط اس امام معظم کی خدمت میں پیش کیا۔ اہل کوفہ نے ان کے بھیجنے کے دو دن بعد قیس بن مسھر صیدی عبداللہ بن شداد عمارہ بن عمارہ بن عبداللہ سلولی کو حضرت کی طرف بہت سے خطوط دے کر کہ تقریباً جن کی تعداد ایک سو پچاس تھی روانہ کیا کہ جن میں ہر ایک خط کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں میں سے دو دو تین تین چار چار افراد کی طرف سے تھا۔ دوبارہ دوران کے بعد صناوید کوفہ نے ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کو حضرت کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا جس میں یہ مضمون لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ خط ہے حسین بن علی علیہ السلام کی خلاف میں......ان کے شیعوں اور فدویوں کی طرف سے امابعد: بہت جلد اپنے آپ کو دوستوں اور ہواخواہوں کے پاس پہنچایئے کیونکہ اس ولایت وملک کے تمام لوگ آپ کے قدوم مسرت لزوم کے منتظر ہیں اور آپ کے علاوہ کسی پر ان کی نگاہ نہیں البتہ جلدی کیجئے اور بڑی تعجیل کے ساتھ اپنے آپ کو ان مشتاق اور سرگردان لوگوں تک پہنچایئے......والسلام پھر شبث بن ربیع، حجار بن ابجر یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج زبیدی، محمد بن تیمی نے اس مضمون کا خط لکھا: امابعد صحراء سرسبز ہیں، میوے پکے ہوئے ہیں۔ اب اگر آپ کا ارادہ اس سے متعلق ہے تو ہماری طرف آیئے کہ بہت سے لشکر آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہیں اور رات دن آپ کے قدوم شریف کے انتظار میں بسر کرتے ہیں۔ والسلام

اور پے در پے یہ خطوط حضرت تک پہنچتے رہے یہاں تک کہ ایک دن تو چھ سو خط ان بے وفا لوگوں کے آپ کے ہاں پہنچے اور آپ تامل فرماتے اور ان کا جواب نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کے پاس بارہ ہزار خطوط جمع ہو گئے۔

تیسری فصل

حضرت کا سید جلیل مسلم بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجنے اور ایک دوسرے قاصد کے ہاتھ اشراف بصرہ کو خط لکھنے کا بیان

جب بیوفا اہل کوفہ کے رسل ورسائل (قاصد وخطوط) حد سے زیادہ آئے یہاں تک کہ بارہ ہزار خطوط آپ کے پاس جمع ہو گئے تو مجبوراً آپ نے اس مضمون کا خط ان کے جواب میں تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔ یہ خط ہے حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے گروہ مسلمین یا مومنین کی طرف۔

امابعد! معلوم ہونا چاہے کہ سعید وہانی آخری شخص ہے جو تمہارے بھیجے ہوئے افراد میں سے پہنچے اور تمہارے خطوط پہنچائے بعد اس کے کہ بہت سے قاصد اور بے شمار خطوط تمہاری طرف سے مجھے مل چکے ہیں اور ان سب کے مضامین سے مطلع ہوا ہوں۔ جن سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارا کوئی امام وپیشوا نہیں۔ آپ جلدی ہماری طرف آئیں کہ شاید خداوند عالم آپ کی برکت سے ہمیں حق وہدایت پر مجتمع کردے۔ یہ لو میں تمہاری طرف اپنا بھائی اپنے چچا کا بیٹا اور اپنے اہل بیت میں سے قابل وثوق مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں پس اگر اس نے مجھے لکھا کہ تمہارے عقلاء دانا اور اشرف کی رائے اس چیز پر متفق ومجتمع ہے جو ان خطوط میں لکھی ہوئی ہے تو میں بہت جلدی تمہاری طرف آجاؤں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

پس مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام نہیں ہوسکتا مگر وہ شخص جو لوگوں کے درمیان کتاب خدائے سابق حکم کرے اور ان میں عدالت کے ساتھ قیام کرے اور شریعت مقدسہ کے جادہ سے قدم باہر نہ نکالے اور لوگوں کے دین حق میں مستقیم رکھے۔ والسلام۔

پھر آپ نے مسلم بن عقیل اپنے چچازاد بھائی کو بلایا جو وفود عقل وعلم تدبیر وصلاح سداد وشجاعت میں ممتاز تھے اور انہیں اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لیے قیس بن مسہر صیداوی عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمان بن عبداللہ ارجی کے ساتھ اس طرف روانہ کیا اور انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری اور مخالفین سے اپنے معاملہ کو مخفی رکھنے حسن تدبیر اور لطف ومدارات کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر اہل کوفہ میری بیعت پر متفق ہوجائیں تو حقیقت حال میری طرف تحریر کرو پس مسلم آپ سے رخصت ہو کر مکہ سے باہر نکلے۔

سعید بن طاؤس شیخ ابن نما اور دوسرے اعلام نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ایک خط شیوخ واشراف بصرہ کو کہ جن میں حنیف بن قیس مندر بن جارود۔ یزید بن مسعود نہشلی اور قیس بن ہثیم بھی تھے اس مضمون کا لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ خط ہے حسینؑ بن علی بن ابی طالب کی طرف سے ......اما بعد واضح ہو کہ خداوند عالم نے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ورسالت کے لیے انتخاب کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو نصیحت کی اور اپنے پروردگار کا پیغام پہنچایا تو اس وقت خدا نے مگر انہیں اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے بعد آپ کے اہل بیتؑ آپ کے مقام کے زیادہ حقدار اور اس کے لیے اولیٰ تھے۔لیکن ایک گروہ نے ہم پر غلبہ حاصل کیا اور ہمارے حق پر قبضہ کر لیا اور ہم اس وجہ سے کہ فتنہ وفساد کھڑا نہ ہو اور خونریزی نہ ہونے پائے خاموش ہو کر بیٹھ گئے اب یہ خط میں نے تمہاری طرف لکھا ہے اور تمہیں خدا اور رسولؐ کی طرف ملاتا ہوں پس یاد رکھو! شریعت نیست ونابود ہو چکی ہے اور سنت رسولؐ خدا برطرف ہو گئی ہے تو اگر تم لوگ میری دعوت کو قبول کرو اور میرے فرمان کی اطاعت کرو تو میں تمہیں گمراہی کے راستہ سے ہٹا کر ہدایت کے راستہ کی طرف لے جاؤں......والسلام

پھر آپ نے یہ خط اپنے موالیوں میں سے سلیمان نامی شخص کو دیا جس کی کنیت ابورزین تھی اور فرمایا کہ اسے بہت جلدی صنادید وسردارانِ بصرہ کے پاس لے جاؤ۔ جب سلیمان حضرت کا خط اشراف بصرہ کے پاس لے گیا اور وہ اس مضمون سے آگاہ ہوئے تو وہ خوش ہوئے اور یزید بن مسعود نہشلی نے بنی تمیم کے لوگ بنی حنظلہ کی جماعت اور بنی سعد کے گروہ کو بلایا جب وہ سب حاضر ہوئے تو ہنے لگا اے بنی تمیم تم میں میری قدرومنزلت کیسی ہے۔ وہ کہنے لگے آپ کے مرتبہ کا کیا کہنا۔خدا کی قسم آپ ہماری پشت اور پشت پناہ ہیں۔فخر وشرافت کی چوٹی اور عزت وبلندی کا مرکز اور شرف ومنزلت میں سب سے آگے ہیں یزید بن مسعود کہنے لگا میں نے تمہیں جمع کیا تاکہ تم سے ایک مشورہ کروں اور تم سے امداد طلب کروں۔ وہ کہنے لگے۔ہم کوئی رفیقہ آپ کی نصیحت سے نہیں اٹھا رکھیں گے اور جو مصلحت ہوگی وہ پیش کریں گے اب جو چاہیں آپ کہیں تاکہ ہم سنیں وہ کہنے لگا تمہیں معلوم ہونا چاہے کہ معاویہ مر گیا ہے۔اور ظلم وجور کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور ظلم وستم کے ستون گر چکے ہیں اور معاویہ نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کی بیعت لے لی تھی اور یہ سمجھا کہ یہ کام یزید کو راس آئے گا۔اور اس کی حکومت کی بنیادیں محکم ہو جائیں گی حالانکہ بعید ہے کہ فکرِ محال صورت پذیر ہو سوائے خواب وخیال کے ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے یزید شراب خوار جرامت کے درمیان خلافت کا دعویٰ اور امارت کی آرزو رکھتا ہے حالانکہ کہ وہ حلیہ حلم سے بری اور زینت علم سے عاری ہے خدا کی قسم اس سے جنگ کرنی مشرکین سے جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ ہاں اے جماعت حسینؑ بن علیؑ فرزندِ رسول خداؐ علاوہ شرافت نسبی اور عمدگی عقل کے ان کی فضیلت شمار میں نہیں آسکتی اور ان کا علم اندازہ سے زیادہ ہے انہیں خلافت کا سلام کرو اور مضبوط ہاتھ سے ان کی بیعت کرو کیونکہ وہ رسولِ خداؐ سے قرابت رکھتے ہیں اور سنن واحکام کے جاننے والے ہیں چھوٹے پر شفقت اور بڑے سے لطف وکرم سے پیش آتے ہیں اور کتنی زیادہ وہ رعیت کی نگہبانی کرتے ہیں اور اُمت کی امامت وپیشوائی فرماتے ہیں۔اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم نے انہیں مخلوق کے لیے حجت بنا کر بھیجا ہے اور ان کے موعظہ کو بلیغ قرار دیا ہے۔ہاں اے لوگو! غور وفکر کرو۔اندھی تقلید کرتے ہوئے نورحق سے ایک طرف خیمہ نصب نہ کرو اور اپنے آپ کو وادی ضلالت وباطل میں نہ ڈالو۔اور صخر بن قیس یعنی احنف نے جنگ جمل میں امیر المومنین کی ہمرکابی سے پہلوتہی کی تھی اور تمہیں مدد نہ کرنے کی نحوست سے دوچار کیا تھا۔اب اس آلودگی کو فرزندرسولِ خدا

کی مدد کر کے دھوڈالو۔خدا کی قسم جو شخص بھی حضرت کی مدد سے چشم پوشی کرے گا۔خداوندعالم اسے چاہ ذلت میں ڈال دے گا۔اور اس کی ذلت اس کی اولادو خاندان میں سرایت کرے گی اور یہ دیکھو میں ے مبارزہ کی زرہ پہن لی ہے اور جنگ کا خود سر پر رکھ لیا ہے اور یہ بات تمہیں معلوم ہونی چاہیے کہ جو شخص قتل نہ ہو بالا آخر وہ جان دے گا اور جو موت سے بھاگے آ کر وہ اس کے پنجے میں پھنسے گا۔خدا تمہیں جزائے خیر دے مجھے جواب دو اور بہترین جواب دو۔سب سے پہلے بنوحنظلہ نے پکار کر کہا اے ابوخالد ہم آپ کے ترکش کے تیر ہیں اور آپ کے قبیلہ کے جنگ آزمودہ لوگ ہیں اگر ہمیں کہ کمان پر رکھ کر کھینچو تو ہم نشانہ پر بیٹھیں گے اگر جنگ کرو تو ہم آپ کی نصرت و مدد کریں گے اور اگر آپ دریا میں آگ لگا دیں تو ہم اسے دوبارہ بھڑکائیں گے اور جب بھی بلا د مصیبت کا طوفان و سیلاب آپ کی طرف رخ کرے تو ہم منہ نہیں پھیریں گے بلکہ اپنی تلواروں سے آپ کی مدد کریں گے اور اپنی جان و بدن کو آپ کی سپر قرار دیں گے۔اس وقت بنوسعد بن یزید کی آواز بلند ہوئی کہ اسے ابوخالد ہم کسی چیز کو آپ کی مخالفت سے زیادہ مبغوض نہیں سمجھتے اور آپ کے حکم سے باہر قدم نہیں نکالیں گے ہمیں صخر بن قیس نے ترک جنگ کا حکم دیا تھا اور ہمارا ہنر چھپا رہا اب ہمیں کچھ مہلت دیجئے تا کہ ایک دوسرے سے مشورہ کرلیں۔پھر آپ سے صورت حال عرض کریں گے ان کے بعد بنوعامر بن تمیم نے گفتگو شروع کی اور کہنے لگے اے ابوخالد آپ ہی کے آباؤ واجداد کی اولاد ہیں اور آپ کے عزیز اور ہم قسم ہیں۔ہم اس بات پر خوش نہیں ہوتے جس پر آپ غضب ناک ہوں۔اور ہم وہاں سامان نہیں اتاریں گے۔جہاں سے آپ کوچ و سفر کا ارادہ رکھتے ہو ں ہم آپ کی دعوت پر فوراً لبیک کہنے والے اور آپ کے حکم کے مطیع ہیں۔ابوخالد نے کہا اے بنوسعد اگر تمہاری گفتار تمہارے کردار پر راست آئے تو خداوند عالم ہمیشہ تمہیں محفوظ اور اپنی نصرت سے تمہاری نگہبانی کرے۔جب ابوخالد اس جماعت کی مکنون خاطر اور پوشیدہ ضمیر پر مطلع ہوئے تو انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو اس طرح خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔امابعد تحقیق آپ کا خط مجھے ملا اور میں اس کے مضمون سے آگاہ ہوا۔اور میں نے سمجھا کہ آپ مجھے اپنی اطاعت کی طرف اور اپنی مدد کے لیے بلا رہے ہیں۔خداوند عالم زمین کو کسی ایسے عالم سے خالی نہ رکھے جو اچھائی کا کام کرے اور ایسے رہبر سے جو راہ رشاد کی طرف ہدایت کرے اور آپ خدا کی مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور روئے زمین پر اس کی امان و امانت ہیں۔آپ زیتونہ احمد یہ کی شاخ اور اس درخت کی اصل رسولِ خداؐ اور آپ فرع ہیں اب نیک فال کے ساتھ آپ ہماری طرف سفر کیجئے کیونکہ میں نے بنوتمیم کی گردنیں آپ کی خدمت کے لیے جھکا دی ہیں اور میں نے آپ کی اطاعت اور متابعت کے لیے اس طرح کا شائق انہیں کر دیا ہے۔جیسے پیاسا اونٹ پانی والی جگہ کا ہوتا ہے اور میں نے آپ کی اطاعت کا قلادہ بنی سعد کی گردن میں ڈال دیا ہے اور ان کی گردن آپ کی خدمت کے لیے مطیع قرار دی ہے اور نصیحت کے صاف شفاف پانی کے ساتھ ان کے صحن دل کو مدد نہ کرنے اور خدمت سے بیٹھ جانے کی آلائش سے دھو یا ہے اور پاک و صاف کر دیا ہے۔والسلام

جب یہ خط امام حسینؑ کو ملا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے دہشت کے دن مامون اور پیاس کے دن سیراب

کرے۔باقی رہا احنف بن قیس اس نے بھی حضرت کو اس طریقہ سے خط لکھا:

امابعد پس آپ صبر کریں۔ بے شک خدا کا وعدہ حق ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو سبکبار نہ بنائیں۔

اس آیت مبارکہ کے ذکر سے اس کا اشارہ تھا اہل کوفہ کی بیوفائی کی طرف اور منذر بن جارود کو جب آپ کا خط ملا تو وہ ڈرا کہ شاید یہ خطوط عبید اللہ بن زیاد کی مکاریوں کا شاخسانہ ہوں اور وہ یہ چاہتا ہو کہ لوگوں کے نظریات اسے معلوم ہوں اور ہر شخص کو اس کے کیفر کردار تک پہنچائے اور منذر کی بیٹی کہ جس کا نام بجریہ تھا وہ بھی عبید اللہ بن زیاد کے نکاح میں تھی لہٰذا منذر وہ خط اور قاصد ابن زیاد کے پاس لے گیا۔جب ابن زیادہ نے وہ خط پڑھا تو حکم دیا کہ آپ کے قاصد کی گردن اڑادی جائے بعض کہتے ہیں اسے سولی پر لٹکا دیا گیا اور یہ قاصد وہی ابورزین سلیمان تھا جو آپ کا مولائی تھا کہ جس کی جلالت شان بہت ہے بلکہ ہمارے استاد نے لولو مرجان میں کئی مراتب سے ان کا رتبہ ہانی بن عروہ سے بلند تر قرار دیا ہے جب ابن زیاد انہیں قتل کر چکا تو وہ مبر پر گیا اور بصرہ کے لوگوں کو تہدید و تخویف بلیغ کی اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوفہ کی طرف چلا گیا۔ خلاصہ یہ کہ جب بصرہ کے لوگ لشکر تیار کر چکے تا کہ کربلا میں جا کر امام حسین علیہ السلام کی نصرت و مدد کریں تو انہیں اطلاع ملی کہ حضرت شہید ہو گئے ہیں لہٰذا مجبوراً انہوں نے اپنے سامان سفر کھول دیئے اور آپ کا سوگ منانے لگے۔

چوتھی فصل

جناب مسلم بن عقیل کا کوفہ کی طرف جانا اوران بزرگوار کی شہادت کی کیفیت کا بیان

گزشتہ فصل میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خطوط کا جواب لکھا اور مسلم بن عقیل کو حکم دیا کہ وہ کوفہ کی طرف سفر کریں اور وہ خط کوفیوں کو پہنچا دیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جناب مسلم آپ کے حکم کے مطابق کوفہ کے لیے تیار ہوئے۔ پس حضرت کو الوداع کہہ کر روانہ ہوئے (اور بعض کلمات کے مطابق مسلم پندرہ رمضان کو مکہ سے روانہ ہوئے پانچ شوال کو کوفہ پہنچے) اور طی منازل کے بعد مدینہ میں پہنچے مسجد نبوی میں نماز پڑھی اور حضرت رسالت مآب کی زیارت کی۔ اپنے گھر گئے اپنے اہل وعیال وقبیلہ وعشیرہ سے ملاقات کی اوران کو وداع کر کے قبیلہ قیس کے دو راستہ شناس افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف متوجہ ہوئے وہ راستہ بھول گئے اور جو پانی ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا۔ پیاس کا ان پر غلبہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں (راہ شناس) مر گئے۔ جناب مسلم نے کافی مشقت کے بعد خود کو مضیق نامی بستی کے پانی تک پہنچایا۔ وہاں سے ایک خط اپنے حالات کے متعلق اور استغفار سفر کوفہ کے سلسلہ میں امام حسین علیہ السلام کہ خدمت میں روانہ کیا اور قیس بن مسہر کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجا حضرت نے ان کا استغفار قبول نہ کیا اور حکم دیا کہ کوفہ جاؤ جب مسلم کو حضرت کا خط ملا تو وہ تیزی سے کوفہ کہ طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ کوفہ پہنچ گئے اور مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے مکان پر جو کہ سالم بن مسیب کا گھر مشہور تھا نزول اجلال فرمایا۔

طبری کی روایت ہے کہ مسلم بن عوسجہ کے مہمان ہوئے۔ کوفہ کے لوگوں نے جناب مسلم کے آنے کی خبر سن کر اظہار مسرت وخوشحالی کیا اور فوج دو فوج حضرت کی خدمت میں آنے لگے۔ وہ جناب امام حسین علیہ السلام کا خط ہر گروہ کے سامنے پڑھتے تھے اور وہ لوگ آپ کے خط کے کلمات سن کر گریہ کرتے اور بیعت کرنے لگتے تاریخ طبری میں ہے کہ ان کے درمیان عابس بن ابی شبیب شاکری تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور حمد وثنائے الٰہی بجا لایا اور کہنے لگا: امابعد میں لوگوں کی بات نہیں بتاتا اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے دل میں کیا ہے۔ اور میں آپ کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ خدا کی قسم میں تو آپ کو اپنے متعلق خبر دیتا ہوں کہ جس چیز پر میں نے اپنے نفس کو پختہ کر لیا ہے خدا کی قسم میں لبیک کہوں گا۔ جب آپ پکاریں تو آپ کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کروں گا اور ہمیشہ آپ کی مدد ونصرت میں تیغ زنی کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں اور اپنی اُجرت صرف خدا سے چاہتا ہوں پھر حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے اے عابس بیشک جو

آپ کے دل میں تھا مختصراس کو بیان کیا ہے۔اس کے بعد حبیب کہنے لگے خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی خداوند برحق نہیں ہے ہیں میں بھی عابس کی طرح اسی جیسا عزم وارادہ رکھتا ہوں۔ پھر حنفی (ظاہراً سعید بن عبداللہ حنفی مراد ہیں) کھڑا ہوا اور اس نے بھی ایسی ہی گفتگو کی شیخ مفید اور دوسرے اعلام نے کہا کہ جناب مسلم کے ہاتھ پر اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار افراد شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور اس وقت جناب مسلم نے حضرت کی طرف خط لکھا کہ اب اٹھارہ ہزار افراد آپ کی بیعت کر چکے ہیں اگر اس طرف آپ آئیں تو مناسب ہے۔ جب خبر مسلم اور اہل کوفہ کا ان کی بیعت کرنا کوفہ میں منتشر ہوا تو نعمان بن بشیر نے جو معاویہ اور یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا کہ جناب مسلم سے دستبردار ہو جاؤ اور ان کے پاس آنا جانا چھوڑ دو۔لیکن لوگوں نے اس کے کلام کی پروہ نہ کی اور اطاعت کے کان سے اسے نہ سنا تو عبداللہ بن مسلم بن ربیعہ نے (جو بنی امیہ کا ہوا خواہ تھا) جب نعمان کی کمزوری دیکھی تو یزید کو خط لکھا جو جناب مسلم کے کوفہ آنے ور اہل کوفہ کے بیعت کرنے اور نعمان کی شکایت اور اس کے علاوہ کسی صاحب قدرت گورنر کی خواہش پر مشتمل تھا۔عمر بن سعد اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے خطوط لکھے اور یزید کو حالات کفر سے باخبر کیا جب یہ باتیں یزید کے کانوں میں پڑیں تو اس نے سرجون کی صوابدید پر جو معاویہ کے غلاموں میں شمار ہوتا تھا لیکن معاویہ اور یزید کے نزدیک بلند مرتبہ پر پہنچا ہوا تھا اس طرح مصلحت دیکھی کہ بصرہ کی حکومت و امارت کے ساتھ کوفہ کی گورنری بھی عبیداللہ بن زیاد لعین کے لیے واگذار کی جائے اور اس قسم کے واقعات کی اصلاح اس سے چاہی جائے۔پس یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو جو اُس وقت بصرہ کا والی تھا اس نے اس مضمون کا خط لکھا کہ اے ابن زیاد میرے شیعوں نے کوفہ سے مجھے خط لکھا اور آ گاہ کیا کہ عقیل کا بیٹا کوفہ میں وارد ہوا ہے اور وہ حسین علیہ السلام کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے جب میرا خط تمہیں ملے فوراً کوفہ کی طرف جاؤ اور جس طرح ہو سکے ابن عقیل کو گرفتار کر کے قید کر دو یا اسے قتل کر دو یا کوفہ سے نکال دو۔جب یزید کا خط عبیداللہ پلید کو ملا تو اس وقت اس نے کوفہ کے سفر کی تیاری کی اور اپنے بھائی عثمان کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور دوسرے دن مسلم بن عمرو باہلی شریک بن اعور حارثی اور اپنے حشم و خدم اور گھر والوں کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔جب کوفہ کے قریب پہنچا تو ٹھہر گیا یہاں تک کہ فضا پر شب کی تاریکی چھا گئی اس وقت شہر میں داخل ہوا جبکہ سیاہ عمامہ سر پر رکھا ہوا تھا اور اپنا منہ لپیٹا ہوا تھا اور کوفہ کے لوگ اس رات امام کے آنے کے منتظر تھے لہٰذا انہوں نے گمان کیا کہ حضرت کوفہ میں تشریف لے آئے ہیں لہٰذا اظہار فرح و سرور کیا اور پے در پے اس کو سلام کر رہے تھے اور مرحبا کہتے تھے لیکن اس ملعون کو تاریکی شب کی وجہ سے نہ پہچانا یہاں تک کہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے مسلم بن عمر کو غصہ آ گیا اور اس نے چیخ کر کہا ہٹ جاؤ۔لوگوں یہ تو عبیداللہ ابن زیاد ہے پس وہ لوگ منتشر ہو گئے اور وہ ملعون قصر الامارۃ تک پہنچ کر اس کے اندر داخل ہو گیا اور وہ رات وہیں گزار دی جب دوسرا دن ہوا تو لوگوں کو اطلاع دی کہ وہ جمع ہو جائیں۔پھر وہ منبر پر گیا اور خطبہ پڑھا اور اہلِ کوفہ کو تہدید و تخویف (ڈرایا دھمکایا) کی اور بادشاہ کی نافرمانی سے بہت ڈرایا اور یزید کی اطاعت کرنے پر ان سے انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔اس وقت منبر سے نیچے اترا قبائل او

محلوں کے رؤسا اور امراء کو بلایا اور ان سے تاکید کی کہ جس کے متعلق تمہیں گمان ہو کہ وہ یزید کا مخالف اور دلی طور اس سے صاف نہیں اس کا نام لکھ کر مجھے دو اور اگر اس معاملہ میں تم لوگوں نے سستی اور کاہلی سے کام لیا تو تمہارا خون میرے لیے حلال ہوگا۔ جب یہ خبر جناب مسلم کو پہنچی تو آپ نے خطرہ محسوس کیا۔ لہٰذا مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر کی طرف منتقل ہو کر چھپ گئے اور طبری و ابوالفرج کی روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے دروازہ پر پہنچے تو اس کو پیغام بھیجا کہ باہر آ ؤ۔ مجھے تم سے کام ہے جب ہانی باہر آیا تو جناب مسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ مجھے پناہ دو اور اپنا مہمان بناؤ۔ ہانی نے انہیں جواب دیا مجھے ایک سخت چیز کا مکلف قرار دے رہے ہیں اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ آپ میرے گھر پر آئے ہیں اور مجھ پر اعتماد کیا ہے تو میں پسند کرتا کہ آپ میرے پاس سے واپس چلے جائیں لیکن اب میری غیرت اجازت نہیں دیتی کہ آپ کو چھوڑ دوں اور اپنے گھر سے نکال دوں۔ اندر تشریف لائیں پس جناب مسلم ہانی کے گھر میں داخل ہوئے اور سابقہ روایت کے مطابق جب مسلم ہانی کے گھر میں گئے تو شیعہ پوشیدہ طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی بیعت کرتے اور جس سے بیعت لیتے اسے قسم دیتے کہ وہ راز فاش نہ کرے اور یہ معاملہ یونہی رہا یہاں تک کہ ابن شہر آشوب کی رویت کے مطابق پچیس ہزار افراد نے آپ کی بیعت کر لی اور ابن زیادہ کو معلوم نہیں تھا کہ مسلم کہاں ہیں۔ لہٰذا اس نے جاسوس مقرر کیے ہوئے تھے کہ وہ مسلم کے حالات کو معلوم کریں۔ یہاں تک کہ تدبیر اور حیلوں سے وہ اپنے غلام معقل کی وساطت سے مطلع ہوا کہ آنجناب ہانی کے گھر میں ہیں اور معقل ہر روز مسلم کی ختم میں جاتا اور شیعوں کے مخفی حالات سے مطلع ہوتا اور ابن زیاد کو خبردار کرتا اور چونکہ ہانی کو ابنِ زیاد کا کھٹکا تھا اس نے اپنے آپ کو مریض بنالیا اور بیماری کے بہانے ابن زیاد کی مجلس میں نہیں جاتا تھا۔ ایک دن ابنِ زیاد نے محمد بن اشعث، اسماء بن خارجہ اور عمرو بن حجاج کو جو ہانی کا سسر تھا بلایا اور کہنے لگا کہ کیا وجہ ہے کہ ہانی میرے پاس نہیں آتا۔ وہ کہنے لگا اور تو وجہ ہمیں معلوم نہیں کہتے کہ وہ بیمار ہے۔ کہنے لگا ہم نے سنا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گیا ہے اور گھر سے باہر آتا ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہے تو میں اس کی عیادت کے لیے جاؤں گا۔ اب تم لوگ ہانی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ میرے دربار میں آئے اور میرے واجب حقوق کو ضائع نہ کرے۔ کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے اور ہانی کے درمیان جو کہ اشرف عرب میں سے ہے کدورت رہ پائے پس یہ لوگ ہانی کے پاس گئے اور اسے کسی نہ کسی طرح ابنِ زیاد کے مکان کی طرف لے چلے۔ ہانی نے راستہ میں اسماء سے کہا اے میرے بھتیجے مجھے ابن زیاد سے خوف آتا ہے اور میں اس سے ڈر رہا ہوں۔ اسماء نے کہا کہ ڈرو نہیں کیونکہ اس کے دل میں تمہارے متعلق کوئی برا ارادہ نہیں اور وہ اسے تسلی دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس ملعون کے دربار میں لے آئے اور مکر و حیلہ بازی سے اس سردار قبیلہ کو عبیداللہ کے پاس پہنچایا۔ جب عبیداللہ کی نگاہ ہانی پر پڑی تو اس نے کہا کہ اتتک نجائن وجلاہ مراد یہ تھی کہ اپنے پاؤں موت کی طرف چل کر آیا ہے۔ پس عتاب و سرزنش کرنے لگا۔ کہ اسے ہانی یہ کیسا فتنہ ہے کہ جو تو نے اپنے گھر میں برپا کر رکھا ہے اور یزید کے ساتھ خیانت برتی ہے اور مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں بٹھا

رکھا ہے اور اس کے لشکر اور ہتھیار جمع کر رہا ہے اور تو گمان کر رہا ہے کہ یہ باتیں ہم پر مخفی اور پوشیدہ رہ جائیں گی ہانی نے انکار کیا تو ابن زیاد نے معقل کو جو کہ ہانی اور مسلم کے پوشیدہ حالات سے واقف ہو چکا تھا بلایا۔ جب ہانی کی نظر معقل پر پڑی تو وہ سمجھا کہ یہ معلون ابن زیاد کا جاسوس تھا اور یہ اس لعین کو ان کے اسرار پر مطلع کرتا رہا ہے۔ اب ہانی انکار نہ کر سکا۔ مجبوراً کہنے لگا میں نے مسلم کو نہیں بلایا اور نہ اپنے گھر میں لے کر آیا ہوں بلکہ زبردستی وہ میرے گھر میں آئے اور پناہ مانگی تو مجھے شرم آ گئی کہ میں انہیں اپنے گھر سے نکال دوں اب مجھے اجازت دو کہ میں جا کر انہیں اپنے مکان سے نکال دوں تا کہ جہاں وہ چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد میں تیرے پاس واپس آ جاؤں گا اور اگر چاہتے ہو تو کوئی چیز بطور رہن و گروی تمارے پاس رکھ دوں تا کہ تمہیں اطمینان ہو کہ میں تمہارے پاس واپس آ جاؤں گا۔ عبیداللہ بن زیاد کہنے لگا میں تم سے دستبردار نہیں ہونگا۔ جب تک اسے میرے پاس حاضر نہ کرو۔ ہانی نے کہا خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے ہاتھ میں دے دوں تا کہ تم اسے قتل کر دوں۔ ابن زیاد انہیں لے آنے پر زور دیتا تھا اور ہانی انکار کرتا تھا جب ان کے درمیان بات کافی بڑھ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے امیر! اسے چھوڑ دیجئے تا کہ میں اس سے تنہائی میں بات کرلوں اور ہانی کا ہاتھ پکڑ وہ اسے قصر الامراہ کے ایک کونے میں لے گیا اور ایسی جگہ بیٹھ گئے کہ جہاں ابن زیاد انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا۔ پس مسلم بن عمرو نے کہا اے ہانی! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اپنے آپ کو قتل نہ کراؤ اور اپنے عشیرہ وقبیلہ کو مصیبت میں مبتلا نہ کرو مسلم ابن زیادہ اور یزید کے درمیان رابطہ قرابت ورشتہ داری موجود ہے اور یہ لوگ اسے قتل نہیں کریں گے۔ ہانی کہنے لگا خدا کی قسم یہ ننگ و عار میں اپنے لیے پسند نہیں کروں گا کہ اپنے مہمان کو جو فرزند رسول کا بھیجا اہوا ایلچی ہے دشمن کے ہاتھ میں دے دوں حالانکہ میں تندرست وتوانا ہوں۔ اعوان و مددگار بھی بہت سے رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر میرا کوئی بھی مددگار نہ ہو پھر بھی میں مسلم کو اس کے ہاتھ میں نہیں دوں گا کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ جب ابن زیادہ نے یہ باتیں سنیں تو ہانی کو اپنے پاس بلایا۔ جب ہانی کو اس کے قریب لے گئے تو اسنے ہانی کو دھمکی دی اور کہا خدا کی قسم اگر ابھی تم نے مسلم کو حاضر نہ کیا تو میں حکم دوں گا کہ سرتن سے جدا کر دیں۔ ہانی کہنے لگا تجھ میں یہ قوت وطاقت نہیں ہے کہ تجھ میں یہ قوت وطاقت نہیں ہے کہ تو میری گردن اڑا دے کیونکہ اگر تو اس فکر کے پیچھے گیا تو ابھی تیر گھر ننگی تلواروں سے گھیر لیں گے اور تجھے قبیلہ مذحج کے ہاتھوں کیف کردار تک پہنچائیں گے اور ہانی کا یہ خیال تھا کہ اس کا قبیلہ اس کے ساتھ ہے اور وہ اس کی حمایت ونصرت میں سستی نہیں کرے گا۔ ابنِ زیاد کہنے لگا تو مجھے ننگی تلواروں سے ڈراتا ہے پس اس نے حکم دیا کہ ہانی کو اس کے قریب لائیں۔ پھر اس لعین نے وہ چھڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی ہانی کے چہرے اور ناک پر مارنا شروع کر دی کہ جس سے ہانی کی ہٹی ٹوٹ گئی اور اس کے لباس پر خون بہنے لگا اور اس کے چہرے کا گوشت گرنے لگا۔ اتنا مارا کہ وہ چھڑی ٹوٹ گئی ہانی نے جرات کر کے ابن زیاد کی خدمت میں جو اعوان و پاسبان کھڑے تھے ان میں سے ایک کی تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور اس نے چاہا کہ وہ تلوار ابن زیاد کے مارے اس شخص نے تلوار کی دوسری طرف پکڑ لی اور مانع ہوا کہ ہانی تلوار نہ چلا سکے۔

ابن زیاد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اس نے چلا کر غلاموں سے کہا کہ ہانی کو پکڑ لو اور زمین پر کھینچ کر لے جاؤ۔

غلاموں نے ہانی کو پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے ابن زیاد کے گھر کے ایک کمرہ میں ڈال کر اس کا دروازہ بند کر دیا۔ جب اسماء بن خارجہ اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق حسان بن اسماء نے یہ حالت دیکھی تو اس نے ابنِ زیاد کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا، تو نے ہمیں حکم دیا ہم گئے اور اس شخص کو بہانے سے لے آئے اب تو نے اس سے دھوکا اور غدر کیا اور اس سے یہ سلوک کر رہا ہے۔ ابن زیاد کو اس بات سے غصہ آ گیا اور حکم دیا کہ اس کے سینہ پر مکے لگاؤ۔ اور مکے اور طمانچوں سے مار کر اسے بٹھا دیا۔ اس وقت محمد بن اشعث ملعون کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا امیر ہمیں ادب سکھا تا ہے جو چاہے وہ کرے۔

ہم اس کے فعل پر راضی ہیں۔ پس عمرو بن حجاج کو خبر ملی کہ ہانی قتل ہو گیا ہے۔ عمرو نے قبیلہ مذحج کو جمع کیا اور اس لعین کے قصر الامارہ کا گھیراؤ کیا اور اس نے چلا کر کہا میں ہوں عمرو بن حجاج اور یہ قبیلہ مذحج کے بہادر جمع ہو چکے ہیں کہ ہانی کے خون کا بدلہ لیں۔ ابن زیاد کو ڈر محسوس ہوا اس نے شریح قاضی سے کہا کہ ہانی کے پاس جاؤ اور اسے دیکھ کر لوگوں کو باخبر کر دو کہ وہ زندہ ہے اور قتل نہیں ہوا۔ جب شریح ہانی سے کہا کہ ہانی کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے چہرے سے خون بہہ رہا ہے اور کہہ رہا تھا کہ میرا قبیلہ اور رشتہ دار کہاں ہیں۔ اگر ان میں سے دس آدمی بھی قصر میں آ جائیں تو وہ ابھی مجھے ابن زیاد سے چھڑا لیں۔ پھر شریح اس کے پاس سے ہو کر باہر نکلا اور اس نے لوگوں سے کہا ہانی زندہ ہے اور اس کے قتل کی خبر جھوٹی ہے جب اس کے قبیلہ نے جان لیا کہ وہ زندہ ہے۔ تو انہوں نے خدا کی بہت حمد و ثنا کی اور منتشر ہو گئے اور جب ہانی کی خبر مسلم کو پہنچی تو انہوں نے اپنے ساتھیوں میں منادی کرائی کہ وہ جنگ کے لیے نکل آئیں۔ بے وفا کوفیوں نے جب منادی کی آواز سنی تو ہانی کے دروازے پر جمع ہو گئے اور مسلم باہر آئے انہوں نے ہر قبیلہ کے لیے الگ الگ علم ترتیب دیئے اور تھوڑے سے وقت میں مسجد اور بازار آپ کے ساتھیوں سے پر ہو گئے ابن زیادِ کے لیے معاملہ سخت ہو گیا کیونکہ دارالامارہ میں پچاس افراد سے زیادہ نہیں تھے اور کچھ اس کے مددگار جو باہر تھے انہیں اس تک پہنچنے کا راستہ نہیں ملتا تھا پس مسلم کے ساتھیوں نے قصر الامارہ کو گھیر لیا۔ وہ پتھر پھینکتے تھے ابن زیاد اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے تھے ابن زیاد نے جب اہل کوفہ کی شورش دیکھی تو کثیر ابن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور کہنے لگا قبیلہ مذحج میں تمہارے دوست بہت ہیں دارالامارہ سے باہر جاؤ اور ان میں سے جو شخص تمہاری اطاعت کرے۔ وہ لوگوں کو یزید کے عقاب اور سخت جنگ کے برے انجام سے ڈرائے اور مسلم کی معاونت میں اسے سست کرے اور محمد بن اشعث کو بھیجا کو وہ قبیلہ کندہ میں سے اپنے دوستوں کو اکٹھا کرے اور امان کا جھنڈا کھول دے اور منادی کرے کہ جو اس جھنڈے کے نیچے آ جائے اس کی جان مال اور عزت محفوظ ہے اور اسی طرح قعقاع ذہلی شبث بن ربعی، حجار بن جبیر، شمر ذی الجوش جیسے بیوفا غداروں کو فریب دینے کے لیے باہر بھیجا۔ پس محمد بن اشعث نے علم بلند کیا تو کچھ لوگ جمع ہو گئے او دوسرے لوگ بھی وساوس شیطانی سے لوگوں کو مسلم کی موافقت سے پشیمان اور نادم کر رہے تھے اور ان کی جمعیت کو افتراق میں بدل رہے تھے یہاں تک کہ ان غداروں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا اور دارالامارہ کے پچھلے دروازے

سے قصر میں داخل ہو گئے جب ابن زیاد نے اپنے پیروکاروں کی کثرت دیکھی تو شبث بن ربیع کے لیے ایک علم درست کیا اور اسے منافقین کے ایک گروہ کے ساتھ باہر بھیجا اور اشراف کوفہ اور قبائل کے بڑے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ قصر کی چھت سے چلے جائیں اور وہ مسلم کے پیروکاروں کو آوازیں دینے لگے کہ اے لوگوں اپنے اوپر رحم کرو اور منتشر ہو جاؤ کیونکہ ابھی شام کے لشکر آرہے ہیں اور تم میں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور اگر اطاعت کرلو امیر نے عہد کیا ہے کہ وہ تمہارے لیے یزید سے معذرت کرے گا اور تمہیں دُگنے عطیات عطا کرے گا اور اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ منتشر نہ ہوئے تو شام کے لشکر آگئے تو وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور بے گناہ کو گناہ گار کی جگہ مار ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو اہل شام میں تقسیم کر دیں گے۔کثیر بن شہاب اور دوسرے بڑے بڑے لوگ بھی جو ابن زیاد کے ساتھ تھے وہ لوگوں کو ان باتوں کے ساتھ ڈراتے تھے یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آ گیا اور کوفہ کے لوگ ان وحشت آمیز باتوں سے دہشت میں پڑ گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

بے وفا کوفیوں کا مسلمؑ بن عقیل کے پاس سے متفرق ہونا:

ابومخنف نے یونس بن اسحاق سے اور اس نے عباس جدلی سے روایت کی ہے کہ ہم چار ہزار افراد مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے جنہوں نے ابن زیاد کو دفع کرنے کے لیے خروج کیا تھا ابھی قصر الامراہ تک نہیں پہنچے تھے کہ تین سو باقی رہ گئے یعنی اس طرح لوگ مسلم کے اطراف سے متفرق ہو گئے۔خلاصہ یہ کہ کوفہ کے لوگ مسلم سے الگ ہوتے گئے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عورتیں آتیں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں گھر لے جاتیں اور مرد اپنے بیٹوں سے کہتے کہ اپنا سر سالم لے جاؤ اور اپنا کام کرو کیونکہ کل جب شام سے لشکر آ گیا تو ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔پس پے در پے لوگ مسلم کے پاس سے پراگندہ ہو گئے اور جب نماز کے وقت آیا اور مسلم نے مغرب کا نماز مسجد میں پڑھائی تو اس انبوہ کثیر میں سے صرف تیس آدمی باقی رہ گئے تھے مسلم نے جب اہل کوفہ کی اس طرح بے وفائی دیکھی تو چاہا کہ مسجد سے باہر نکلیں۔ابھی وہ باب کندہ تک نہیں پہنچے تھے کہ آپ کی رفاقت میں دس افراد سے زیادہ باقی نہ رہے اور جب باب کندہ سے قدم باہر رکھا تو کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ رہا اور وہ تنہا رہ گئے پس اس غریب مظلوم نے دیکھا تو ایک شخص بھی نظر نہ آیا جو انہیں کسی جگہ کا راستہ بتائے یا انہیں اپنے گھر لے جائے۔یا اگر دشمن ان حملہ کرے تو وہ ان کی اعانت کرے۔

پس وہ کوفہ کی گلیوں میں حیران و پریشان پھر رہے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔یہاں تک کہ ان کا گزر گروہ کے بنی بجیلہ کے گھروں سے ہوا جب کچھ راستہ طے کیا طوعہ کے گھر کے دوازے پر پہنچے اور وہ اشعث بن قیس کی کنیز تھی کہ جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اور اس نے رشید حضرمی سے نکاح کر لیا تھا اور اس سے اس کا بیٹا تھا۔چونکہ اس کا بیٹا ابھی تک گھر واپس نہیں آیا تھا تو طوعہ اس کے انتظار میں گھر کے دروازے پر کھڑی تھی۔جب مسلم نے اسے دیکھا تو

اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کیا طوعہ نے سلام کا جواب دیا تو مسلم نے فرمایا۔

''اے کنیز خدارا مجھے پانی پلاؤ۔''

طوعہ پانی کا جام آپ کے لیے لے آئی۔ جب مسلم نے پانی پی لیا تو وہیں بیٹھ گئے طوعہ پانی کا برتن گھر میں رکھ کر واپس آئی تو حضرت کو دیکھا کہ اس کے دروازے پر بیٹھے ہیں کہنے لگی، اے بندہ خدا کیا تو نے پانی نہیں پی لیا۔ فرمایا کیوں نہیں۔ کہنے لگی پھر کھڑے ہو جاؤ اور اپنے گھر جاؤ۔ جناب مسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ طوعہ نے اپنی بات کا اعادہ کیا۔ مسلم پھر بھی خاموش رہے تیسری دفع اس خاتون نے کہا سبحان اللہ اے بندہ خدا کھڑا ہو جا اور اپنے گھر چلا جا کیونکر رات کے وقت تیرا میرے دروازے پر ٹھہرنا مناسب نہیں اور میں بھی تیرے لیے حلال اور جائز نہیں قرار دیتی جناب مسلم کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے کنیز خدا میرا اس شہر میں گھر رشتہ داروں معاون و مددگار کوئی نہیں۔ میں مسافر ہوں اور میرا کوئی ٹھکانہ نہیں کیا یہ ممکن ہے کہ تو مجھ پر احسان کرے اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے اور شاید آج کے بعد میں اس کا بدلہ تجھے دے سکوں۔ اس نے عرض کیا آپ کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں مسلم بن عقیل ہوں۔ اہل کوفہ نے مجھے دھوکہ دیا ہے اور مجھے اپنے گھر سے آوارہ وطن کیا ہے اور میری مدد سے دست بردار ہو گئے ہیں اور مجھے تنہا بےکس چھوڑ دیا ہے۔ طوعہ کہنے لگی آپ مسلم ہیں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگی۔ تشریف لائیے اور گھر کے اندر آ جائیں۔

پس وہ انہیں گھر کے اندر لے گئی اور ایک اچھے کمرے میں ان کے لیے بستر بچھا دیا اور آپ کے لیے کھانا لے آئی۔ مسلم نے کھانا نہ کھایا۔ وہ مومنہ آپ کی خدمت میں مشغول رہی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ اس کا بیٹا بلال گھر آیا جب اُس نے دیکھا کہ اس کی ماں اس کمرے میں بہت آتی جاتی ہے تو اس کے دل میں آیا کہ کوئی نئی بات ہے لہٰذا اس نے اپنی ماں سے اس کی وجہ پوچھی۔ اس کی ماں نے چاہا کہ اس سے مخفی رکھے لیکن لڑکے نے اصرار کیا۔ طوعہ نے جناب مسلم کے آنے کی اس کو خبر دی اور اسے قسم دی کہ وہ اس راز کو فاش نہ کرے۔ بلال خاموش ہو کر سو گیا۔

عبیداللہ بن زیاد نے جب دیکھا کہ مسلم کے ساتھیوں کا شور و غل یکدم ختم ہو گیا ہے تو اس نے دل میں سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ مسلم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی حیلہ کیا ہو تا کہ اچانک مجھ پر حملہ کر دے اور اپنا کام نکال لے وہ اس سے ڈرتا تھا کہ دارالامارہ کا دروازہ کھولے اور نماز کے لیے مسجد میں جائے لہٰذا اس نے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ مسجد کی چھت کے تختے اتار کر روشنی کر کے دیکھیں کہ شاید مسلم اور ان کے ساتھی مسجد کی چھتوں کے نیچے اور مسجد کے کونوں میں چھپے ہوئے نہ ہوں۔ انہوں نے اپنے دستور العمل کے مطابق کیا اور جتنی کوشش کی انہیں مسلم کی خبر نہ معلوم ہو سکی تو انہوں نے ابن زیاد کو بتایا کہ لوگ منتشر ہو چکے ہیں اور مسجد میں کوئی بھی نہیں پھر اس لعین نے حکم دیا کہ باب السدہ کھول دیں اور وہ خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور اس کے منادی نے کوفہ میں نداوی کہ کوفہ کے بڑے بڑے لوگوں اور اشراف میں سے جو شخص عشاء کی نماز کے لیے نہ آیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں مسجد لوگوں سے بھر گئی پھر اس نے نماز پڑھائی اور منبر پر گیا اور حمد و ثنا کے بعد کہا۔

اے لوگو! تم نے دیکھا کہ ابنِ عقیل سفیہ وجاہل نے کیا اختلاف اور افتراق پیدا کر دیا ہے اور اب وہ بھاگ گیا ہے پس جس گھر میں سے مسلم مل گیا اور اس نے ہمیں اس کی خبر نہیں دی ہوگی تو اس کی جان و مال مباح ہیں اور جو شخص مسلم کو ہمارے پاس لے آئے تو ہم اسے مسلم کی دیت کی قیمت دیں گے اور ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ پھر اس نے حصین بن تمیم (نمیر) کا رُخ کیا اور کہنے لگا تیری ماں تیرے ماتم پر بیٹھے اگر تو نے کوفہ کی گلیوں کی حفاظت نہ کی اور مسلم بھاگ گیا۔ میں نے تجھے کوفہ کے گھروں پر مسلط کیا اور شہر کا داروغہ مقرر کیا۔ اپنے کارندوں کو بھیج تاکہ وہ شہر کی گلیوں اور دروازوں کی حفاظت کریں۔ جب صبح ہو تو گھروں میں جا کر مسلم کو تلاش کریں۔

پھر وہ ملعون منبر سے اترا اور قصر میں چلا گیا جب صبح ہوئی تو اس ملعون نے دربار لگایا۔ کوفہ کے لوگوں کو آنے کی اجازت دی اور محمد بن اشعث پر نوازش کرتے ہوئے اسے اپنے پہلو میں بیٹھایا۔ اس وقت طوعہ کا بیٹا ابن زیاد کے دروازے پر آیا اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کو مسلم کی خبر دی۔ وہ معلون اپنے باپ خبیث کے پاس گیا اور آہستہ سے اسے بتایا ابن زیاد چونکہ محمد بن اشعث کے پلو میں بیٹھا تھا تو وہ اس مطلب سے آگاہ ہو گیا اور اس نے محمد سے کہا کہ جاؤ اور مسلم کو گرفتار کر لاؤ اور عبید اللہ بن عباس سلمی کو قبیلہ قیس کے ستر افراد کے ساتھ اس کے ہمراہ بھیجا پس جب وہ لشکر طوعہ کے دروازے پر پہنچا اور مسلم نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ لشکر ہے اور وہ اس کی تلاش میں آیا ہے تو آپ نے اپنی تلوار اٹھائی اور ان کی طرف بڑھے۔ وہ بے حیا گھر کے اندر گھس آئے۔ آپ نے ان پر حملہ کیا اور انہیں گھر سے نکال دیا دوبارہ لشکر نے ہجوم کیا اور مسلم نے بھی ان پر حملہ کر کے انہیں باہر نکال دیا۔ کتاب کامل بہائی میں ہے جب گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز مسلم کے کانوں میں پہنچی تو وہ دعا پڑھ رہے تھے انہوں نے دعا جلدی سے آخر تک پہنچائی اور ہتھیار سجائے اور فرمایا اے طوعہ جو نیکی تیرے اوپر لازم تھی وہ تو بجا لائی اور رسولؐ کی شفاعت کا حصہ لے چکی ہیں میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا اپنے چچا امیر المومنین علیہ السلام کو میں نے دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا کل تم ہمارے پاس ہو گے۔ مسعودی اور ابوالفراج نے کہا ہے کہ جب مسلم گھر سے باہر نکلے اور کوفیوں کا ہنگامہ اور اجتماع دیکھا اور ملاحظہ فرمایا کہ لوگ چھتوں کے اوپر سے ان پر پتھر مار رہے ہیں اور سر کنڈے کے دستوں کو آگ لگا کر آپ کے بدن پر پھینکتے ہیں تو فرمایا:

اکلما اری من الاجلاب بقتل عقیل
یأنفس اخرجی الی الموت الذی لیس له محیض

(آیا یہ ہنگامہ اور اجتماع فرزند عقیل کے خون بہانے کے لیے ہے تو اے نفس باہر آ جا اس موت کے لیے کہ جس سے چارہ اور گریز نہیں)

پھر تلوار کھینچ کر گلی میں آ گئے اور کوفیوں پر حملہ کیا اور کارزار میں مشغول ہوئے اور رجز پڑھے:

اقسمت الاقتل الاحرا
وان رایت الموت شیاً فکراً
کُلُ امرءٍ یوماً مُلاقٍ شراً
اویخلط البارد سخنا مرّاً
ردشعاع النفس فاستفرا
خاف ان اکذب

(میں نے قسم کھائی ہے کہ صرف آزاد اور بڑے شخص کو قتل کروں گا اگر چہ میں موت کو ایک اجنبی چیز سمجھتا ہوں ہر شخص کسی دن بری چیز کی ملاقات کرتا یا وہ ٹھنڈے پانی کو گندے کڑوے پانی سے ملاتا ہے نفس کی روشنی پلٹ آئی اور وہ پکا ہو گیا ہے مجھے اس بات کا خوف ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولا جائے یا مجھے دھوکہ دیا جائے)

جناب مسلم کا مبارزہ کوفیوں کے ساتھ

علامہ مجلسی کتاب جلاء میں فرماتے ہیں کہ جب مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ان کی تلاش کو آرہے ہیں فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون اور اپنی تلوار اٹھا کر گھر سے باہر نکلے۔ جب آپ کی نظر اُن لوگوں پر پڑی تو تلوار سوت کر ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گروہ کو خاک میں ملا دیا جس طرف کا آپ رُخ کرتے ملاعین آپ آگے سے بھاگ جاتے یہاں تک کہ چند حملوں میں پینتالیس افراد کو واصل جہنم کیا اور شجاعت وقوت اس شیر بشیہ میدان جنگ کی اس درجہ کی تھی کہ آپ ایک شخص کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اونچی چھت پر پھینک دیتے تھے یہاں تک کہ بکر بن حمران نے ایک ضرب آپ کے رُخ انور پر لگائی کہ جس سے آپ کا اوپر والا لب اور دانت گر گئے پھر بھی وہ خدا کا شیر جس طرف کا رُخ کرتا کوئی بھی آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکتا۔ جب وہ ملاعین جنگ کرنے سے عاجز آ گئے تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے پتھر اور لکڑیاں آپ پر پھینکنے لگے اور سر کنڈے کو آگ لگا کر آپ کے سر پر پھینکتے جب اس سید مظلوم نے اس حالت کو دیکھا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تو تلوار سوت کر ان کافروں پر حملہ کیا اور بہت سوں کو ہلاک کیا۔ جب ابن اشعث لعین نے دیکھا کہ آسانی سے انہیں قبضہ میں نہیں لیا جا سکتا کہنے لگا اے مسلم کیوں اپنے آپ کو قتل کر رہے ہو ہم آپ کو امان دیتے ہیں اور آپ کو ابن زیاد کے پس لے جائیں گے اور وہ آپ کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتا۔ جناب مسلم نے فرمایا تم کوفیوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں اور منافقین بے دین سے وفا نہیں ہو سکتی جب وہ شیر بیشہ شجاعت دشمنوں سے زیادہ جنگ کرنے اور ان مکار بیوفاؤں کے زخم لگانے کی وجہ سے تھک گئے اور ضعف

وناتوانی کا آپ پر غلبہ ہوا تو کچھ دیر کے لیے آپ نے اپنی پشت دیوار سے لگالی۔ جب ابن اشعث نے دوبارہ امان پیش کی تو مجبوراً آپ نے امان قبول کرلی حالانکہ جانتے تھے کہ ان بے دین لوگوں میں سچائی کا شائبہ بھی نہیں ابنِ اشعث سے فرمایا کیا میں امان میں ہوں۔ وہ کہنے لگا جی ہاں پھر اس کے ساتھیوں سے خطاب کرکے فرمایا کیا تم نے مجھے امان دے دی ہے۔ وہ کہنے لگے ہاں! تو آپ نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا اور شہید ہونے کے لیے دل لگایا۔ سید ابن طاؤس کی روایت کے مطابق جتنی امان انہوں نے پیش کی۔ آپ نے قبول نہ کی دشمنوں سے لڑنے کا اہتمام کیا یہاں تک کہ بہت سے زخم آپ کو لگے اور ایک نامراد آپ کے پیچھے سے آیا اور اس نے آپ کی کمر پر نیزہ مارا اور آپ کو منہ کے بل گرادیا ان کفار نے ہجوکر کے آپ کو گرفتار کرلیا۔ انہی پھر ایک خچرے آئے اور آپ کو اس پر سوار کرکے ان کو گھیرے میں لے لیا اور آپ کی تلوار چھین لی تو مسلم اس وقت اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور فرمایا یہ پہلا مکر و غدر ہے جو تم نے مجھ سے کیا ہے محمد بن اشعث کہنے لگا مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا مسلم نے فرمایا کہ پھر تمہاری امان کہاں گئی پس آپ نے آہِ حسرت دل پر درد سے کھینچی اور آنسوؤں کا سیلاب آپ کی آنکھوں سے بہنے لگا انہوں نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبداللہ بن عباس سلمی کہنے لگا۔ اے مسلم کیوں رو رہے ہو وہ بڑا مقصد جو تمہاری نظر میں ہے اس کے مقابلہ میں یہ تکلیفیں کچھ زیادہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ میرا گریہ اس سید مظلوم جناب امام حسینؑ اور ان کے اہل بیتؑ کے لیے ہے کہ جو ان منافقین غدار کے فریب دینے سے اسے اپنے دوستوں اور گھر کو چھوڑ کر اس طرف آرہے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان پر کیا گزرے گی پھر آپ ابن اشعث کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تمہاری امان پر اعتماد نہیں اور میں قتل ہوجاؤں گا۔ میری خواہش ہے کہ کسی شخص کو امام حسین علیہ السلام کی طرف بھیج دو تا کہ وہ کوفیوں کے مکر اور جھوٹے وعدوں کی بناء پر اپنا گھر بار نہ چھوڑیں اور اپنے چچازاد بھائی غریب ومظلوم کے حالات سے مطلع ہوجائیں کیونکہ مجھے اُمید ہے کہ آج یا کل آپ ادھر کو روانہ ہوں گے اور وہ شخص انہیں جا کر کہے کہ آپ کا چچازاد بھائی مسلم کہتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کوفیوں کے ہاتھ قید ہوچکا ہوں اور قتل ہونے کا منتظر ہوں اور اہل کوفہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی وجہ سے آپ کے باپ موت کی تمنا کرتے تھے تا کہ ان کے نفاق سے نجات پائیں۔ پس ابن اشعث مسلم کو ابنِ زیاد کے قصر کے دروازے پر لے گیا اور خود قصر میں داخل ہوا اور مسلم کے حالات اس ولدالزنا کو بتائے تو ابن زیاد نے کہا تجھے امان سے کیا کام تھا میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ اس کو امان دو۔

ابن اشعث خاموش ہوگیا جب مسلم کے دروازے پر اذنِ باریابی کے منتظر تھے۔ اس وقت مسلم کی نگاہ ٹھنڈے پانی کی صراحی پر پڑی جو قصر کے دروازے کے پاس رکھی تھی۔ ان منافقین کی طرف دیکھا اور فرمایا، مجھے گھونٹ پانی کا دے دو۔ مسلم بن عمرو ملعون کہنے لگا اے مسلم دیکھا اس صراحی کا پانی کتنا ٹھنڈا ہے لیکن خدا کی قسم تجھے اس میں سے ایک قطرہ پانی بھی نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم کا گرم پانی تم جا کر پیو۔ جناب مسلم نے فرمایا وائے ہو تجھ پر! تو کون ہے؟ کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا اور اپنے امام یزید کی اطاعت کی ہے جبکہ تو نے نافرمانی کی ہے میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں۔ حضرت مسلم نے

فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھ کر روئے کس قدر بدزبان سخت دل اور جفا کار ہے بیشک تو زیادہ مستحق ہے۔شرب حمیم اور خلود جحیم کا۔ پس جناب مسلم انتہائی کمزوری اور پیاس کی وجہ سے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔عمرو بن حریث کو جناب مسلم کی حالت پر رحم آیا۔اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ مسلم کے لیے پانی لے آؤ۔وہ غلام پانی کی صراحی پیالے کے ساتھ جناب مسلم کے پاس لایا اور پیالے میں ڈال کر مسلم کو دیا۔جب آپ نے چاہا کہ پانی پئیں تو پیالہ آپکے منہ کے خون سے پُر ہو گیا۔وہ پانی آپ نے پھینک دیا اور پانی مانگا اس دفعہ بھی وہ پانی خون سے پر ہو گیا۔تیسری مرتبہ جب پینے لگے تو آپ کے اگلے دانت پیالے میں گر پڑے۔مسلم نے کہا الحمد اللہ لوکان لی من الرزاق المقسو میں لشربتہ،حمد ہے خدا کی اگر یہ میرے مقسوم ہوتا تو میں پی سکتا یعنی خدا یا مقدر میں نہیں ہے کہ میں دنیا کا پانی پیوں۔اس اثنا میں ابن زیاد کا قاصد آیا اور مسلم کو بلایا۔جب آپ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو اپ نے سلام نہ کیا۔ابن زیاد کے ایک ملازم نے چلا کر مسلم سے کہ چاہے سلام کرو یا نہ کرو میں تمہیں قتل کر کے چھوڑوں گا۔جناب مسلم نے فرمایا، جب تو مجھے قتل ہی کرنا چاہتا ہے تو ذرا مہلت دے تا کہ میں حاضرین میں سے کسی کو وصیت کرلوں تاکہ وہ میری وصیتوں پر عمل کرے۔ابن زیاد نے کہا تمہیں مہلت ہے وصیت کرو تو جناب مسلم نے اہل دربار میں سے عمر بن سعد کی طرف رُخ کیا اور فرمایا تیرے اور میرے درمیان قرابت اور رشتہ داری ہے میں حاجت رکھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری وصیت کو قبول کرو۔وہ ملعون ابنِ زیاد کو خوش کرنے کے لیے آپ کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔عبیداللہ نے کہا اے بے حمیت و بے غیرت !اے عمر مسلم تیرا رشتہ دار ہے۔کیوں اس کی وصیت قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔سن جو کچھ وہ کہتا ہے جب عمر نے ابن زیاد سے اجازت چاہی تو مسلم کا ہاتھ پکڑ کر قصر کے ایک طرف لے گیا جناب مسلم نے فرمایا، میری وصیتیں یہ ہیں:

۱۔ یہ کہ میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔میری زرہ اور تلوار بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا

۲۔ یہ کہ جب مجھے قتل کر دیں میری لاش ابنِ زیاد سے اجازت لے کر دفن کر دینا۔

۳۔ یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی طرف خط لکھ دو کہ وہ اس طرف نہ آئیں ۔ چونکہ میں انہیں لکھ چکا ہوں کہ کوفہ کے لوگ حضرت کے ساتھ ہیں لہٰذا میرا خیال ہے کہ اس وجہ سے حضرت کوفہ کی طرف آ رہے ہوں گے۔

پس عمر بن سعد لعین نے مسلم کی تمام وصیتیں ابن زیادہ کو بتا دیں۔عبیداللہ نے کچھ گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اے عمر تو نے خیانت کی ہے جبکہ مسلم کا راز میرے سامنے فاش کر دیا ہے باقی رہا اس کی وصیتوں کا جواب تو وہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے مال سے کوئی سروکار نہیں جو کچھ اس نے کہا ہے ویسا کرو اور جب ہم نے اسے قتل کر دیا تو اس کے بدن کے دفن کرنے میں ہمیں کوئی مضائقہ نہیں اور ابوالفرج کی روایت کے مطابق ابنِ زیاد نے کہا کہ مسلم کی لاش کے متعلق ہم تیری سفارش قبول نہیں کریں گے چونکہ میں اسے دفن ہونے کا مستحق نہیں سمجھتا اس لیے کہ اس نے میرے خلاف سرکشی کی ہے اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔باقی رہے حسینؑ تو اگر انہوں نے ہمارا قصد و ارادہ نہ کیا تو ہم بھی اُن کا قصد نہیں کریں گے۔پھر ابن زیاد نے مسلم کی طرف رخ کیا اور کچھ جسارت آمیز کلمات سے انہیں خطاب کیا مسلم بھی پوری قوتِ قلب کے ساتھ اس کا جواب دیتے رہے اور بہت سی باتیں ان کے

درمیان ہوئیں آخر میں ابن زیاد علیہ العلن ولد الزنا نے ناروا باتیں جناب مسلم امیر المومنینؑ امام حسینؑ اور عقیل کے متعلق کیں۔ پھر بکر بن حمران کو بلایا۔ اس معلون کے سر پر جناب مسلم نے ایک ضرب لگائی تھی تو اس کو حکم دیا کہ مسلم کو قصر الامارہ کی چھت پر لے جاؤ اواس کی گردن اڑا دو۔ جناب مسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میرے اور تیرے درمیان کوئی رشتہ داری اور قرابت ہوتی تو تو میرے قتل کا حکم نہ دیتا۔ آنجناب کی مراد اس کلام سے یہ تھی کہ لوگ سمجھ لیں کہ عبید اللہ اور اس کا باپ زیاد بن ابیہ حرامزادے ہیں اور ان کا نسب قریش سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

پھر بکر بن حمران لعین اس سلالہ اخیار کا ہاتھ پکڑ کر انہیں قصر الامارہ کی چھت پر لے گیا اور اثناء راہ میں اس مقرب بارگاہ خدا کی زبان حمد و تکبیر و تہلیل تسبیح و استغفار اور صلوات بر رسول خداؐ کے ساتھ جنبش میں تھی اور خداوند عالم سے مناجات کر رہے تھے اور عرض پرواز تھے کہ بارالہا تو فیصلہ کر ہمارے اور اس گروہ کے درمیان جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ جھوٹ بولا ہے ہماری مدد سے دستبردار ہو گئے ہیں بکر بن حمران علی اللعن آپ کی قصر کی چھت پر اس جگہ لے گیا کہ جس کے نیچے جوتے گانٹھنے والے بیٹھتے تھے اور آپ کا سر مبارک بدن سے جدا کر کے اس سر کو زمین پر پھینک دیا۔ اس کے پیچھے ہی بدن شریف کو بھی چھت سے نیچے پھینکا اور خود ڈرتا اور لرزتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا۔ اس ملعون نے پوچھا تیرے متغیر الحال اور پریشان ہونے کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہنے لگا مسلم کے قتل کرنے کے وقت میں نے ایک سیاہ رنگ مہیب شکل والے مرد کو اپنے سامنے دیکھا ہے جو اپنی انگلی دانت سے کاٹ رہا تھا اور مجھے اتنا ڈر اس سے لگا ہے کہ میں آج تک اس طرح کبھی نہیں ڈرا۔ وہ شقی کہنے لگا چونکہ تو ایک خلاف عادت کام کر رہا تھا لہٰذا تجھ پر دہشت چھا گئی ہے۔ اور صورت خیال تیری نظر میں بندھ گئی ہے۔

چہ شد خاموش بزم ایمان
بیاور وندہانی رازندان!
گرفتندش سراز پیکر بزوری
بجرم آنکہ مہماندار بودی!

پس ابن زیاد نے ہانی کو قتل کرنے کے لیے بلایا اور محمد بن اشعث اور دوسرے لوگوں نے جتنی بھی اس کی سفارش کی فائدہ مند نہ ہوئی لہٰذا اس نے حکم دیا کہ ہانی کو بازار میں لے جاؤ اور جہاں گوسفند خرید و فروخت کے لیے لائے جاتے ہیں وہاں اس کی گردن اڑا دو۔ پس ہانی کی مشکیں کسے ہوئے دارالامارہ سے باہر لے گئے اور وہ فریاد کر رہا تھا۔ وامذحجاہ ولا مذحج لی الیوم یا مذحجاہ واین مذحج یعنی وہ اپنے مذحج قبیلہ کو پکار پکار کر اپنی مدد کے لیے بلا رہے تھے۔

حبیب السیر سے منقول ہے کہ ہانی بن عروہ اشراف کوفہ اور اعیان شیعہ میں شمار ہوتے تھے اور روایت ہے کہ وصحبت رسولؐ سے بھی مشرف ہو چکے تھے اور جس دن شہید ہوئے نواسی سال عمر تھی اور مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ ہانی کی شخصیت اور بزرگی کا یہ عالم تھا کہ چار ہزار افراد زرہ پوش اس کے ساتھ سوار ہوئے اور آٹھ ہزار پیادے اس کے زیر فرمان تھے اور جب

اپنے احلاف یعنی ہم عہداد ہم قسم لوگوں کو قبیلہ کندہ اور باقی قبائل میں سے وہ بلاتے تو تیس ہزار مرد زرہ پوش اس کے بلاوے پر لبیک کہتے جس وقت اس کو بازار کی طرف قتل کرنے کے لیے لے چلے جتنی اس نے فریاد کی اور سروانِ قبیلہ کے نام لے کرانہیں پکارا اور داندحجاہ کہتے رہے کسی نے انہیں جواب نہ دیا۔ مجبوراً انہوں نے زور لگایا اور اپنے ہاتھ رسیوں سے چھڑالے اور کہا کہ کوئی عمود چھری یا پتھر یا ہڈی نہی کہ جس کے ساتھ میں جنگ اور دفاع کروں ابن زیاد کے معاونین نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ان کی طرف دوڑ سے اور انہیں گھیر کر مضبوطی کے ساتھ باندھ لیا اور کہنے لگے کہ گردن آ گے کرو۔ وہ فرمانے لگے میں اپنی جان دینے میں سخی نہیں ہوں اور اپنے قتل ہوں میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ پس ابن زیاد کے ایک ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا ان پر تلوار لگائی لیکن وہ اثر نہ کرسکی۔ ہانی نے کہا الی اللہ المعاد اللهم الی رحمتك ورضوانك یعنی سب کی بازگشت خدا کی طرف ہے۔ خدایا مجھے اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف لے جا پھر اس نے دوسرا وار کیا اور انہیں رحمت خدا کی طرف پہنچا دیا اور جب مسلم وہانی شہد ہوگئے تو عبدالاعلیٰ کلبی کو جو کوفہ کے بہادروں میں سے تھا اور جس نے جناب مسلم کے خروج کے دن مسلم کی مدد کی تھی کثیر بن شہاب نے اسے اور عمارہ بن صلحت ازدی کو گرفتار کرلیا تھا وہ مسلم کی مدد کا ارادہ رکھتا تھا اور گرفتار ہوگیا تھا۔ ابن زیاد کے حکم سے لے آئے اور ان دونوں کو شہید کردیا اور بعض مقاتل معتبر کی روایت کے مطابق ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ مسلم اور ہانی کی لاشیں کوفہ کے کوچہ وبازار میں پھرائی جائیں اور گوسفند بیچنے والوں کے محلہ میں انہیں سولی پر لٹکا دیا جائے۔

سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ جناب مسلم کی لاش کناسہ میں سولی پر لٹکائی گئی اور سابقہ روایت کے مطابق جب قبیل مذحج نے یہ حالت دیکھی تو ان میں حرکت اور جوش پیدا ہوا اور انہوں نے دونوں کے لاشے سُولی سے اتار دے اور ان پر نماز جنازہ پڑھ کرانہیں دفن کردیا۔ پھر ابن زیاد نے مسلم اور ہانی کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے اور ایک خط یزید کو لکھا جس میں مسلم وہانی کے حالات درج کیے جب خط اور سر یزید کے پاس پہنچے تو وہ ملعون خوش ہوا اور حکم دیا کہ مسلم دہانی کے سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں اس نے عبیداللہ کے خط کا جواب لکھا اور اس کی کارکردگی کی تعریف کی اور اس پر بڑی نوازش وشفقت کی اور لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ حسینؑ عراق کی طرف آ رہے ہیں لہٰذا راستوں کی حفاظت کرو۔ ان پر کامیاب ہونے کے سلسلے میں بڑی کوشش سے کام لو اور شبہ وگمان کی بناء پر لوگوں کو قتل کرو اور ہر روز جو سانحہ رونما ہو وہ مجھے لکھ بھیجو...... والسلام جناب مسلم نے منگل کے دن آٹھ ماہ ذی الحج کو خروج کیا تھا اور آپ کی شہادت بدھ کے دن نو ذی الحج بروز عرفہ واقع ہوئی۔

ابوالفرج کہتا ہے کہ جناب مسلم کی والدہ ایک کنیز تھی جس کا نام علیہ تھا اور عقیل نے اسے شام میں خرید کیا تھا مولف کہا ہے کہ جناب مسلم کی اولاد کی تعداد مجھے کہیں نہیں مل سکی لیکن جتنے مجھے تاریخ سے مل سکے ان کو میں نے پانچ شمار کیا ہے پہلا بیٹا عبداللہ بن مسلم ہے جو واقعہ کربلا میں علی اکبر کے بعد پہلا شہید ہے اور اس کی والدہ رقیہ امیرالمومنین علی السلام کی صاحبزادی ہیں دوسرا محمد ہے اس کی والدہ کنیز ہے اور وہ عبداللہ کے بعد کربلا میں شہید ہوا ہے اور دو افراد جناب مسلم کی اولاد میں سے قدیم مناقب کی روایت کی بنا پر اور ہیں اور وہ ہیں محمد اور ابرہیم کہ جن کی والدہ اولاد جعفر طیار میں سے ہے ان کی قید اور شہادت پانے

کا واقعہ اس کے بعد تفصیل سے آئے گا۔ پانچویں ایک بیٹی ہے بروایت اعثم کوفی گیارہ سال کی اور وہ امام حسینؑ کی شہزادیوں کے ساتھ سفر کربلا میں موجود تھی (اس کا ذکر بھی آگے آئے گا)

واضح ہو کہ جناب مسلم بن عقیل کی فضیلت اور جلالت اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس مختصر مقام پر اس کا ذکر ہو اور کافی ہے اس مقام پر وہ حدیث جو باب اول کی پانچویں فصل کے آخر میں بیان ہو چکی ہے اور اس خط کا مطالعہ جو امام حسینؑ نے کوفیوں کے خطوط کے جواب میں لکھا تھا اور آپ کی قبر شریف مسجد کوفہ کے پہلو میں حاضر و بادی قاضی و دوانی (قربت داؤد) کے لیے زیارت گاہ اور سید بن طاؤس نے جناب مسلم کے لیے دو زیارتیں نقل کی ہیں جنہیں احقر نے کتاب ہدیۃ الزائرین میں نقل کر دیا ہے اور ہانی رحمۃ اللہ کی قبر جناب مسلم کی قبر کے مدمقابل ہے۔ عبداللہ بن زبیر اسدی نے ہانی و مسلم کا مرثیہ کہا ہے کہ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

فان کنت لاتدرین ما الموت فانظری

الی هانی فی السوق وابن عقیلٍ

(اگر تجھے معلوم نہیں کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور ابنِ عقیل کو دیکھ لو۔ (مولف نے کچھ اشعار جناب مسلم کے مرثیہ میں نقل کیے ہیں جنہیں ہم چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)